اسرار زیارت عاشورا

مع اعمال وزیارات

مؤلف

مولانا محمد حجت

ناشر

ادارۂ اصلاح مسجد دیوان ناصر علی مرتضیٰ حسین روڈ لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۰۳

اسرارِ زیارت عاشورا

مع اعمال وزیارت

مؤلف

مولانا محمد حجت

استاذ وثیقہ عربی کالج، فیض آباد

Mob. 9935088215

ناشر

ادارۂ اصلاح مسجد دیوان ناصر علی مرتضیٰ حسین روڈ لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۰۳

فون وفیکس: 0091 522 4077872

E-mail: islah_lucknow@yahoo.co.in

www.islah.in

مشخصات

نام کتاب : اسرارِ زیارت عاشورا (مع اعمال وزیارت)

مؤلف : مولانا محمد حجت

کمپوزنگ : مبشر رضا مختاریؔ

کورڈ ڈیزائننگ : وصی اختر معروفی

ناشر : ادارۂ اصلاح لکھنؤ

سنہ طباعت : جنوری ۲۰۲۳ء

تعداد : ۲۰۰۰

صفحات : ۱۸۴

ایڈیشن : : بار پنجم (۵)

مطبوعہ : عنبر پریس پرائیویٹ لمیٹیڈ، لکھنؤ

قیمت : 80 روپئے

ISBN 13: 978-93-87479-74-6

ISBN 10: 93-87479-74-9

IDARA E ISLAH

Masjid Diwan Nasir Ali, Murtaza Husain Road

Yahiyahganj, Lucknow-226003 UP INDIA

E-mail : islah_lucknow@yahoo.co.in

فہرست

عرض ناشر

عزیزی حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا محمد حجت قمی ادام اللہ فیوضہ کی گراں قدر تالیف ''اسرار زیارت عاشورا'' کا جدید ایڈیشن مع ترمیم و اضافہ حاضر خدمت ہے دور حاضر میں اردو داں طبقہ میں مولانا موصوف اس موضوع کے متخصص ہیں۔ کتابوں کی غواصی کے ذریعہ کیا گیا گہرہائے آبدار سامنے لائے ہیں۔ اخلاص نیت کے ساتھ انجام پانے والا ہر عمل خیر بارگاہ معبود میں مقبول ہے۔ اخلاص نیت کی کیفیت و کمیت کا اندازہ دوسرے کو نہیں ہوسکتا لیکن جو اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عمل انتہائی مخلصانہ ہے ورنہ اس علمی دنیا کی اس ''کساد بازاری'' کے دور میں موصوف کے دو اہم ترین قلمی کارناموں ''اسرار زیارت عاشورا'' اور ''اسرار عمل عاشورا'' کی پیہم اشاعت کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

موصوف نے اپنے ان مذکورہ تالیفات کے ذریعہ زیارت عاشورا کے موضوع پر قوم میں ایک بیداری کی لہر پیدا کر دی ہے لوگوں کو بتدریج اندازہ ہو رہا ہے کہ معصوم کا تعلیم کردہ عمل زیارت عاشورا کتنا مفید ہے۔ امام حسینؑ کی عدیم النظیر قربانی نے دامن اسلام و ایمان کو مالامال کر دیا ہے اور اس عمل زیارت عاشورہ کا استمرار مومنین کے دامن کو ثمرہائے مراد سے پُر کر دیتا ہے۔ میری دعا ہے کہ زیارت عاشورا کے صدقہ میں خداوند عالم مولانا موصوف کے توفیقات میں اضافہ فرمائے اور عشق حسینؑ کی دولت کے طفیل مومنین باتمکین کی جائز حاجتوں کو بسرعت پوری فرمادے۔

ادارۂ اصلاح لکھنؤ کو فخر ہے کہ اس کتاب کی اشاعت کے ذریعہ ماضی میں بھی اس نے شرف حاصل کیا ہے اور آج پھر یہ شرف اسے حاصل ہوا۔ رب جلیل کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حضرت قائم آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی زیر سرپرستی یہ اشاعتی ادارہ دن دونی، رات چوگنی، ترقی کرتا رہے۔

آمین

محتاج دعا

سید محمد جابر جوراسی

مسئول، ادارۂ اصلاح لکھنؤ

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ جَعَلَ زِیَارَةَ الۡحُسَیۡنِ وَسِیۡلَةً اِلٰی رَحۡمَةٍ لِّلۡعِبَادِ وَالصَّلٰوةُ عَلٰی جَدِّهٖ الۡمُصۡطَفٰی وَ اَبِیۡهِ الۡمُرۡتَضٰی و اَخِیۡهِ الۡمُجۡتَبٰی وَ اُمِّهٖ الزَّهۡرَا وَ ذُرِّیَّتِهٖ الۡاَئِمَّةِ الۡاَمۡجَادِ وَاللَّعۡنَةُ عَلٰی اَعۡدَائِهِمۡ مِنَ الۡاٰنَ اِلٰی یَوۡمِ الۡمِیۡعَادِ

یوں تو جملہ انبیائے عظام، اولیائے کرام، شہدائے عالی مقام صدیقین، صالحین، علما اور والدین کی زیارت اور بعدِ موت ان کے قبور کی زیارت، قریب اور دور سے کرنا عظیم ثواب کا سبب ہے لیکن دلبند حضرت محمد مصطفیٰؐ مظلوم کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے جو فضائل و مناقب اور اس کا جو اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے وہ ضبط فکر بشری سے باہر ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد سے نہ جانے کتنے افراد اور ملت کی کتنی مقتدر شخصیتوں نے اس عظیم ثواب کے حصول کے لیے ظالم و جابر حکمرانوں کی تمام بندشوں کو توڑ کر پروانہ وار قبر مطہر حضرت ابوعبدؑاللہ پر پہنچ کر اپنی جبیں کو حد معراج تک پہنچایا۔ ماضی کی تاریخ گواہ ہے کہ سخت سے سخت موت کے کھنچے ہوئے حصار کو توڑ کر اپنے مال و اولاد، جان و تن کا سودا کر کے عاشقان فرزند رسول نے اپنے آپ کو ”یَالَیۡتَنِیۡ کُنۡتُ“ کا مصداق بنایا اور ضریح اقدس تک پہنچ گئے۔

صحابی رسول جناب جابر بن عبد اللہ انصاری سے پوچھئے کہ مظلوم کربلا کی زیارت کا

کیا مرتبہ ہے ۔ یہ وہ محترم زائر ہے جس نے خود کو سب سے پہلے کربلا پہنچایا اور ایسے حالات میں جب آنکھوں کی بینائی رخصت اور عمر ۷۵ سال سے تجاوز کر چکی تھی ۔ زیارت مظلوم کربلاؑ کی عظمت نے انھیں زیارت کے عظیم اجروثواب کے حصول پر آمادہ کیا اور وہ اپنے مظلوم آقا کی قبر مطہر تک پہنچ گئے اور سوز دل کے ساتھ زیارت پڑھی یہ زیارت مخصوصہ تھی جو جناب جابر نے ادا کی ۔ اگر دیکھا جائے تو جو زیارتیں مظلوم کے لیے وارد ہوئی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک وہ زیارت ہے جس کا کوئی وقت معین نہیں ہے، اسے زیارت مطلقہ کہتے ہیں ۔ دوسری وہ زیارت ہے جو مخصوص وقت پر پڑھی جاتی ہے، اسے زیارت مخصوصہ کہتے ہیں جیسے دس محرم روز عاشور، بیس صفر یوم اربعین ، یکم رجب ، پندرہ رجب ، پندرہ شعبان، ماہ مبارک رمضان کی پہلی شب ، پندرہویں شب، شبہائے قدر، عید الفطر، عید الاضحیٰ ۔ لیکن ان تمام زیارات میں جو فضیلت وخصوصیت زیارت عاشورا(۱) کو حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں ۔

چنانچہ اس سلسلہ میں علامہ شیخ جعفر شوشتریؒ فرماتے ہیں کہ ہر مہینے کی مخصوص تاریخوں میں جو زیارتیں وارد ہوئی ہیں ان کو دیکھتے ہوئے میرے نزدیک زیارت عاشورا کی خصوصیت بہت زیادہ ہے اس لیے کہ اس زیارت کی کیفیت میں ہے کہ امام حسینؑ کا زائر جب

۱۔ لفظ عاشورا فیروز اللغات اور نور اللغات میں ''الف'' (عاشورا) اور ''ہا'' (عاشورہ) دونوں طرح سے لکھا گیا ہے اردو زبان میں لفظ عاشورہ ''ہا'' کے ساتھ کثرت سے استعمال ہوا ہے اور شعرائے کرام نے بھی اسے ''ہا'' کے ساتھ ہی استعمال کیا ہے ۔ اردو کتابوں میں بہت سی جگہوں پر (عمل عاشورہ) ''ہا'' کے ساتھ استعمال ہوا ہے ۔ فارسی میں فقیر اللہ آفرین نے اس لفظ کو ''ہا'' کے ساتھ استعمال کیا ہے ''عاشورۂ ما باشی وعید دگراں چند'' حقیر نے زیارت سے متعلق اپنی کتابوں میں اردو زبان میں کثرت سے استعمال ہونے کی بنیاد پر ''ہا'' کے ساتھ عاشورہ کا لفظ استعمال کیا ہے ۔ مگر ''اسرار زیارت عاشورا'' کے اس اڈیشن میں ''الف'' کے ساتھ لفظ عاشورا استعمال کیا گیا ہے ۔ اس لیے کہ عربی اشعار اور احادیث معصومینؑ میں ''الف'' کے ساتھ لفظ عاشورا استعمال ہوا ہے ۔ اگر چہ عموماً اردو زبان میں یہ رائج نہیں ہے ۔

میدان حشر میں آئے گا تو امام حسینؑ کے خون میں غلطاں اور شہداء کے زمرے میں ہوگا یہ خصوصیت سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے یہاں تک کہ ایک لاکھ حج اور ہزار ہزار حج سے بھی بلند تر ہے خواہ وہ حج رسول کے ساتھ ہی کیوں نہ ادا کیا گیا ہو(۱)۔

اسی خصوصیت کے پیش نظر میں نے زیارت عاشورا کے سلسلے میں احادیث و روایات کی روشنی میں اپنی نارسا فکر پیش کرنے کی کوشش کی ہے تا کہ مومنین زیارت عاشورا کی اہمیت و افادیت اور اس کے اسرار و رموز سے بخوبی واقف ہو جائیں۔ ساتھ ہی ساتھ ان کیفیات سے بھی آشنا ہو جائیں جو ایک زائر میں نمایاں ہونا چاہیے تا کہ وہ معرفت کے ساتھ معصومین کی بتائی زیارت کے نورانی اور مقدس فقروں کو اپنی زبان پر جاری کر سکیں۔

قرب قیامت کے اس حادثاتی دور کے لیے اپنی تاثیری اہمیت کے اعتبار سے یہ ایک نادر تحفہ ہے جو ہمارے اماموں نے ہمیں بخشا ہے۔ اس پر آشوب دور میں ہر مومن کو زیارت عاشورا کی پابندی لازمی طور پر کرنا چاہیے۔ آخر کلام میں اپنی کم علمی اور کوتاہیوں کے اعتراف کے ساتھ میں حضرت سید الشہداء کی ملکوتی بارگاہ میں بار گناہ سے دبے اور سہمے ہوئے دل، کپکپاتی ہوئی زبان سے ملتجی ہوں کہ اے حر کو حرؑ بنانے والے کریم ابن کریم اپنے در کے سوالی اور اس گنہگار بندے کی مغفرت و بخشش کے لیے بارگاہ غفور و رحیم میں سفارش فرما دیں اور اس ادنیٰ سی دینی خدمت کو شرف قبولیت عطا کر کے اسے بھی اعلیٰ و ارفع بنا دیں۔

خاک پائے زُوار مظلوم کربلا: محمد حجت قمی

ماہ جمادی الثانی ۱۴۴۴ ہجری مطابق ماہ جنوری ۲۰۲۳ء

۱۔ رجوع کریں خصائص حسینیہ

زیارت کے معنیٰ ومفہوم

لغت میں زیارت کے معنیٰ ہیں ''کسی سے ملاقات یا کسی کو دیکھنے جانا'' اور شرعی اصطلاح میں بھی یہی معنیٰ ہیں۔ اس بنا پر دور سے زیارت کرنے والے پر اس لغوی معنی کا تصور نہیں ہوتا بلکہ اسی کے قائم مقام دوسرے معنی میں استعمال ہوتا ہے جس کا مفہوم ہے ''دور سے زیارت یعنی دعا پڑھنا''۔ ہم عرف عام میں اسے بھی زیارت ہی کہتے ہیں۔ اس زیارت میں بھی زائر کو چاہیے کہ وہ دور ہوتے ہوئے بھی اپنے کو قلبی اعتبار سے اس ذات کے بالکل روبرو قرار دے جس کی زیارت مقصود ہو اور اپنے آئینہ دل کو اس طرح اس کے روبرو کرے کہ گویا معصوم کا سراپا اس کے سامنے ہے پھر ''السلام علیک'' کے ذریعہ اسے مخاطب کرے اور یہ یقین رکھے کہ میں جس معصوم کو سلام کر رہا ہوں وہ میری آواز سنتا اور مجھے دیکھتا بھی ہے جیسا کہ ائمہ معصومینؑ کی مشاہد مقدسہ میں داخل ہونے سے پہلے پڑھی جانے والی دعا کے فقروں سے ظاہر ہے۔

وَاَعۡلَمُ اَنَّ رَسُولَكَ وَخُلَفَائَكَ عَلَيۡهِمُ السَّلَامُ اَحۡيَاءٌ عِنۡدَكَ يُرۡزَقُونَ يَرَوۡنَ مَقَامِي وَ يَسۡمَعُوۡنَ كَلَامِي وَ يَرُدُّوۡنَ سَلَامِي وَ اَنَّكَ حَجَبۡتَ عَنۡ سَمۡعِي كَلَامَهُمۡ ''خدایا میں جانتا ہوں تیرے رسولؐ اور ان کے خلفا (جو تیرے حکم سے بنائے گئے) وہ زندہ ہیں اور تیری بارگاہ میں رزق پاتے ہیں وہ میرے کھڑے ہونے کو دیکھ رہے ہیں میرے کلام کو سن رہے ہیں میرے سلام کا جواب دے رہے ہیں یہ

اور بات ہے کہ تو نے ان کے کلام کو ہمارے کانوں سے مخفی کر دیا(۱)۔

پھر زیارت کے فقرے السلام علیك میں "ک" ضمیر حاضر ہے جو بتا رہی ہے کہ مخاطب گو کہ ہماری نگاہوں سے بہت دور ہے مگر دل سے قریب ہے وہ ہمیں دیکھنے اور ہمارے کلام کو سننے پر قادر ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشاد رب العزت ہے۔

فَاِذَاۤ اَحۡبَبۡتُهٗ كُنۡتُ سَمۡعَهُ الَّذِیۡ یَسۡمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیۡ یُبۡصِرُ بِهٖ (۲)

اور جب میں اپنے اس بندے کو دوست رکھتا ہوں تو میں خود اس کے سننے کی طاقت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، دیکھنے کی وہ قوت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ میں اس کو عالم قدس کی طرف متوجہ کر دیتا ہوں یہاں تک کہ ہمہ تن اس کی فکر اسرار ملکوت میں ڈوب جاتی ہے اور اس کے حواس انوار جبروت کے جذب و کسب کرنے میں پوری طرح متوجہ ہو جاتے ہیں اور محبت الٰہی اس کے گوشت پوست اور خون میں اس طرح رچ بس جاتی ہے کہ وہ خود کو فراموش کر دیتا ہے اور محبت الٰہی کے دریا میں پوری طرح غرق ہو کے صفات الٰہی کا مظہر بن جاتا ہے ایسی ذوات مقدسہ کے لیے اپنے زائرین کو دیکھنا یا ان کے کلام کو سننا کیا مشکل ہے؟۔

آداب زیارت

یوں تو ہر مذہب وملت میں زیارت یعنی ملاقات کے کچھ آداب بتائے گئے ہیں جن کی رعایت ہر ملاقات کرنے والے کیلئے ضروری سمجھی جاتی ہے چنانچہ نصاریٰ کا اس سلسلہ میں یہ

۱۔مفاتیح الجنان فصل دوم اذن دخول حرمائے مطہر: ۵۶۲

۲۔اصول کافی جلد، ۴،ص: ۵۳

طریقہ ہے کہ وہ کسی سے ملاقات کے وقت احترام کے پیش نظر اپنے سروں سے ٹوپیاں اتار لیتے ہیں یہودی اپنی انگلیوں کے اشاروں سے ادب و احترام کا اظہار کرتے ہیں عرب ملاقات کے وقت ''حَیّاكَ الله '' (اللہ تم کو زندہ رکھے) کہہ کر زندہ رہنے کی دعا دیتے ہیں لیکن مذہب اسلام نے زیارت (ملاقات) کے وقت جو طریقہ بتایا ہے وہ سب سے منفرد اور الگ ہے جس کی ابتدا ''سلام'' سے ہوتی ہے۔

سلام کرنا شرعی نقطہ نظر سے اگرچہ مستحب ہے لیکن اس کا جواب دینا واجب ہے احادیث میں جواب سلام کی اتنی تاکید ہے کہ اگر کوئی شخص نماز کی حالت میں ہو اور اسے کوئی سلام کرے تو اس پر اسی وقت جواب دینا واجب ہے۔ یہ اور بات ہے کہ نماز پڑھنے والا حالت نماز میں ''علیکم السلام'' کہنے کے بجائے جواب میں ''سلام علیکم'' ہی کہے گا۔ بہر حال سلام کا جواب ترک کرنے کی کسی بھی حال میں اجازت نہیں دی گئی ہے اس لیے کہ سلام کرنے والا سلام کے ذریعہ طالب امان ہوتا ہے۔

سلام کے معنی

یوں تو سلام کے بہت سے معنی بیان کئے گئے ہیں جس میں ایک معنی بہت مشہور ہے اور وہ ہے ''سلامتی تمہارے شامل حال ہو'' دوسرے لفظوں میں یہ کہا جائے کہ سلام کرنے والا یہ جتا دیتا ہے کہ میری طرف سے تمہیں کسی قسم کی تکلیف یا صدمہ نہیں پہنچے گا۔ نہ زبان سے، نہ ہاتھ سے، بلکہ تم میری طرف سے بالکل امن و امان میں ہو۔ سلام کے اس معنی کو پیش نظر رکھتے ہوئے زائر کو چاہیے کہ جب بھی وہ کسی معصوم کی ملکوتی بارگاہ میں کھڑا ہو یا دور سے قبر مطہر کو نگاہِ تصور میں قرار دیتے ہوئے زیارت کے لیے آمادہ ہو اور سلام کے ذریعہ ان کو مخاطب

کرے تو اسے ایسا ہونا چاہیے کہ معصوم کو اس کے کسی فعل سے تکلیف نہ پہنچی ہو اس لیے کہ سلام کے معنی ہیں سلامتی آپ کے شامل حال ہو یا دوسرے لفظوں میں یہ کہا جائے کہ میری طرف سے آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور ہم یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرات معصومینؑ کے دنیا میں آنے کا مقصد صرف اور صرف امت کی اصلاح تبلیغ دین اور لوگوں کی رہنمائی تھی۔ اب اگر کوئی زائر گناہ کر کے حرص وہوس، کبر ونخوت کا سودا سر میں لیے دل میں ریا (نمائش) اور خود پسندی جیسی روحانی بیماریاں لیکر اپنے فرائض سے غفلت اور حقوق کی ادائیگی سے بے پرواہ ہو کر ''السلام علیک'' کے ذریعہ قریب یا دور سے معصومؑ کو یاد کرے تو سچ بتائیے کہ کیا وہ سلام معصوم کو قبول ہوگا؟ کیا امام معصوم کو اس کی بداعمالی سے تکلیف نہیں پہنچے گی؟

اس سلسلہ میں امام معصوم کی روش ملاحظہ فرمائیں:

مولائے کائنات مسجد کوفہ سے نکل رہے ہیں کہ اتنے میں ایک جماعت نے سلام کے ذریعہ آپ کو مخاطب کیا: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ'' حضرت نے کوئی توجہ نہ دی لوگوں نے عرض کی: ''نَحْنُ اَصْحَابُكَ وَ مِنْ شِيْعَتِكَ'' مولا! ہم آپ کے اصحاب اور آپ کے شیعوں میں سے ہیں حضرت نے فرمایا: ''مَا لِيَ لَا اَرَىٰ عَلَيْكُمْ سِيْمَاءَ الشِّيْعَةِ'' مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں تم میں شیعہ ہونے کی علامتیں نہیں پا رہا ہوں لوگوں نے عرض کی مولا شیعہ ہونے کی علامتیں کیا ہیں (۱)۔

حضرت نے اس وقت جو شیعہ ہونے کی علامتیں بیان فرمائی ہیں۔ ان سے یہ بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ معصومینؑ کی بارگاہ میں سلام کی قبولیت کا معیار دینی کردار اور اپنے مومن

۱۔ جامع الاخبار ص: ۴۲ فصل ۱۷

بھائی کے حقوق کی رعایت کرنا ہے۔ظاہر ہے کہ جب زائر واجبات کو نظر انداز کرے گا حرام چیزوں کے ارتکاب سے بچے گا نہیں اور زیارت میں کہے گا:''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللهِ'' تو امامؑ کو اس کی بداعمالی سے تکلیف پہنچے گی حالانکہ زائر کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مولا میری طرف سے آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ سچا اور واقعی سلام اسی وقت ہوسکتا ہے جب زائر کی طرف سے معصوم کو کوئی رنج نہ پہنچے۔اس بنا پر زائر کو چاہیے کہ جب وہ قریب یا دور سے کسی معصومؑ کی زیارت پڑھنے یا کرنے کا قصد کرے تو آداب زیارت کی مکمل رعایت برتے اور زیارت پڑھنے سے پہلے آئینہ دل پر جمی ہوئی گناہوں کی گرد کو توبہ واستغفار کے پانی سے پاک و صاف کرے اور اپنی کوتاہیوں پر اشک ندامت بہائے پھر سوز دل کے ساتھ کہے: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللهِ'' تو ایسے زائر کا مرتبہ خدا و معصومینؑ کے نزدیک بہت ہی بلند ہوگا اور وہ زیارت کے مکمل ثواب کو پالے گا ورنہ اسے صرف زیارت کے نورانی اور مقدس فقروں کو زبان پر جاری کرنے کا ہی ثواب ملے گا اور وہ زیارت کے کلی ثواب کے حصول سے محروم رہے گا۔مگر زائر کو اس دنیا میں معصومؑ کو سلام کرنے کے بعد ان کی طرف سے جواب سننے یا آنے کا انتظار نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ قدرت نے ان کے کلام کو ہمارے کانوں سے مخفی کر دیا ہے لہٰذا زائر کو معصومؑ کی طرف سے اپنے سلام کا جواب دنیا و آخرت میں ان کی طرف سے حاصل ہونے والے فیوض و برکات کی شکل میں دیکھنا چاہیے یہی ان کے سلام کا جواب ہے۔

زیارت امام حسین علیہ السلام

جس طرح لفظ عدل سے نوشیروان، سخاوت سے حاتم طائی اور لفظ وفا سے جناب عباس ؑ کی طرف فوراً ذہن متوجہ ہوتا ہے اسی طرح لفظ زیارت جب ہماری سماعتوں سے ٹکراتا ہے تو فوراً ہمارا ذہن مظلوم کربلا حضرت امام حسین ؑ کی طرف متوجہ ہوتا ہے ۔جس کی خاص وجہ یہ ہے کہ امام حسین ؑ کی شہادت سے پہلے آپ کے مدفن مبارک کی زیارت انبیاء و اوصیاء نے کی اور شہادت کے بعد آپ سے بے لوث محبت کرنے والوں نے ظالم و جابر حکمرانوں کی بے پناہ سختیوں کے باوجود اپنی جان کی بازی لگا کر زیارت کے عظیم شرف کو حاصل کیا۔مظلوم کربلاؑ کی شہادت سے پہلے ہی لفظ زیارت حضرت سے اتنا مخصوص ہوگیا کہ اب لفظ زیارت سے صفحۂ ذہن پر صرف اور صرف حضرت کا تصور ہوتا ہے ۔

یوں تو انبیاء ومرسلین اور امام حسین علیہ السلام کے علاوہ اور دوسرے معصومین ؑ کے لیے بھی زیارتیں موجود ہیں اور پڑھی بھی جاتی ہیں اور ان کے پڑھنے کی تاکید بھی ہے اور ان کی زیارت کرنے والوں کے لیے بے انتہا ثواب بھی بیان کئے گئے ہیں لیکن زیارت کی جو وابستگی مظلوم کربلا سے ہے وہ کسی اور معصوم ؑ سے نہیں ۔اس کی خاص وجہ دین اسلام کی بقاء کے سلسلے میں مظلوم کربلاؑ کی بے مثال و لازوال قربانیاں ہیں اور وہ بھی یادگار قربانیاں جس کی مثال جناب آدم سے لیکر نبی خاتم ؐ تک نہیں ملتی ۔اس قربانی کا تقاضہ یہی ہے کہ دین وشریعت کے اس پاسبان کو زیارت کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ کیا جائے تا کہ دین بچانے والوں کی بے مثال قربانیاں ہمیں یاد رہیں اور ہمارے دلوں میں دین حق کی حمایت کا جذبہ کبھی سرد نہ ہونے پائے اور ہم ظلم وظالم کے خلاف ہمیشہ آواز بلند کرتے رہیں اور واقعہ کربلا کی یاد ہمیشہ تازہ رہے ۔چنانچہ کتب احادیث میں مظلوم کربلاؑ کی زیارت کی جو اہمیت بیان کی گئی ہے اور حضرت

کے زائر کے جو بے انتہا ثواب بیان کیئے گئے ہیں وہ دوسرے معصومینؑ کی زیارتوں کے اجر وثواب سے کہیں زیادہ ہیں۔

اگر دیکھا جائے تو اکثر اعمال حضرت کی زیارت کے بغیر نامکمل ہیں جسے ماہ مبارک رمضان کی مخصوص شبوں کے مخصوص اعمال میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی شمولیت اور اسے پڑھنے کی تاکید، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازوں کے بعد زیارت امام حسینؑ پڑھنے کا استحباب۔ پندرہ شعبان ولادت حضرت امام عصرؑ کی شب میں زیارت امام حسینؑ پڑھنے کا تاکیدی حکم، نویں ذی الحجہ یوم عرفہ میں امام حسینؑ کی زیارت پڑھنے کا خصوصیت کے ساتھ ذکر، شب جمعہ میں حضرت کی زیارت پڑھنے کی بے حد تاکید۔ اس کے علاوہ ریگزار کربلا پر ہجوم مصائب میں اپنی خون آلودہ پیشانی بارگاہ الٰہی میں رکھ کر نماز کی حالت میں اپنے سر کو کٹا کر لوگوں کو نماز کی طرف بلانے والے مظلوم امامؑ کے حرم میں مسافر کو نماز پوری پڑھنے کا اختیار دیا جانا اور اس خصوصیت کا مظلوم کربلاؑ کے علاوہ کسی اور معصوم کے حرم سے مختص نہ ہونا۔ یہ وہ ساری باتیں ہیں جو ہمیں یہ بتاتی ہیں کہ دوسرے معصومینؑ کی زیارتوں میں فرزند رسول حضرت امام حسینؑ کی زیارت کو خاص خصوصیت حاصل ہے اس کا اندازہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث مبارکہ سے بھی ہوتا ہے جو آپ نے ابویعفور سے بیان فرمائی ہے۔

ابویعفور کی زبانی سنیے وہ کہتے ہیں:

میں امام جعفر صادقؑ کی زیارت سے مشرف ہوا اور حضرت سے عرض کی: مولا! مجھے آپ کی زیارت کا بے حد شوق تھا خدا کا شکر کہ آج آپ کی زیارت ہوئی۔ اس شرف کو حاصل کرنے کے لیے میں بڑی تکلیفیں اٹھا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ امامؑ نے یہ سن کر فرمایا: تم اس کی زیارت کو کیوں نہ گئے "مَنْ كَانَ اَعْظَمُ حَقًّا عَلَيْكَ

مِنِّی ''جس کا حق تم پر مجھ سے کہیں زیادہ ہے۔میں نے عرض کیا مولا: ''مَنْ اَعْظَمُ عَلَیَّ حَقًّا مِنْكَ ''وہ کون بزرگوار ہیں جن کا حق مجھ پر آپ کے حق سے زیادہ ہے؟ فرمایا: حسین ابن علیؑ ۱۔

ابو یعفور کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ محبان اہل بیت پر امام حسینؑ کا حق اور ائمہ معصومینؑ کے حق سے زیادہ ہے۔اسی لیے امام حسینؑ کی زیارت کو جامع ترین زیارت کہا گیا ہے۔آپ کی زیارت کرنے والا صرف آپ ہی کا زائر نہیں بلکہ وہ سردار انبیاء حضرت محمد مصطفیؐ کا بھی زائر ہوتا ہے چنانچہ حدیث میں ہے:

فَاِنَّ زِیَارَةَ الْحُسَیْنِ زِیَارَةُ رَسُوْلِ الله (۲) امام حسینؑ کی زیارت کرنا رسول مقبول کی زیارت کرنا ہے اور کیوں نہ ایسا ہو حضورؐ کی حدیث ہے: ''حُسَیْنُ مِنِّی وَ اَنَا مِنَ الْحُسَیْن ۳ ''حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔

امام حسینؑ ہمارے وہ امام ہیں جن کی زیارت ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء نے کی ہے اور یہ مظلوم کربلا کی اہم خصوصیات میں سے ہے چنانچہ اسحق بن عمار کہتے ہیں:

میں نے امام جعفر صادقؑ کی زبان مبارک سے سنا آپ نے فرمایا: ''لَیْسَ نَبِیٌّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا یَسْاَلُوْنَ اللهَ تَعَالٰی اَن یَّأْذَنَ لَهُمْ فِیْ زِیَارَةِ الْحُسَیْنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَفَوْجٌ یَنْزِلُ وَفَوْجٌ یَصْعَدُ ''(۴) آسمان وزمین میں کوئی نبی ایسا نہیں ہے جس نے خداوند عالم سے امام حسینؑ کی زیارت کرنے کی اجازت نہ

۱۔خصائص الحسینیہ

۲۔کامل الزیارات باب، ۶۰

۳۔مطالب السئول،ص: ۲۴۲۔ترمذی، ج:۶ ص: ۳۰۷

۴۔کامل الزیارات، باب، ۳۸

مانگی ہو چنانچہ انبیاء کی ایک فوج زیارت امام حسینؑ کے لیے آسمان سے نازل ہوتی ہے اور ایک فوج زیارت کے بعد آسمان پر چلی جاتی ہے۔

مظلوم کربلاؑ کی زیارت کے اس شرف کو دیکھتے ہوئے مولاؑ کے محب کو چاہیے کہ وہ دل کی گہرائیوں سے حضرت کی زیارت کی اہمیت کو محسوس کرے اور زیارت کے شرف کو حاصل کرے۔

زیارت عاشورا کی انفرادیت

جناب صفوان امامؑ کے معتبر اور ثقہ صحابی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے امام صادقؑ نے فرمایا کہ اے صفوان میں نے اس زیارت عاشورا کو اپنے پدر بزرگوار امام محمد باقرؑ سے اور انھوں نے اپنے پدر بزرگوار علی ابن الحسین، انھوں نے اپنے پدر بزرگوار حسین ابن علیؑ، انھوں نے اپنے بھائی امام حسنؑ ابن علیؑ اور انھوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علی ابن ابیطالبؑ، انھوں نے جناب رسولؐ خدا اور انھوں نے جبرئیل سے اور جبرئیل نے خداوند عالم سے حاصل کیا اور اسے سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیؐ تک پہنچایا۔ معصومینؑ کے توسط سے یہ زیارت ہم تک پہنچی اور اس زیارت کے اظہار کا حکم امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانہ سے مخصوص تھا۔ چنانچہ اہل تحقیق اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس طرح خداوند عالم کے احکام کے اظہار و بیان میں ان کی حکمتوں کے پیش نظر مصلحتاً تاخیر کی گئی اور وقت آنے پر نبی یا امام کے ذریعہ ان کا اظہار ہوا۔

اسی طرح زیارت عاشورا میں جو حکمت تھی اس کے پیش نظر اس کے اظہار میں بھی مصلحتاً تاخیر کی گئی لیکن جیسے ہی اس کے اظہار کا وقت آیا ہمارے پانچویں امام حضرت محمد باقرؑ نے اسے ظاہر کر دیا۔ اس زیارت کے سلسلے میں علامہ شیخ جعفر شوشتریؒ فرماتے ہیں:

''میرے نزدیک ہر مہینے کی مخصوص تاریخوں میں جو زیارتیں وارد ہوئی ہیں ان تمام تاریخوں کی زیارت کی خصوصیات کو دیکھتے ہوئے زیارت عاشورا کی خصوصیت زیادہ نظر آتی ہے اس لیے کہ زیارت عاشورا کی کیفیت میں ہے:

''اِنَّ زَائِرَہٗ یُحْشَرُ مُلَطَّخًا بِدَمِ الْحُسَیْنِ فِي زُمْرَۃِ الشُّھَدَاءِ (اعلی) مِنْ کُلِّ خُصُوْصَۃٍ حَتّٰی مِائَۃَ اَلْفَ حِجَّۃٍ وَاَلْفَ اَلْفَ حِجَّۃٍ مَعَ رَسُوْلِ اللہِ(۱) امام حسینؑ کا زائر روز محشر اس عالم میں محشور ہوگا کہ وہ حضرت کے خون میں غلطاں ہوگا اور شہداء کے زمرے میں ہوگا۔ یہ خصوصیت کہ امام مظلومؑ کا زائر خود حضرت کے خون میں غلطاں ہوگا سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے یہاں تک کہ ایک لاکھ حج سے بھی اعلیٰ ہے اور ہزار ہزار حج سے بلند تر ہے خواہ وہ حج رسول اسلامؐ کے ساتھ ادا کیا گیا ہو''۔

یاد رکھنا چاہیے کہ یہ زیارت اور زیارتوں کی طرح نہیں ہے کیونکہ اس کے مقدس الفاظ وہ ہیں جو حدیث قدسی میں شمار ہوتے ہیں اور شرف و فضیلت میں قرآن مجید کے ہم رتبہ ہیں اس لیے کہ حدیث قدسی اور قرآن معانی و الفاظ میں تھوڑے سے فرق کے ساتھ دونوں ہی کلام خدا شمار ہوتے ہیں۔ قرآن مجید خدا کا وہ کلام ہے جو ایک مخصوص ترتیب اور معین الفاظ کے ساتھ بطور معجزہ قلب پیغمبرؐ پر نازل ہوا اور حدیث قدسی خدا کا وہ کلام ہے جو بغیر کسی معجزہ کے معین الفاظ اور مخصوص ترتیب کے ساتھ قلب نبی پر نازل ہوا۔ اسی لیے ثقۃ الاسلام نوریؒ زیارت عاشورہ کی اہمیت و فضیلت کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

یہ زیارت احادیث قدسیہ میں سے ہے اور جو اس کی کیفیت بیان ہوئی ہے وہ اسی ترتیب و کیفیت کے ساتھ خداوند عالم سے جبرئیل تک اور جبرئیل سے ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیؐ تک پہنچی۔

۱۔ خصائص الحسینیہ، ص: ۲۲۶

زیارت عاشورا کی سند

زیارت عاشورہ کے مرتب ومنظم الفاظ و جملے، ادبی لطافت اور اس کے معانی و مفاہیم اور اس میں چھپے ہوئے کائنات کے منفرد واقعہ کی جانب اشارہ ظالم کی شناخت جو تاریخ سے بھی ثابت ہے اور ظالم سے نفرین کا اعلان، مظلوم شہداء کی وفاداری اور رفدا کاری کا ذکر، خدا اور بندے کے مستحکم ارتباط کا اظہار و بیان، دین اسلام کے سچے عمل پیرا اور اس کے بچانے والوں کا ذکر اور صرف چہرے پر اسلامی نقاب اوڑھ کر ظاہر بظاہر مسلمان کہلانے والے حکمراں اور ان کے ماننے والوں کے سیاہ کارنامے اور ان کے ہاتھوں حقیقی دیندار و دین پناہ افراد کے بہیمانہ قتل ہونے کا دردناک ذکر اور اس کے علاوہ علمائے اعلام کا عظیم الشان طریقہ سے بغیر کسی تردد و تذبذب کے اپنے اپنے تالیفات میں زیارت عاشورہ کا نقل کرنا غرض ان سارے امور کو دیکھتے ہوئے عقل زیارت عاشورا کے مستند ومعتبر وجود کو تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ اب آئیے ان کتابوں کا جائزہ لیا جائے جس میں پایہ کے علمائے کرام نے اس زیارت کو نقل فرمایا ہے۔

اس زیارت کو جناب شیخ ابوالقاسم جعفرؒ ابن قولویہ (متوفی ۳۶۷ھ یا ۳۶۸ھ) نے اپنی گراں قدر تالیف ''کامل الزیارات'' میں نقل کی ہے چنانچہ وہ خود اس کتاب کی بابت فرماتے ہیں:

''اس کتاب میں جتنی حدیثیں ہیں وہ سب معتبر ذرائع سے نقل ہوئی ہیں''۔

اس زیارت کو شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد ابن حسن الطوسیؒ (۱) نے اپنی اہم کتاب ''مصباح

۱۔ شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسن الطوسی (متوفی ۴۶۰ھ) دنیائے اسلام کے عظیم ترین دانشمند تھے اور آپ اپنے زمانے کے فقہاء و متکلمین کے رئیس تھے اور آپ ادب، رجال، تفسیر اور حدیث میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔

المتہجد‘‘ میں نقل کیا ہے اور اسی طرح اس زیارت کو علامہ شیخ تقی الدین ابراہیم ابن علی ابن الحسن ابن محمد عاملی الکفعمی (متوفی ۹۰۰ھ) نے اپنی کتاب ’’مصباح الکفعمی‘‘ میں نقل کی ہے۔

علامہ محمد باقر مجلسیؒ (۱) نے اپنی کتاب ’’زاد المعاد‘‘ میں اس زیارت کو جگہ دی ہے۔ ثقۃ المحدثین شیخ عباس قمیؒ (۲) نے بھی اپنی کتاب ’’مفاتیح الجنان‘‘ میں نقل فرمایا ہے۔ اگر اس زیارت سے متعلق کوئی مزید تفصیلی معلومات مع اسناد حاصل کرنا چاہے تو وہ علامہ الحاج مرزا ابوالفضلؒ تہرانی کی کتاب ’’شفاء الصدور فی شرح زیارۃ العاشور‘‘ ملاحظہ فرمائے۔

یہ وہ عالم بزرگوار ہیں جن کے متعلق محدث بزرگوار شیخ عباس قمیؒ فرماتے ہیں:

’’کَانَ الْمِیْرْزَا اَبُوْالْفَضْلِ فَاضِلًا، فَقِیْهًا، اُصُوْلِیًّا، مُتَکَلِّمًا، عَارِفًا بِالْحِکْمَةِ وَ الرِّیَاضِیْ مُطَّلِعًا عَلَی السِّیَرِ وَالتَّوَارِیْخ، اَدِیْبًا شَاعِرًا (توفی فی تھران ۱۳۱۷ھ) علامہ الحاج مرزا ابوالفضلؒ تہرانی عالم، فاضل، فقیہ، اصولی، متکلم، علم وحکمت وعلم ریاضی سے بخوبی واقف، سیر وتواریخ سے باخبر، ادیب وشاعر تھے۔ انھوں نے ۱۳۱۷ھ میں تہران (ایران) میں وفات پائی‘‘۔

مذکورہ کتابوں میں جن علمائے اعلام نے اسے نقل کیا ہے ان میں وہ بھی ہیں جو ائمہ معصومینؑ کے زمانے سے بے حد قریب ہیں اور ان کے بعد کے علما نے بھی اسے اپنے اپنے تالیفات میں بہتر انداز سے بیان کیا ہے۔ ہمیں اس زیارت کے وجود اور معتبر ومستند ہونے پر شک وشبہہ نہیں کرنا چاہیے۔ یہ وہ زیارت ہے جس کی عظمت وجامعیت کے خلاف

۱۔ علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۱۱۰ھ) کا شمار شیعوں کے اکابر علماء میں ہوتا ہے۔ آپ علم حدیث کے علاوہ بہت سے علوم میں مہارت کاملہ رکھتے تھے۔

۲۔ شیخ عباس قمیؒ (۱۳۶۹ھ) کا شمار مشائخ روایت میں ہوتا ہے۔

اہل خلاف بھی زبان نہ کھول سکے چنانچہ محقق بصیر علامہ قاضی نور اللہ شوشتریؒ اپنی کتاب ''مجالس المومنین''، میں شیخ الطائفہ مذہب تشیع کے راس و رئیس جناب ابوجعفر محمد ابن الحسن الطوسیؒ کے حالات کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''بعض مخالفین نے شیخ طوسیؒ کے زمانے کے عباسی بادشاہ سے یہ چغلی کی کہ شیخ طوسیؒ اور ان کے ماننے والے شیعہ صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں اور ان کی کتاب جس کا نام ''مِصْبَاحُ الْمُتَهَجِّدْ'' ہے اس میں عاشورا کے دن پڑھی جانے والی زیارت میں جو فقرے ہیں وہ اس کی گواہی دیتے ہیں۔ ''اَللّٰهُمَّ خُصَّ اَنْتَ اَوَّلَ ظَالِمٍ بِاللَّعْنِ مِنِّيْ وَابْدَاْ بِهٖ اَوَّلاً ثُمَّ الثَّانِيَ وَالثَّالِثَ وَالرَّابِعَ'' اے خدا تو میری طرف سے لعن کو پہلے ظالم سے مخصوص کر اور اسی اول سے ابتدا کر پھر دوسرے، پھر تیسرے، پھر چوتھے اور پانچویں یزید پر لعنت فرما۔ یہ سن کر بادشاہ نے شیخ طوسیؒ کو ان کی تالیف کردہ کتاب ''مصباح المتہجد'' کے ساتھ دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ آپ مع کتاب دربار میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے آپ سے کہا: آپ صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں اور کتاب سے زیارت عاشورہ نکالی اور کہا: آپ ان فقروں کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ اس وقت اللہ نے آپ پر الہام کیا۔ آپ نے بغیر کسی جھجھک کے برجستہ کہا: اے بادشاہ اس عبارت میں وہ مراد نہیں جس کی طرف تجھ سے میری چغلی کرنے والوں نے گمان کیا ہے بلکہ اس میں پہلے ظالم سے مراد قابیل ہے جس نے ہابیلؑ کو قتل کر کے دنیا میں قتل کی بنیاد رکھی اور لعنت کا مستحق بنا دوسرے ظالم سے مراد پیغمبر خدا جناب صالحؑ کی اونٹنی کو پے کرنے والا ہے جس کا نام قیدار ابن سالف تھا تیسرے ظالم سے مراد نبی خدا جناب یحیٰ ابن زکریا کا قاتل ہے اور چوتھے ظالم سے مراد عبد الرحمٰن ابن ملجم ہے جس نے علی ابن ابی طالبؑ کے سر مبارک پر ضربت لگائی۔ جب خلیفۂ عباسی نے شیخ طوسیؒ کی یہ تاویل سنی تو اس نے آپ کی تصدیق کی اور آپ

کو انعامات سے نوازا اور چغلی کرنے والوں کو سزا دی (۱)"۔

اگر تائید الٰہی شیخ طوسیؒ کے شامل حال نہ ہوتی تو یہ مسکت جواب ان سے نہ بن پڑتا اور وہ قتل کر دیئے جاتے اور کتاب ضبط ہو جاتی یا دشمنان خدا کے لعن پر مشتمل یہ زیارت ہی نکلوا دی جاتی اور آج ہمارے درمیان زیارت عاشورا کا وجود ہی نہ ہوتا مگر یہ زیارت عاشورہ امام محمد باقرؑ کے زمانے سے سخت ترین حالات سے گزرتی ہوئی آج ہم تک پہنچی ہے جس کے آئینہ میں ظالم و مظلوم، حق و باطل کی صاف تصویریں ہر عہد میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ یہ زیارت ہر عہد میں واقعہء کربلا کو زندہ کرنے کی ضامن ہے۔ خداوند عالم ہمیں اس زیارت کے پڑھنے اور اس کے پیغامات پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

جناب صفوان زیارت عاشورا کے معتبر راوی

جناب صفوان بن مہران جمال اسدی امام جعفر صادق کے ثقہ اصحاب میں سے ہیں چنانچہ ثقۃ المحدثین جناب شیخ عباس قمیؒ نے آپ کے متعلق فرمایا ہے:

"بسیار ثقہ و جلیل القدر است" آپ انتہا درجہ کے ثقہ اور گراں قدر شخصیت کے مالک ہیں۔ کنیت ابو محمد ہے کوفہ کے رہنے والے تھے اونٹوں کو کرائے پر چلانے کا کاروبار کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا: اے صفوان! تمہارے اندر ساری خوبیاں ہیں سوائے اس کے کہ تم اپنے اونٹ ہارون کو کرائے پر دیتے ہو صفوان نے عرض کی: مولا! میں اسے معصیت و گناہ کے سفر کے لیے نہیں دیتا بلکہ سفر حج کے

۱۔ مجالس المومنین قاضی نور اللہ شوشتریؒ، ج۲، ص:۱۸۶

لیے دیتا ہوں اور میں اس کے ساتھ بھی نہیں جاتا بلکہ میرے غلام جاتے ہیں۔

امام نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ جب تک وہ واپس نہ آجائیں کیا تم یہ آرزو رکھتے ہو کہ وہ واپس آجائیں تاکہ میرے اونٹ اور کرائے مل جائیں؟ اس نے کہا: بے شک۔

امام نے فرمایا: سنو! جو ظالم کی بقا کی آرزو کرے وہ انہیں میں سے ہے یعنی اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا اور جس کا حشر اس کے ساتھ ہوگا وہ اسی کے ساتھ جہنم میں جائے گا۔

مولا کا یہ کلام سن کر صفوان نے اپنے سارے اونٹ بیچ ڈالے۔ ہارون کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے کہا: اے صفوان اگر میرے ساتھ تیرا اچھا سابقہ نہ ہوتا تو میں تم کو ضرور قتل کرادیتا۔

یاد رہے کہ زیارت اربعین، زیارت وارثہ، زیارت عاشورا کے بعد پڑھی جانے والی دعا صفوان ہی سے مروی ہے۔ اس بنا پر، زیارت عاشورا کے بعد پڑھی جانے والی دعا کو دعائے صفوان ہی کہنا چاہیے کیونکہ اس کے راوی جناب صفوان ہیں، دعائے علقمہ غلطی سے مشہور ہوگیا۔

جناب صفوان برابر امام صادق علیہ السلام کو مدینہ سے کوفہ لاتے تھے اور حضرت کے ساتھ مولا علیؑ کی زیارت بھی کی اور بیس سال تک برابر قبر امیر المومنینؑ کے قریب جا کر نماز ادا کرتے رہے(۱)۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے بھی آپ کو ثقہ اصحاب میں شمار کیا ہے(۲)۔

۱۔منتہی الآمال، ص: ۸۹۲

۲۔الارشاد، ص: ۲۸۸

روز عاشورا آل محمد کی نظر میں

ہر وہ دن جس میں کسی نبی یا امام کی رحلت یا شہادت ہوئی ہے وہ دن آج بھی ہمارے لیے رنج وغم کا دن ہے لیکن اگر رحلت وشہادت کی کیفیت کو نظر میں رکھ کر دیکھا جائے تو تاریخ عالم میں سب سے زیادہ رنج وغم کا دن ''عاشور'' کا دن ہے جس دن نواسہ رسول حضرت امام حسین علیہ السلام مع اپنے بہتر ساتھیوں تین دن کے بھوکے پیاسے انتہائی بے دردی کے ساتھ سر زمین کربلا پر شہید کر دیئے گئے۔ یہ دن اہل بیت علیہم السلام کے چاہنے والوں کے لیے عظیم مصیبت اور رنج وغم کا دن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محبان اہل بیت اس دن مظلوم کربلا اور ان کے ساتھ شہید ہونے والوں کا غم اس طرح مناتے ہیں جس طرح کسی بھی نبی یا امام کا غم نہیں مناتے اور ان کی عزاداری میں اس درجہ اہتمام کرتے ہیں جو کسی کی عزاداری میں نہیں کرتے اور یہ سلسلہ انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ رہتی دنیا تک ہر سال محرم کا چاند فلک پر نمودار ہو کر بی بی زہراؑ کے چاند کی دردناک شہادت کی یاد تازہ کرتا رہے گا اور روزانہ شفق کی سرخی اس مظلوم کے خون ناحق کو یاد دلاتی رہے گی تاکہ عاشور کے دن کا خونی منظر صفحہ ہستی سے نہ مٹ سکے اور نہ ہی دشمنان دین اس خون ناحق کو چھپا سکیں۔ اسی لیے ہمارے اماموں نے اس مخصوص دن کے لیے مخصوص زیارت تعلیم فرمائی ہے جسے ''زیارت عاشورا'' یا ''عمل عاشورا'' کہا جاتا ہے اور اسے عاشورا کے دن کے علاوہ اور دنوں میں بھی پڑھنے کی تاکید ہے تاکہ واقعہ شہادت کو دل و دماغ سے نکالا نہ جاسکے۔

تاریخ عالم کا یہ وہ سیاہ دن ہے جس سے پہلے نہ چشم فلک نے کبھی ایسا دن دیکھا تھا

اور نہ قیامت تک دیکھے گی۔ عاشور کا دن انبیاء و مرسلین اور دوسرے ائمہ معصومینؑ کی شہادت و رحلت کے دنوں سے کہیں زیادہ مصیبت کا دن ہے جس کی تائید امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے جس کا خلاصہ پیش ہے:

عبد اللہ بن فضل نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزند رسول جس دن رسول مقبولؐ کی وفات ہوئی، جس دن جناب فاطمہ زہراؑ نے رحلت فرمائی، جس دن امیر المومنینؑ شہید کیے گئے اور جس دن حسن مجتبیٰؑ کی شہادت ہوئی یہ سب ہی ایام تو غم و الم کے دن ہیں مگر ان دنوں میں سب سے زیادہ غم و الم کا دن، عاشور ہی کا دن کیوں قرار پایا؟ آپ نے فرمایا: امام حسینؑ کی شہادت کا دن تمام دنوں میں سب سے زیادہ مصیبت کا دن اس لیے ہے کہ ''اصحاب کساء''، جو پنجتن پاکؑ ہیں وہ اللہ کے نزدیک تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محترم و مکرم ہیں۔ جب ان میں رسول مقبول کی وفات ہوئی تو لوگوں کو دکھ تو ہوا مگر ایک طرح کی تسلی بھی تھی کہ اصحاب کساء میں ابھی چار بزرگوار علی بن ابی طالبؑ، فاطمہ زہراؑ، امام حسنؑ، امام حسین علیہم السلام موجود ہیں۔ پھر جب حضرت فاطمہ زہرا نے رحلت فرمائی تو لوگوں کو بڑا رنج و غم ہوا مگر یہ سوچ کر تسلی بھی تھی کہ اہل کساء میں ابھی تین حضرات موجود ہیں پھر جب حضرت علیؑ کی شہادت ہوئی تو لوگوں کو انتہائی رنج و غم ہوا مگر یہ سوچ کر تسلی ہوئی کہ ابھی نواسہ رسول حسنؑ، حسینؑ ہمارے درمیان موجود ہیں اور جب امام حسنؑ بھی شہید کر دیئے گئے تو لوگوں کو دکھ ہوا مگر یہ سوچ کر دلوں کو تسلی بھی ہوئی کہ ابھی رسول کا پیارا نواسہ حسینؑ زندہ ہے لیکن جب امام حسینؑ بھی شہید کر دیئے گئے تو اہل کساء میں اب کوئی بھی نہ رہا جس سے لوگوں کے دلوں کو تسلی حاصل ہوتی اس بنا پر ''فَکَانَ ذِهَابُهُ كَذِهَابِ جَمِيعِهِمْ'' امام حسینؑ کا دنیا سے کوچ کرنا گویا ایسا ہو گیا ہے جیسے سب اہل کسا دنیا سے چلے گئے۔ امام حسینؑ کے وجود سے تمام اہل کساء کی بقا تھی اسی لیے امام حسینؑ کی شہادت کا دن عظیم روز مصیبت قرار پایا۔

امام صادق علیہ السلام کا یہ ارشاد "فَکَانَ ذِهَابُهٗ کَذِهَابِ جَمِیْعِهِمْ" امام حسینؑ کی شہادت گویا پنجتن پاک کی شہادت ہے۔ یہ مفہوم جناب زینبؑ کے اس بین سے بھی ظاہر ہے جو آپ نے اپنے مظلوم بھائی کی شہادت پر کئے ہیں: "اَخِیْ! اَلْیَوْمَ مَاتَ الْمُصْطَفٰی وَوَصِیُّهٗ" اے میرے بھائی! آج تو میرے نانا محمد مصطفیٰؐ اور ان کے وصی کی شہادت کا دن ہے(۱)۔

اسی طرح ایک دوسرے بین میں فرماتی ہیں: "اَلْیَوْمَ مَاتَتْ اُمِّیْ فَاطِمَةُ وَاَبِیْ عَلِیٌّ وَاَخِیْ اَلْحَسَنُ"(۲) اے میرے بھیا حسینؑ! آج تو میری ماں فاطمہ زہرا نے رحلت کی، آج تو میرے بابا علیؑ مرتضیٰ قتل کئے گئے۔ آج تو میرے بھائی حسن مجتبیٰ نے ساتھ چھوڑا۔ ہائے کاش! میں مرگئی ہوتی اور آپ کی یہ حالت نہ دیکھتی۔

عبداللہ بن فضل ہاشمی کہتے ہیں میں نے عرض کیا: اے فرزند رسول! امام حسینؑ کی شہادت کے بعد تو ان کے فرزند علی بن الحسین سید سجادؑ موجود ہی تھے۔ کیا ان کی زیارت سے لوگوں کو ویسی تسلی نہ ہوتی تھی جیسی ان کے آبائے کرام سے ہوتی رہی؟

آپ نے فرمایا: ہاں، علی بن الحسینؑ سید العابدین موجود تھے، امام وقت تھے اور اپنے آبائے کرام کے بعد مخلوقات پر خدا کی حجت تھے لیکن ان کو رسولؐ اسلام سے ملاقات کا شرف حاصل نہ تھا اور نہ ہی انھوں نے رسول اسلامؐ سے کچھ بیان کرتے سنا تھا۔ ان کو تو علمِ رسول اپنے آباء واجداد کے ذریعہ وراثت میں ملا تھا لیکن حضرت علیؑ جناب فاطمہ زہراؑ امام حسنؑ اور امام حسین علیہم السلام کو لوگوں نے مختلف مقامات پر رسولؐ اسلام کے ساتھ بارہا دیکھا

۱۔ ریاض القدس ج:۲، ص: ۳۵

۲۔ ثمراۃ الحیات، ج:۲، ص ۲۸۸

تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب لوگ ان میں سے کسی ایک کو بھی دیکھ لیتے تھے تو انھیں فوراًیہ یاد آجاتا تھا کہ میں نے ان کو فلاں جگہ یا فلاں حالت میں رسول اسلامؐ کے ساتھ دیکھا تھا اور حضرت نے ان کے بارے میں یہ فرمایا تھا اور جب یہ سبھی حضرات دنیا سے رخصت ہو گئے اور آخر میں امام حسینؑ کی شہادت ہوگئی تو لوگ خدا کے ان مکرم بندوں کی زیارت سے بالکل ہی محروم ہو گئے اس لیے کہ مظلوم کربلا ان مکرم بندوں یعنی اہل کساء کی آخری فرد تھے اسی لیے حسینؑ مظلوم کی شہادت کا دن تمام ایام مصیبت میں عظیم مصیبت کا دن ہے(۱)۔

اس حدیث کے راوی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: مولا کیا وجہ ہے کہ مخالفین، یوم عاشورہ کو خیر و برکت کا دن جانتے ہیں؟ راوی کا یہ کلام سن کر حضرت آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا: جب میرے جد حسینؑ مظلوم شہید ہوئے تو لوگوں نے ملک شام میں یزید کو خوش کرنے کے لیے حدیثیں گڑھیں اور روز عاشورہ کی فضیلت و برکت کے سلسلے میں خاص طور سے حدیثیں وضع کیں۔ اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ لوگ رونے پیٹنے سے باز رہیں، خوشیاں منائیں ایک دوسرے کو مبارکباد دیں، آذوقہ فراہم کرنے میں مشغول رہیں تا کہ حقیقت حال سے غافل رہیں اور واقعہ کی اصل حقیقت ان پر ظاہر نہ ہونے پائے اور وہ اس طرح مشکوک رہیں۔

یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے مخالفین عزا ان گڑھی ہوئی حدیثوں کو بڑے زور و شور سے لوگوں میں بیان کرتے ہیں اور ان گڑھی حدیثوں پر مشتمل اخبار و اشتہارات ایام عزا (محرم) میں لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں اور اپنے رسولؐ کے پیارے نواسہ حسینؑ کی پرُ درد شہادت کے دن کو عظیم عید جانتے ہیں نئے نئے کپڑے پہنتے ہیں اور زیب و زینت کرتے ہیں لذیذ کھانوں کا اہتمام کرتے ہیں، روزے رکھتے ہیں اور آج کے دن کے لیے بہت سی دعائیں

۱۔علل الشرائع، باب: ۱۶۲، ص: ۳۲۷

بھی گڑھی ہیں جنہیں وہ پڑھتے ہیں اور آج کے دن جو اپنے شہروں میں خطبے پڑھتے ہیں۔ وہ اس خطبے میں آج کے دن کی فضیلت میں ہر نبی کے لیے شرف کی باتیں بیان کرتے ہیں۔وہ کہتے ہیں دس محرم عاشور کے دن جناب ابراہیمؑ کے لیے آگ گلزار ہوئی، جناب نوحؑ کی کشتی کوہ جودی پر ٹھہری۔فرعون کا لشکر دریائے نیل میں غرق ہوا۔جناب عیسیٰ علیہ السلام نے سولی سے نجات پائی وغیرہ وغیرہ۔

شیخ صدوقؒ نے جبلہ مکیہ سے نقل کیا ہے جس کا بیان ہے کہ: میں نے جناب میثم تمارؒ سے سنا۔انھوں نے فرمایا: خدا کی قسم! یہ امت دسویں محرم عاشور کے دن اپنے نبی کے نواسہ حسین علیہ السلام کو قتل کرے گی اور اس دن کو وہی دشمنان خدا برکت کا دن قرار دیں گے اور یہ کام ضرور ہو کر رہے گا۔علم الٰہی میں یہ بات طے ہو چکی ہے اور میں اسے اس عہد کے ذریعہ جانتا ہوں جو میرے مولا امیر المومنینؑ کے واسطے سے مجھ تک پہنچا ہے۔

جبلہ کا بیان ہے کہ میں نے کہا: لوگ کیسے قتل حسین علیہ السلام کے دن کو روز برکت قرار دیں گے۔یہ سن کر میثم تمارؒ رو دیئے اور فرمایا کہ وہ حدیثیں گڑھیں گے اور کہیں گے عاشور کا دن وہ دن ہے جس میں جناب آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی۔حالانکہ خدا نے جناب آدم کی توبہ ذی الحجہ میں قبول فرمائی۔وہ لوگ گمان کریں گے عاشور ہی کے دن جناب یونس شکم ماہی سے باہر آئے حالانکہ جناب یونسؑ ماہ ذی قعدہ میں شکم ماہی سے باہر آئے۔وہ خیال کریں گے کہ اسی دن کشتی نوح کوہ جودی پر ٹھہری حالانکہ کشتی نوح کا ٹھہرنا ۱۸/ ذی الحجۃ کو تھا۔وہ گمان کریں گے اسی دن خدا نے جناب موسیٰ کے لیے دریا میں راستہ بنایا حالانکہ یہ کام ربیع الاول میں ہوا(۱)۔

۱۔علل الشرایع، باب: ۱۶۲،ص:۲۲۸

مختصر یہ کہ جناب میثمؒ کے اس بیان میں جو وضاحت ہے وہ نبوت و امامت کی علامتوں میں سے ہے اور مذہب شیعہ کے برحق ہونے کی دلیل ہے اور جو کچھ جناب میثم نے خبر دی، وہ ہوا اور اب تک ہو رہا ہے لیکن حیرت ہے کہ لوگوں نے ان جھوٹ پر مشتمل دعائیں اور حدیثیں گڑھیں اور وہ بعض ایسے لوگوں کی کتابوں میں بھی ذکر ہو گئیں جو حقیقت حال سے غافل اور بے خبر تھے اور وہ کتابیں عوام الناس کے ہاتھوں میں دے دی گئیں جب کہ ان کا پڑھنا بدعت اور حرام ہے اور وہ گڑھی ہوئی دعا یہ ہے:

''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَلَاَ الْمِيْزَانِ وَمُنْتَهٰى الْعِلْمِ وَ مَبْلَغَ الرِّضَا وَزِنَةَ الْعَرْشِ''

دو تین سطروں کے بعد ہے کہ دس مرتبہ صلوات پڑھے اور کہے:

يَا قَابِلَ تَوْبَةِ آدَمَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ يَا رَافِعَ اِدْرِيْسَ اِلَى السَّمَآءِ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ يَامُسَكِّنَ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ عَلَى الْجُوْدِيِّ يَوْمَ عَاشُوْرَا يَا غِيَاثَ اِبْرَاهِيْمَ مِنَ النَّارِ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ ..(الخ) اے عاشور کے دن جناب آدمؑ کی توبہ قبول کرنے والے، اے عاشور کے دن جناب ادریسؑ کو آسمان کی طرف اٹھانے والے، اے عاشورا کے دن کشتی نوح کو کوہ جودی پر ٹھہرانے والے، اے عاشور کے دن جناب ابراہیمؑ کو آتش نمرودی سے بچانے والے (الخ)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس دعا کو مدینہ کے کسی ناصبی یا خارجی نے گڑھ کے بنی امیہ کے مظالم میں جو کمی رہ گئی تھی اسے پوری کر دیا(۱)۔

یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے دشمنان اہل بیت آج بھی ہیں اور حق و باطل کی جنگ چل

۱۔ خلاصہ مفاتیح الجنان بحوالہ شفاء الصدور

رہی ہے۔حرملہ وخولی آج بھی موجود ہیں جو تیر لیے موقع کی تلاش میں ہیں۔شمر وسنان آج بھی پائے جاتے ہیں جو خنجر لئے آمادۂ قتل ہیں۔کل سن ۶۱ ہجری میں نواسہ رسول امام حسینؑ اور ان کے اصحاب وانصار کو تہ تیغ کیا تھا آج تیغ زباں اور نوک قلم سے ان کے مقاصد کو نشانہ بنا رہے ہیں۔لہٰذا ضرورت اور اشد ضرورت ہے کہ ہم واقعہ کربلا کا احیا کریں اسے ہر طرح سے زندہ رکھیں اور یہ یاد رکھیں کہ یزیدیت کا خاتمہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم زبان سے کہیں زیادہ عملی میدان میں قدم بڑھائیں اور انصار حسینی کی سبق آموز زندگی اور ان کی قربانیوں سے درس لیکر میدان عمل میں اس طرح قدم جمادیں کہ سارے یزیدی منصوبے خاک میں مل جائیں اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب ہم دشمنان اہل بیت کے افعال و کردار سے صرف زبانی نہیں بلکہ عملی بیزاری اختیار کریں یعنی جو وہ کرتے تھے ہم اسے نہ کرنے کا مصمم اور مضبوط ارادہ کر لیں خاص طور سے اس پرآشوب دور میں شاید اسی لیے امام صادق علیہ السلام نے عبداللہ بن سنان کو عمل عاشور کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: ''تَبَرَّأْ مِنْ اَفْعَالِهِمْ ''تم ان دشمنوں کے افعال و کردار سے بھی بیزاری اختیار کرو۔

مطلب یہ ہے کہ صرف زیارت عاشورہ یا عمل عاشورہ کے بجالانے پر اکتفا نہ کرو۔آج اگر ہم نے ایسا کرلیا اور اپنے میں تبدیلی پیدا کی تو یہ دعوے کے ساتھ کہا جاسکے گا کہ ہم نے عاشورا اور کربلا سے سبق لیا ہے۔

عاشور کے دن محبان آل محمدؐ کا فریضہ

رہبران دین ائمہ معصومین علیہم السلام نے دین اسلام کی حفاظت وحمایت میں دس محرم ۶۱ ہجری میں بے جرم وخطا شہید ہونے والوں کا سوگ اور ان کی یاد منانے کا حکم دیا ہے چنانچہ امام محمد باقرؑ نے عقبہ سے فرمایا:

عاشور کے دن عمل عاشور بجالاؤ، امام حسینؑ کے غم میں اشک بہاؤ اور جولوگ تمہارے گھر وں میں ہیں ان کو بھی اس مظلوم پر رونے کا حکم دو۔اوران کے ظالموں اور قاتلوں پر زیادہ سے زیادہ لعن کرنے کی کوشش کرو،اپنے گھروں میں مجلس عزائے سیدالشہداء برپا کرو۔فاطمہ زہرا کے غم میں اپنے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے جب کسی سے ملوتو اسے ان لفظوں میں تعزیت پیش کرو:''اَعْظَمَ اللهُ اُجُوْرَنَا بِمُصَابِنَا بِالْحُسَيْنِ وَ جَعَلَنَا وَ اِيَّاكُمْ مِنَ الطَّالِبِيْنَ بِثَارِهِ مَعَ وَلِيِّهِ الْاِمَامِ الْمَهْدِيِّ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ ''(۱) مظلوم کربلا حضرت امام حسینؑ کے غم میں ہم سب کے مصیبت زدہ ہونے کی وجہ سے خداوند عالم ہمارے اجرکو زیادہ کرے اورہمیں اورتمہیں حسینؑ مظلوم کے خون ناحق کا بدلہ لینے والوں میں ان کے ولی خاص حضرت امام مھدیؑ کے ہمراہ قرار دے جوحضرت محمد مصطفیٰؐ کی آل سے ہیں۔

امام جعفرصادق علیہ السلام نے عبداللہ بن سنان سے فرمایا:

۱۔کتاب زادالمعاد میں عَظَّمَ اللهُ ہے۔دونوں ہی طرح پڑھنا صحیح ہے۔

عاشور کے دن سب سے بہتر کام یہ ہے کہ تم پاکیزہ کپڑے پہنو۔اپنا گریبان سوگواروں کی طرح کھلا رکھو۔آستین کہنی تک الٹ دو پھر عمل عاشور بجالاؤ۔عاشور کے دن روزہ نہ رکھو بلکہ فاقہ سے رہو اور عصر کے وقت فاقہ شکنی کرو، دشمنان آل محمدؑ کی سیرت و کردار سے بیزاری اختیار کرو۔

امام محمد باقرؑ نے عقبہ سے فرمایا:

اگرممکن ہوتو عاشور کے دن دنیاوی کام کے لیے باہر نہ جاؤ اور نہ ہی اس دن کسی کام کو انجام دو اس لیے کہ عاشور کا دن وہ نحس دن ہے جس دن کسی مومن کی حاجت پوری نہیں ہوتی۔اگر پوری بھی ہو جائے تو وہ اس کے لیے بابرکت نہ ہوگی نہ اس میں وہ بھلائی دیکھے گا۔عاشور کے دن اپنے گھر کے لیے کوئی سامان ذخیرہ نہ کرو، کیونکہ جو شخص اس دن کچھ ذخیرہ کرے گا وہ اپنے اہل وعیال کے لیے اس میں برکت نہیں دیکھے گا۔

عاشور کے دن سے متعلق امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرمودات بظاہر عقبہ اور عبد اللہ بن سنان سے ہیں لیکن درحقیقت وہ قیامت تک پیدا ہونے والے سبھی محبان اہل بیتؑ سے متعلق ہیں۔جس طرح قرآنی احکام بظاہر ہمارے رسول کے زمانے کے لوگوں سے متعلق ہیں لیکن درحقیقت وہ قیامت تک پیدا ہونے والوں کے لیے ہیں جیسا کہ ہمارے رسول حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ سے ظاہر ہے آپ نے فرمایا:

''اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ كِتَابَ اللهِ وَ عِتْرَتِی اَهْلِبَیْتِی'' میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں قرآن اور اہل بیتؑ جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے یعنی ان دونوں کے بیان کردہ احکامات و ہدایات پر عمل کرتے رہو گے

میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے(۱)۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذکورہ حدیث یہ بتا رہی ہے کہ جس طرح قرآنی احکامات قیامت تک پیدا ہونے والوں کے لیے قابل عمل ہیں اسی طرح قرآن ناطق ائمہ معصومینؑ کے بیان کردہ احکامات وفرمودات چاہے اس کا مخاطب ایک ہی شخص کیوں نہ ہو وہ قیامت تک پیدا ہونے والے ہر محب کے لیے قابل عمل ہیں۔اب ہمارا فریضہ ہے کہ عاشور کے دن شہدائے کربلا کا غم اپنے اماموں کے فرمودات کی روشنی میں منائیں اور سوز دل کے ساتھ اپنے رسول کو ان کے نواسہ کا اور علی مرتضیٰؑ اور فاطمہ زہراؑ کو ان کے لال کا پرسہ دیں۔عزائے سید الشہداء کو عبادت سمجھ کر منائیں، اس عظیم ورثہ کو نہ رسم سمجھیں نہ بطور رسم منائیں۔اس لیے کہ رسم و رسمیات کا تعلق بندوں سے ہوتا ہے اور عبادت کا طریقہ نبی اور امام کے ذریعہ خدا کا بتایا ہوا ہوتا ہے۔عزاداری سید الشہداء بھی اسی کی ایک اہم کڑی ہے جو خداوند عالم سے تقرب حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ اور ہمارے اماموںؑ کی سیرت ہے۔اس عبادت کی بے پناہ افادیت کے پیش نظر ہمارے اماموں نے خود عزاداری سید الشہداءؑ قائم کی اور اپنے چاہنے والوں کو بھی اس کا حکم دیا چنانچہ امام جعفر صادقؑ نے فضیل نامی شخص سے مجلس سید الشہداء کی اہمیت کو اس طرح بیان فرمائی ہے:

"اے فضیل! کیا تم مجلسوں میں بیٹھ کر ہمارا ذکر کرتے ہو؟ اس نے کہا: مولا! ہاں۔آپ نے فرمایا: "اِنَّ تِلْكَ الْمَجَالِسَ اُحِبُّهَا" میں ان مجلسوں کو دوست رکھتا ہوں۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا:

۱۔ سنن ابن ماجہ، ج:۲،ص ۴۳۲

تم پر لازم ہے" فَاَحْيُوْا اَمْرَنَايَا فُضَيْلُ "اے فضیل! ہمارے امر کو زندہ رکھو یعنی ہمارے فضائل ومصائب کو بیان کرو۔

اس کے بعد آپ نے اپنے چاہنے والوں کو ان لفظوں میں دعا دی:

"فَرَحِمَ اللّٰهُ مَنْ اَحْىٰ اَمْرَنَا "اے فضیل! خداوندعالم اس شخص پر رحمت نازل کرے جو ہمارے امر کو زندہ کرے(۱)۔

امام رضا علیہ السلام نے فرزند شبیب سے فرمایا:

"يَابْنَ شَبِيْبٍ فَاحْزَنْ لِحُزْنِنَا "ہمارے رنج وغم میں محزون رہو(۲)

ہمیں چاہیے کہ عزاداری جیسی عبادت کے تقدس اور اس سے حاصل ہونے والے ثواب کو نام ونمود، دکھاوے، باہمی نزاع واختلافات سے ضائع وبرباد نہ کریں۔بلکہ عزاداری مظلوم کربلاؑ کو اسلام اور قوانین اسلام کی حفاظت ونشر پیغام حق اور باہمی اتفاق واتحاد کا بہترین ذریعہ سمجھیں اور امام حسینؑ کے بہتر ساتھیوں جن میں آقا وغلام کے علاوہ نازک سے نازک تر رشتہ رکھنے والوں کے مثالی اتحاد اور مکمل اخلاق اسلامی کی رعایت برتنے والوں کے اعلیٰ کردار کو دیکھ کر اپنے اندر اتحاد کی روح پیدا کریں۔اخلاق اسلامی کی رعایت کریں اور شیطانی سازشوں کا شکار ہونے سے اپنے کو بچائیں اور صحیح معنوں میں دعائے فاطمہ زہراؑ کے مصداق بنیں اور عزاداری مظلوم کربلاؑ اور اس کے مقاصد پر عمل کرکے اس ماں کی شفاعت کے واقعی حقدار بنیں جس نے اپنے فرزند کے غم میں آنسو بہانے اور ان سے محبت کرنے والوں کی شفاعت کا وعدہ کیا ہے۔

۱۔شفاء الصدور ص: ۳۸۴

۲۔عیون اخبار رضا، ج۱،ص:۶۰۶

یاد رکھیں اگر ہماری عزاداری کو رسولؐ کی پیاری بیٹی فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا نے قبول کرلیا تو ہماری نجات کو کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ یہ عزاداری سید الشہداء ہماری نجات کا بہترین ذریعہ ہے بشرطیکہ ہم اس کی اہمیت اور اس کے مقاصد کو سمجھیں اور اس سے سبق لیکر اپنے اندر عمل کی روح پیدا کریں اور چودہ سو برس پہلے صحرائے کربلا میں ''هَلْ مِنْ نَاْصِرٍ يَنْصُرُنَا'' (کیا کوئی مدد کرنیوالا ہے جو ہماری مدد کرے) کی بلند ہونے والی مظلوم کربلاؑ کی آواز استغاثہ کی روح کو سمجھیں مقاصد عزا اور پیغام کربلا پر دل وجان سے عمل کریں، کربلائی مزاج پیدا کریں، صدائے ھل من کا یہی جواب ہے۔

زیارت عاشورا پڑھنے کا اجر وثواب

عاشور کے دن پڑھی جانے والی زیارت کو زیارت عاشورا کہا جاتا ہے۔ یہ زیارت دور سے بھی پڑھی جاتی ہے اور نزدیک سے بھی اس کے پڑھنے کا بے انتہا ثواب ہے جسے شیخ ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسیؒ نے اپنی کتاب ''مصباح المتہجد'' میں بہت ہی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے چنانچہ انھوں نے فرمایا ہے کہ

محمد بن اسمٰعیل ابن بزیع نے صالح بن عقبہ سے اور انھوں نے اپنے پدر بزرگوار سے اور انھوں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جو شخص روز عاشور (دسویں محرم کو) حضرت امام حسینؑ کی زیارت کرے اور حضرت کی قبر مطہر کے قریب گریہ و زاری کرے تو قیامت کے دن وہ دو ہزار حج، دو ہزار عمرہ اور دو ہزار جہاد کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں مشرف ہوگا جبکہ ہر حج و عمرہ اور جہاد کا ثواب اس شخص کے ثواب کے برابر ہوگا جس نے سرکار دو عالمؐ اور ائمہ معصومینؑ کے ساتھ حج و عمرہ اور جہاد کیا ہو۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ زیارت عاشورا یا زیارت معصومینؑ پڑھ کر یا ان کے روضوں کی زیارت کر کے حج جیسے اہم فریضہ کو نظر انداز کر دیا جائے یہ سوچ کر کہ زیارت کرنے سے حج و عمرہ کا عظیم اجر وثواب تو حاصل ہی ہوگیا، اب حج ادا کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ زائر کو یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ حج استطاعت کے ساتھ واجب ہے اور اس کی بڑی تاکید اور اہمیت ہے۔ اسی لیے حضرات معصومینؑ نے حج کی صرف اہمیت کو نہیں بیان کیا بلکہ کبھی سواری سے کبھی پا پیادہ مسلسل حج کر کے حج کی عظمت کو بھی نمایاں کیا تاکہ ہمیں حج جیسی جامع

ترین عبادت کی اہمیت کا احساس رہے۔

امام حسینؑ کی زیارت کرنے کے اجروثواب میں حج وعمرہ اور جہاد کے ثواب حاصل ہونے کے سلسلے میں ملا فیض کاشانی لکھتے ہیں کہ حج وعمرہ اور پیغمبرؐ کے ساتھ جہاد کرنے کے اجر سے زیادہ امام حسینؑ کی زیارت کا اجر اس لیے ہے کہ یہ زیارت ان ساری چیزوں کی قبولیت کا سبب بنتی ہے جو پیغمبر اسلامؐ پر نازل ہوئیں اور رسول اسلامؐ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے اور پھر امام حسینؑ سے ربط، اہل بیت اطہارؑ کی ہر فرد سے ربط ہے اور ولایت و امامت سے تجدید عہد کے ساتھ ان کے امر کے احیاء کرنے کا سبب بنتی ہے۔اس کے علاوہ ایک عام مومن کی زیارت (ملاقات) کرنے میں بے حد ثواب ہے۔ چنانچہ مولا علیؑ سے روایت ہے رسول اسلامؐ نے فرمایا:

''مَنْ زَارَ اَخَاهُ الْمُؤمِنَ اِلَى مَنْزِلِهِ لَا لِحَاجَةٍ مِنْهُ اِلَيْهِ كُتِبَ مِنْ زُوَّارِ اللهِ وَكَانَ حَقِيْقًا عَلَى اللهِ اَن يُّكْرِمَ زَائِرَهُ''(۱) جو شخص اپنے کسی مومن بھائی سے بلا کسی غرض کے اس کے گھر جا کر اس کی زیارت (ملاقات) کرے وہ اللہ کی زیارت کرنے والوں میں شمار ہوگا اور اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ اپنے زائر کو عزت و اکرام سے نوازے۔

خدا کی زیارت کرنا یہ کنایہ ہے یعنی وہ خداوند عالم کے مقرب بندوں میں ہوگا اور رحمت الٰہی جو خاص بندوں کا حصہ ہے، اس کے شامل حال ہوگی۔ارباب فکر ونظر غور کریں جب ایک برادر مومن کی پیش خدا یہ قدر ومنزلت ہے تو جو حسین معصوم ہو، عصمت کے زیر سایہ پروان چڑھا ہو، متقیوں کا امام، مومنوں کا پیشوا ہو، خدا اور اس کے بندوں کے درمیان مضبوط

۱۔بحارالانوار جلد،۷۷،ص:۱۹۲

وسیلہ ہو یقیناً اس کا مرتبہ بے حد بلند ہو گا۔اب اگر اس عظیم ذات کی زیارت کرنے میں حج وعمرہ اور جہاد کا ثواب حاصل ہو تو اس پر کسی کو حیرت نہیں ہونا چاہیے۔

پھر یہ کہ مستحب اعمال میں اجر وثواب بنسبت واجب کے زیادہ ہوتے ہیں جیسے کوئی مومن اگر کسی مومن کو سلام کرے جو مستحب ہے تو اسے (۶۹) نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور جو جوابِ سلام دے اسے ایک ہی نیکی کا ثواب ملتا ہے جب کہ جواب دینا واجب ہے چنانچہ مولا علیؑ نے فرمایا:

''اَلسَّلَامُ سَبْعُوْنَ حَسَنَةٌ تِسْعٌ وَ سِتُّوْنَ لِلْمُبْتَدِیْ فَوَاحِدَةٌ لِلرَّادِّ''(۱)

سلام میں ستر نیکیاں ہیں جس میں سلام کرنے والے کے لیے ۶۹ جبکہ جواب دینے والے کے لیے صرف ایک ہی نیکی ہے۔

اسی طرح نماز شب، نماز جعفر طیار اور دوسری مستحب نمازیں اور اسی طرح مستحب روزوں کے بے انتہا ثواب بھی بیان کیے گئے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ واجب نمازیں اور واجب روزے صرف یہ سمجھ کر چھوڑ دیئے جائیں کہ اعمال مستحبہ نماز شب، نماز جعفر طیار، یا مستحب روزہ رکھنے کے باعث ہمیں اجر جزیل اور ثواب کثیر تو مل ہی چکا اب ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ یاد رکھیں اعمال مستحبہ کو بجالانے کا عظیم اجر وثواب ہمیں اسی وقت ملتا ہے جب ہماری گردنوں پر واجبات کا سنگین بار نہ ہو۔اگر واجبات ہمارے ذمہ ہیں تو پھر اعمال مستحبہ کی بجا آوری کما حقہ ہمیں فائدہ نہ بخشے گی جیسے ڈیوٹی کے علاوہ کام کرنے کی قدر واہمیت اور اس کا خاطر خواہ صلہ اسی وقت ملتا ہے جب پوری ڈیوٹی دیانتداری کے ساتھ انجام دی جائے اسی طرح کسی معصوم کی زیارت کرنے کا بے انتہا ثواب اسی وقت حاصل ہو گا جب

۱۔جامع الاخبار فصل ۴۶

واجبات کی ادئیگی میں ہم سے کوئی کمی نہ ہوئی ہو۔

عقبہ کہتا ہے میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا: مولا! میں آپ پر قربان! مجھے یہ بتائیں کہ اس شخص کے لیے کیا ثواب ہے جو کربلا سے دور کسی اور شہر میں رہتا ہو اور عاشور کے دن کربلا نہ پہنچ سکے تو حضرت نے فرمایا:

''اِذَا کَانَ کَذٰلِکَ بَرَزَ اِلَی الصَّحْرَاۗءِ اَوْ صَعَدَ سَطْحاً مُرْتَفِعًا فِي دَارِہٖ وَ اَوْمَیٰ اِلَيْہِ بِالسَّلَامِ جب ایسی صورت ہو تو وہ صحرا میں چلا جائے یا اپنے گھر کی چھت پر۔

یاد رہے علما و محققین صحرا میں جانے یا چھت پہ چڑھنے یا زیارت سے پہلے غسل کرنے کو زیارت عاشورا کے خصوصیات اور مستحبات میں سمجھتے ہیں اور زیارت کے لیے شرط کمال جانتے ہیں۔ اگر ان امور کی رعایت کسی سے ممکن نہ ہو تو ان کی وجہ سے زیارت کو ترک نہیں کرنا چاہیے بلکہ صرف زیارت پڑھ لینا ہی بے شمار ثواب کا حامل ہے۔ اور آنحضرت کی قبر مطہر کی طرف اشارہ کر کے، سلام پڑھے اور حضرت کے قاتلوں پر زیادہ سے زیادہ لعنت کرنے کی کوشش کرے اور اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھے۔

امامؑ کی مذکورہ حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ ان دو رکعتوں میں سورہ حمد کے بعد کون سا دوسرا سورہ پڑھے مگر ایک دوسری زیارت جو زیارت عاشورہ غیر معروفہ کے نام سے مشہور ہے اس میں وضاحت ہے۔ چنانچہ علقمہ بن محمد حضرمی کہتے ہیں امامؑ نے فرمایا:

جو شخص امام حسینؑ کی دور یا نزدیک سے زیارت کرنا چاہے اسے چاہیے کہ وہ غسل کرے اور صحرا یا اپنے گھر کی چھت پر چلا جائے: ''فَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ یَقْرَءُ فِیْھِمَا سُوْرَۃَ الْاِخْلَاص ''(۱) اور دو رکعت نماز پڑھے اور دونوں رکعتوں میں سورہ حمد کے

۱۔ شفاء الصدور

بعد سورہ قل ھو اللہ احد پڑھے (۱) اور دن کے پہلے حصہ میں زوال سے پہلے پہلے یہ عمل عاشور بجالائے اور فرزند رسول حضرت امام حسینؑ پر گریہ وزاری کرے اور جو لوگ گھر میں ہیں اگر وہ لوگ تقیہ میں نہ ہوں (۲) تو انھیں بھی حسینؑ مظلوم پر رونے کا حکم دے اور اپنے گھر میں مجلس عزا برپا کرے اور رنج وغم کا اظہار کرے اور ایک دوسرے کو مظلوم کربلاؑ کی مصیبت میں تعزیت پیش کرے۔

عقبہ کہتا ہے میں نے کہا: مولا! میں آپ پر قربان! کیا آپ اس ثواب کے ضامن اور ذمہ دار ہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں۔ ہر وہ شخص جو یہ عمل بجالائے میں اس کے ثواب کا ضامن اور کفیل ہوں۔ عقبہ نے پھر سوال کیا: ہم اس دن کس طرح ایک دوسرے کو تعزیت پیش کریں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا:

''اَعْظَمَ اللّٰهُ اُجُوْرَنَا بِمُصَابِنَا بِالْحُسَيْنِ وَجَعَلَنَا وَاِيَّاكُمْ مِنَ الطَّالِبِيْنَ بِثَارِهٖ مَعَ وَلِيِّهٖ اَلْاِمَامِ الْمَهْدِيِّ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ'' مظلوم کربلا حضرت امام حسینؑ کے غم میں ہم سب کے مصیبت زدہ ہونے کی وجہ سے اللہ ہمارے اجر کو زیادہ کرے اور ہمیں اور تمہیں حسینؑ مظلوم کے خون ناحق کا بدلہ لینے والوں

۱۔ جناب شیخ جعفر شوستری سورہ قل ھو اللہ احد کے بارے میں فرماتے ہیں: ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' سے امام حسینؑ کو ایک خاص نسبت ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ نے توحید حقیقی کو دنیا پر ظاہر کیا یعنی اپنے دل کو خدائے واحد کی محبت کے سوا ہر شئی کی محبت سے خالی کر لیا تھا لہٰذا آپ اس صفت میں بے مثل ٹھہرے اسی لیے راہ خدا میں صرف اللہ کی محبت میں ہر طرح کی قربانی دینے کے لیے بخوشی آمادہ ہو گئے اور آپ کا دل، دل ہی نہیں بلکہ وہ بیت اللہ ہے۔

۲۔ امام محمد باقر علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ ''اگر وہ تقیہ میں نہ ہوں'' یہ جملہ بتاتا ہے کہ وہ زمانہ محبان اہل بیتؑ کے لیے بڑا ہی پر خطر دور تھا۔ ممکن تھا گھروں میں رہنے والے دشمنان اہل بیتؑ کے خوف سے تقیہ میں رہے ہوں۔ اگر حالات پرسکون ہوتے تو یہ جملہ ''اگر وہ تقیہ میں نہ ہوں'' کہنے کی ضرورت نہ ہوتی اس لیے کہ لفظوں کا استعمال وقت و حالات کا مقتضی ہوتا ہے۔

میں ان کے ولی خاص حضرت امام مہدیؑ جو حضرت محمد مصطفیٰ کی آل سے ہیں قرار دے۔

امام علیہ السلام کی عُقبہ سے فرمائش

امام علیہ السلام نے عقبہ سے فرمایا: اگر تم سے ممکن ہو تو تم اس دن کسی دنیاوی کام کے لیے باہر نہ جاؤ نہ کسی کام کو انجام دو، کیونکہ عاشور کا دن وہ نحس دن ہے جس دن کسی مومن کی کوئی حاجت پوری نہیں ہوتی اور اگر پوری بھی ہو جائے تو اس کے لیے بابرکت نہ ہوگی اور نہ وہ اس میں کوئی بھلائی دیکھے گا (اس کے علاوہ) تم میں سے کوئی شخص اس دن اپنے گھر کے لیے کوئی سامان ذخیرہ نہ کرے۔ کیونکہ جو شخص اس دن کسی چیز کا ذخیرہ کرے گا وہ اس میں ہرگز خیر و برکت نہ دیکھے گا نہ اپنے لیے اور نہ ہی اپنے اہل وعیال کے لیے۔ جو شخص ایسے اعمال بجالائے گا خداوند عالم اس کے لیے (ایسے) ہزار حج، ہزار عمرہ، اور ہزار جہاد کا ثواب لکھے گا جو سب کے سب رسولؐ اللہ کے ہمراہ کیے گئے ہوں اور اسے تمام نبی و رسولؐ و وصی و صدیق اور شہید کی مصیبت کا اجر وثواب ملے گا جو اپنی فطری موت سے فوت ہوئے ہوں یا شہید کیے گئے ہوں خلقت دنیا سے لیکر قیامت تک۔

صالح بن عقبہ اور سیف ابن عمیرہ کہتے ہیں کہ علقمہ بن محمد حضرمی نے کہا کہ میں نے امام محمد باقرؑ کی خدمت میں عرض کی: مولا! مجھے ایسی دعا تعلیم فرمائیں جسے میں عاشور کے دن جب قریب سے امام حسینؑ کی زیارت کروں تو پڑھوں اور جب قریب سے حضرت کی زیارت نہ کرسکوں اور چاہوں کہ کسی اور شہر یا اپنے گھر ہی سے حضرت کی قبر مطہر کی طرف اشارہ کرکے زیارت کروں تو بھی اسے پڑھوں۔ علقمہ کہتے ہیں کہ امام محمد باقرؑ نے ارشاد فرمایا:

اے علقمہ جب تم حضرت کی قبر مطہر کی طرف اشارہ کرکے سلام کرو تو اس کے بعد دو رکعت

نماز پڑھو پھر قبر مطہر کی طرف اشارہ کر کے تکبیر کے بعد اس قول یعنی زیارت عاشور کو پڑھو ایسا کرنے کے بعد یقیناً تم نے وہ دعا کی جسے زیارت کرنے والے ملائکہ پڑھتے ہیں اور خداوندعالم تیرے لیے اس زیارت پڑھنے کے اجر میں ہزار ہزار نیکی لکھے گا اور ہزار ہزار برائی مٹائے گا اور ہزار ہزار درجہ بلند کرے گا اور تم ان لوگوں کے ساتھ ہو گے جو امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے۔

بے شک زائر اگر آداب زیارت وشرائط زیارت کی رعایت کرتے ہوئے معصومؑ کے حق کی معرفت کے ساتھ زیارت کرے اور زیارت معصومؑ سے جو پیغامات ملتے ہیں ان پر دل و جان سے عمل کرے تو نیکیاں اس کے اعمال کی زینت بن سکتی ہیں اور برائیوں کے بدنما داغ بھی اس کے نامہ اعمال سے مٹ سکتے ہیں۔سچ تو یہ ہے اگر ہمیں راکب دوش رسول کی عظمت کا صحیح اندازہ ہو جائے تو زیارت کے ذریعہ انہیں یاد کرنے کے عوض ملنے والے بے انتہا اجر وثواب کا بھی اندازہ ہو جائے مگر جس طرح ہمارا محدود علم، ہماری محدود فکر ونظر، ان کی قدر ومنزلت، عظمت و جلالت کا اندازہ نہیں لگا سکتی۔اسی طرح آداب وشرائط کے ساتھ ان نورانی ذوات مقدسہ کی زیارت سے حاصل ہونے والے بے انتہا اجر وثواب کو بھی ہم خاکی بشر کی ناقص عقلیں درک نہیں کر سکتیں۔دین الٰہی کو اپنی بے مثال ولازوال قربانی سے بچانے والے دین کے مسیحا کی زیارت سے حاصل ہونے والے بے انتہا ثواب پر مومن اور محب اہل بیتؑ کو حیرت نہیں ہونی چاہیے۔

زیارت عاشورا کے فیوض و برکات

حکیم مطلق کی بارگاہ سے علم وحکمت کی لازوال دولت لے کر اس دنیا میں آنے والے نبی و امام اگر کسی فعل سے منع کریں تو سمجھیے اس میں ہمارا نقصان ہے چاہے ہم اسے محسوس نہ کر سکیں اسی طرح اگر وہ کسی عمل کو بجالانے کا حکم دیں اور اسے ہمیشہ ورد میں رکھنے کی تاکید کریں تو یہ مانیے کہ اس عمل میں بلاشبہہ دنیاوآخرت کے بے انتہا فوائد مضمر ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ہمارا محدود علم ہماری محدود فکر ونظر کلی طور پر اس مادی دنیا میں ان فوائد کو درک نہ کر سکے۔

زیارت عاشورا یا عمل عاشورا ہمارے پانچویں امام حضرت محمد باقرؑ اور چھٹے امام حضرت جعفر صادقؑ کا بتایا ہوا ایک ایسا عمل ہے جس کو بجالانے کی انھوں نے تاکیدی فرمائش کی ہے اور جس میں آپ حضرات سے محبت کے اظہار کے علاوہ دنیاوآخرت کے بے انتہا فوائد ہیں۔ ہم بھلے ہی کلی طور پر انھیں محسوس نہ کرسکیں مگر جزئی طور پر اس کے غیر معمولی اثرات اپنی زندگی میں محسوس کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں چند معتبر واقعات ملاحظہ فرمائیں اور زیارت عاشورا سے حاصل ہونے والے فیوض و برکات کو دل سے محسوس کریں۔

علامہ بزرگوار حضرت آقائے شیخ حسن فرید گلپائیگانی تہران کے صف اول کے علما میں شمار کیے گئے ہیں۔ انھوں نے اپنے استاد آیۃ اللہ شیخ عبدالکریم یزدی حائریؒ سے ان کا یہ بیان نقل کیا ہے:

”میں جن دنوں سامرہ میں علم دین حاصل کرنے میں مشغول تھا وہاں کے باشندے ایک بار طاعون کی وبائی بیماری میں مبتلا ہو گئے اور روزانہ کئی کئی موتیں ہونے لگیں۔ ایک روز

میرے استاد محمد فشارکیؒ کے مکان پر کچھ اہل علم جمع تھے کہ اچانک آقائے مرزا محمد تقی شیرازیؒ جوعلمی مرتبے میں آقائے فَشَارَکیؒ کے ہم پلہ تھے تشریف لائے اور وبائی بیماری کے بارے میں باہم گفتگو ہونے لگی کہ اس وقت سبھی لوگ موت کے خطرے سے دو چار ہیں۔ایسی صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اتنے میں آقائے محمد تقی نے حاضرین سے فرمایا: کیا میں اگر کوئی حکم دوں تو اس پر عمل کیا جائے گا؟ سبھی لوگوں نے بیک زبان ہو کر کہا: ضرور۔ یہ سن کر انھوں نے فرمایا: میرا یہ حکم ہے کہ سامرہ میں رہنے والے سبھی شیعہ آج سے دس روز تک زیارت عاشورا پڑھیں اور اس کا ثواب امام زمانہؑ کی والدہ ماجدہ جناب نرجس خاتون کو ہدیہ کریں تا کہ یہ بلا ان سے دور ہو جائے۔اہل مجلس نے یہ حکم تمام شیعوں کو پہنچایا اور وہ زیارت عاشورا پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔اس کا اثر یہ ہوا کہ دوسرے ہی دن سے شیعوں میں موت کا سلسلہ بند ہو گیا(۱)۔

زیارت امام حسینؑ طلب اولاد کے لیے بھی ایک مجرب عمل ہے چنانچہ کتابوں میں ملتا ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد تقریباً ایک لاکھ عورتیں جو نعمت اولاد سے محروم تھیں وہ سب زیارت امام حسینؑ کے لیے آئیں "فَوَلَدْنَ كُلُّهُنَّ" وہ سب کی سب امام کی زیارت کی برکت سے صاحب اولاد ہو گئیں (۲)۔

یہ روشن حقیقت ہمیں متوجہ کرتی ہے کہ اگر اس غرض سے بھی زیارت عاشورہ دور یا نزدیک سے پڑھی جائے تو انشاء اللہ مقصد میں کامیابی یقینی ہے یا پھر آخرت میں پیش خدا اس کا عظیم اجر ہے جسے زائر اس دنیا میں درک نہیں کرسکتا۔

۱۔حیرت انگیز واقعات، آیت اللہ دستغیب شیرازیؒ

۲۔ثمرات الحیات، جلد ۱، ص: ۲۱۷

زیارت عاشورا آفت و بلا اور شر دشمن سے بچنے کا بھی ایک آزمودہ عمل ہے۔ یاد کیجیے ایران و عراق جنگ کے زمانہ کو جب ۱۹۸۷ء میں عراق کے صدر صدام نے ایران کے شہر تہران اور مقدس شہر قم پر میزائیلوں سے حملے شروع کیے اور اس کی زد میں آ کر بے گناہ لوگ شہید ہونے لگے، خاندان کے خاندان تباہ ہونے لگے، خوشنما عمارتیں کھنڈر میں تبدیل ہونے لگیں اور شہر میں خوف و ہراس پھیل گیا تو ظالم کے اس تباہ کن ظلم سے بچنے کے لیے دعائیں ہو رہی تھیں۔ عجب کشمکش کا عالم تھا راقم الحروف اس وقت ایران کے مقدس شہر قم میں تھا۔ میزائلوں کے متواتر حملوں نے چین وسکون چھین رکھا تھا۔

اس وقت آیۃ اللہ العظمیٰ السید محمد رضا گلپائیگانی طاب ثراہ نے فرمایا تھا کہ اس وقت لوگوں پر زیارت عاشورہ پڑھنا فرض ہے۔ ایک مرجع وقت کا ایسے وقت میں زیارت عاشورا پڑھنے کا حکم دینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ زیارت عاشورا کو تمام زیارات میں ایک خاص خصوصیت حاصل ہے۔ چنانچہ اس زیارت کے اثرات ظاہر ہوئے اور جان لیوا حملے رکے یہاں تک کہ وہ وقت بھی آ گیا کہ ظالم صدام نے اپنے ظلم کا مزہ اسی دنیا میں چکھ لیا اور آخرت میں تو ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے ہی۔

”وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا“(۱) اور ظالموں کے واسطے اس (قہار و جبار) نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

یہ تو زیارت عاشورہ سے حاصل ہونے والے دنیاوی فوائد تھے جن کو میں نے مختصر طور پر بیان کیا ہے ورنہ اس سلسلے میں بے شمار واقعات ہیں اب زیارت عاشورا کے اخروی فوائد پر بھی ایک نظر ڈالیے۔

۱۔ سورہ دہر آیت: ۳۱

زیارت عاشوراکے اُخروی فوائد

ثقۃ الاسلام نوریؒ فرماتے ہیں کہ ''زیارت عاشورہ کو پابندی کے ساتھ پڑھنے سے جو اہم فائدہ حاصل ہوا ہے اسے میں نے اپنی کتاب ''دارالسلام'' میں ذکر کیا ہے''۔ واقعہ کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں:

ملاحسن یزدی جو قابل اعتماد متقی اور نیک لوگوں میں سے تھے نجف اشرف میں مجاور تھے اور عبادت و زیارت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ انھوں نے محمد علی یزدی (جو امین و ثقہ ہیں) سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ محمد علی یزدی جو بہت ہی نیک اور متقی تھے ہمیشہ آخرت کی اصلاح میں مشغول رہا کرتے تھے۔ یہ بزرگوار یزد(۱) کے باہر ایک مقبرہ میں جسے ''مزار جوئی ہُر ہُر'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، شب بیداری کیا کرتے تھے۔ ان کا ایک پڑوسی تھا جو انہیں کے ساتھ پلا بڑھا اور انہیں کے ساتھ رہتا تھا۔ دونوں ایک ہی استاد کے پاس پڑھنے جاتے تھے۔ جب وہ بڑا ہوا تو اس نے ٹیکس وصولی کا کام شروع کر دیا اور اس طرح زندگی بسر کرنے لگا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو اسے اسی قبرستان میں دفن کیا گیا جہاں محمد علی یزدی رات بسر کرتے تھے۔ ابھی ایک مہینہ بھی نہ گزرا تھا کہ انہوں نے خواب میں اس شخص کو اچھے لباس پہنے ہوئے نہایت اچھی حالت میں دیکھا تو اس کے پاس گئے اور اس سے کہا: اے بھائی! تیری پوری زندگی تو میری نگاہوں کے سامنے ہے تو جن افعال کو انجام دیتا تھا اس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ تو سخت عذاب میں مبتلا رہتا لیکن یہ بتا کہ تو اپنے کس عمل سے اس عظیم مقام اور بلند مرتبے پر پہنچا ہے؟

۱۔ ''یزد'' ایران کا ایک شہر ہے۔

وہ کہنے لگا: اے بھائی میرے بارے میں جو تو نے گمان کیا وہ بالکل صحیح ہے مگر سن! جب سے میرا انتقال ہوا ہے اس وقت سے لیکر کل تک میں سخت عذاب میں مبتلا تھا یہاں تک کہ اشرف حداد (لوہار) نامی شخص کی بیوی کا انتقال ہوا، اس کو اسی جگہ دفن کیا گیا۔ اس نے وہیں سے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جو وہاں سے تقریباً سو گز کے فاصلہ پر تھی۔ وہ شخص کہتا ہے کہ اس مومنہ کے دفن کی شب امام حسینؑ بنفس نفیس تین مرتبہ اس مومنہ کی زیارت کے لیے تشریف لائے اور تیسری مرتبہ حکم دیا کہ اس قبرستان سے عذاب اٹھا دیا جائے۔ اسی وقت سے ہماری حالت بہتر ہوگئی۔

محمد علی یزدی کہتے ہیں: میں حیرت زدہ ہو کر فوراً خواب سے بیدار ہوا۔ میں نہ تو اشرف حداد کو جانتا تھا نہ ہی اس کے محلے سے واقف تھا۔ میں اسے تلاش کرتا ہوا لوہاروں کے بازار میں آیا اور پوچھنا شروع کیا۔ بالآخر اس سے میری ملاقات ہوئی اور اس طرح گفتگو شروع ہوئی۔

محمد علی یزدی: کیا تیری کوئی بیوی تھی؟

اشرف : ہاں کل اس کا انتقال ہو گیا اور اس کو فلاں جگہ دفن کیا گیا۔ اس نے اس جگہ کا نام لیا۔

محمد علی : کیا وہ عورت امام حسینؑ کی زیارت کو گئی تھی؟

اشرف : نہیں

محمد علی : کیا وہ ذکر مصائب سید الشہداؑ کرتی تھی؟

اشرف : نہیں

محمد علی : کیا وہ مجلس امام حسینؑ برپا کرتی تھی؟

نہیں کہتے ہوئے اشرف نے کہا: آخر تم پوچھنا کیا چاہتے ہو؟ تب محمد علی یزدی نے رات کا پورا خواب من وعن بیان کیا۔تب اشرف حداد بول اٹھا میری بیوی زیارت عاشورا پڑھا کرتی تھی۔

اگرچہ یہ پوراواقعہ ایک بندہ مومن ومتقی، امین وثقہ کے خواب پر مشتمل ضرور ہے لیکن اس کی واقعیت وحقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں خواب کے سلسلے میں مختلف نظریات ضرور پائے جاتے ہیں لیکن کسی نے بھی خواب کی حقیقت و اصلیت سے انکار نہیں کیا۔ چنانچہ علامہ طباطبائیؒ اپنی تفسیر ''**المیزان**'' میں خواب کے سلسلے میں فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عالَم (دنیا) تین ہیں۔

۱۔عالَم طبعیت: یہ وہ عالم ہے جس میں ہم زندگی بسر کرتے ہیں اور ساری چیزیں مادی صورت میں ہمارے سامنے ہیں۔

۲۔عالم مثال: یہ وہ عالم ہے جو اس دنیا سے بلند ہے اس میں تمام چیزیں بغیر مادے کے ہیں۔

۳۔عالم عقل: یہ وہ عالم ہے جو عالم مثال سے بلند تر ہے اس میں تمام چیزیں بغیر کسی صورت و مادہ کے اپنی حقیقی شکل میں ہیں چونکہ انسان کی روح مجرد ہے اس لیے اس کا عالم مثال اور عالم عقل سے رابطہ رہتا ہے۔لہٰذا جب انسان سوجاتا ہے اور اس کے حواس کام کرنا بند کردیتے ہیں تو وہ روح نیند کی حالت میں عالم عقل اور عالم مثال سے ارتباط پیدا کرتی ہے اور اپنی استعداد وصلاحیت کے مطابق حقائق کو درک کرتی ہے۔اگر روح کامل ہو تو صاف فضا میں وہ حقائق کو درک کرلیتی ہے۔اگر روح کمال کی آخری منزل پر نہ پہنچی ہو تب وہ حقائق کو دوسری شکلوں میں درک کرتی ہے۔جس طرح ہم بیداری میں شجاعت کو شیر کی شکل میں، حیلہ و

مکر کو لومڑی کی صورت میں بلندی کو پہاڑ کی شکل میں دیکھتے ہیں اسی طرح خواب میں علم کو نور کی شکل میں جہالت کو تاریکی کے چہرے میں دیکھتے ہیں۔اسی لیے خواب دیکھنے والوں کی چند قسمیں ہیں۔

پہلی قسم ان لوگوں کے خواب کی ہے جو کامل روح کے حامل ہیں۔وہ اپنی نیند میں جب ان کے حواس کام کرنا بند کر دیتے ہیں تو ان کی روح دوسری دنیا یعنی عالم عقل سے رابطہ پیدا کرتی ہے اور وہ خواب کے آئینہ میں حقائق کی صاف تصویر دیکھ لیتے ہیں۔ یوں سمجھیے جیسے ٹی وی، اپنے مخصوص انٹینے سے جو بلندی پر نصب ہوتا ہے دور دراز کے امواج کو بخوبی کیچ کرتا ہے۔

دوسری قسم ان لوگوں کے خواب کی ہے جو متوسط روح کے حامل ہوتے ہیں۔ایسے افراد حقائق کو غیر واضح اور دھندلی شکل میں دیکھتے ہیں جس کے لیے تعبیر خواب بتانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

تیسری قسم ان لوگوں کے خواب کی ہے جن کی روح حد درجہ پریشان اور مختلف خیالات میں کھوئی رہتی ہے۔ایسے لوگ کا خواب بے معنیٰ ہوتا ہے جو کسی تعبیر کے قابل نہیں ہوتا۔اس خواب کو قرآن نے ''اَضۡغَاثُ اَحۡلاَمٍ '' کہا ہے یعنی خوابہائے پریشان (۱)۔

اس مختصر سے بیان کی روشنی میں خواب کی حقیقت کو بآسانی سمجھا جا سکتا ہے بعض وقت انسان خواب کے آئینے میں حقیقت کی صاف تصویر دیکھ لیتا ہے۔خود میرے ساتھ ایسا واقعہ گزرا ہے:

میں نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے جنازہ رکھا ہے اور میں نماز جنازہ

۱۔تفسیر المیزان، ج۱۱، ص:۲۷۱

پڑھ رہا ہوں۔ یہ خواب دیکھ کر میں سہم گیا اور بے حد متفکر رہا اور اسی فکر میں کئی گھنٹے گذر گئے۔ظہر بعد مولانا سید تقی الحیدری طاب ثراہ (جو اس وقت وثیقہ عربی کالج کے پرنسپل تھے) نے کہلایا کہ مولانا شبیہ الحسنؒ جلالپوری کا انتقال ہوگیا ہے اور جلالپور چلنا ہے۔ اساتذہ فوراً سفر کے لیے آمادہ ہو گئے اور ہم لوگ جلالپور پہنچے۔مولانا سید تقی الحیدری طاب ثراہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔میں ان کے داہنی طرف جنازہ کے بالکل سامنے تھا۔خواب کے آئینہ میں جو میں نے تصویر دیکھی تھی بعینہ وہ حقیقت میرے سامنے تھی۔

لہذا میرے لیے زیارت سید الشہداءؑ سے حاصل ہونے والا ایک اہم فائدہ جو ایک بندۂ مومن و متقی کے خواب پر مشتمل ہے جسے معتبر علمائے کرام نے لکھا ہے یقین کرنا آسان ہے۔ مجھے اس خواب کے صحیح ہونے میں ذرا بھی شک نہیں۔محمد علی یزدی کے بیان کردہ خواب کے واقعہ میں ایک مومنہ کی زیارت کے لیے امام حسینؑ کے تشریف لانے کا ذکر ہے جو حضرت کا اپنے زائرہ پر خصوصی لطف ہے جس سے امامت حقہ پر عقیدہ رکھنے والے کو انکار نہیں کرنا چاہیے۔اس لیے کہ مظلوم کربلا نے خود ارشاد فرمایا:

”مَنْ زَارَنِیْ زُرْتُہٗ بَعْدَ وَفَاتِہٖ وَاِنْ وَجَدْتُّہٗ فِی النَّارِ اَخْرَجْتُہٗ(۱) جس شخص نے میری زیارت کی میں اس کے مرنے کے بعد خود اس کی زیارت کروں گا اور اگر اسے جہنم میں پاؤں گا تو نکالوں گا۔

اور قبر کیا ہے حدیث نبوی میں ہے:

”اِمَّا رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ اَوْ حُفْرَۃٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ“ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔اگر مظلوم

۱۔خصائص الحسینیہ

کربلا کے مذکورہ فرمان کی روشنی میں دیکھا جائے تو حضرت کاایک مومنہ وزائرہ کے مرنے کے بعد خود اس کی زیارت کوتشریف لانا حضرت کے قول کی تصدیق ہے۔

زیارت کے فوائد عالم برزخ میں

حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے فوائد عالم برزخ میں بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔خواب کے مذکورہ بیان کی روشنی میں اس واقعہ کو بھی ملاحظہ فرمائیں:

فقیہ، زاہدو عالم،مرحوم شیخ جواد ابن شیخ مشکور،نجف اشرف کے بزرگ علماء وفقہا میں سے تھے۔عراق کے شیعوں کی ایک جماعت کے مرجع تقلید بھی تھےاور صحن مطہر کے ائمہ جماعت میں سے تھے۔ ۱۳۳۷ھ میں تقریباً ۹۰ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔صحن مطہر میں اپنے باپ کے جوار میں ایک حجرے کے اندر دفن ہوئے۔ مرحوم نے ۲۶/ماہ صفر ۱۳۳۶ھ کی شب میں نجف اشرف میں ملک الموت کوخواب میں دیکھا(۱)۔چنانچہ جب مرحوم نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا تو سلام کے بعد ان سے پوچھا: آپ کہاں سے آرہے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: شیراز سے آرہا ہوں۔مرزاابراہیم محلاتی کی روح قبض کر کے۔شیخ نے پوچھا: یہ بتائے عالم برزخ میں ان کی روح کس حالت میں ہے؟۔ملک الموت نے جواب دیا: بہت اچھی حالت میں۔انھوں نے پوچھا: وہ اپنے کس عمل کی بدولت اس مرتبے کو پہنچے ہیں؟ ملک الموت نے جواب دیا: زیارت عاشوراپڑھنے کی وجہ سے۔

یادرہے کہ مرحوم مرزامحلاتی نے اپنی آخرعمر میں تیس سال تک زیارت عاشورہ ترک نہیں کی۔اگرکسی روز بیماری یاکسی مجبوری کی وجہ سے نہیں پڑھ سکتے تھےتوکسی کو اپنا نائب بنا

۱۔یادرہے کہ جب انسان سوجاتا ہےاوراس کے حواس کام کرنابند کردیتے ہیں توروح نیند کی حالت میں عالم مثال اورعالم عقل سے ارتباط پیدا کرتی ہےاوراپنی استعداداورصلاحیت کے مطابق حقائق کودرک کرتی ہے۔

دیا کرتے تھے(۱)۔

یہ تو برزخ میں ملنے والے فوائد تھے۔انشاءاللہ آخرت میں بھی زائرمظلوم کربلاؑ زیارت کے ثواب سے یقیناً فیض یاب ہوگا۔تفصیل جاننے کے لیے ''خصائص الحسینؑ'' کے ساتویں عنوان کو ملاحظہ کریں۔مومنین کومظلوم کربلاؑ کی زیارت کی برکت سے حاصل ہونے والے فیوض و برکات پرکسی طرح کی کوئی حیرت نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ یہ ساری باتیں ہمارے عقیدے کے اعتبار سے ولایت جیسے عظیم منصب دار کے دائرہ اختیار میں ہیں۔

۱۔خلاصہ حیرت انگیز واقعات آیۃاللہ دستغیب شیرازیؒ

روزانہ ''زیارت عاشورا'' پڑھنے کی معصومینؑ کی فرمائش

زیارت عاشورا یا عمل عاشورا ہمارے اماموں کا بتایا ہوا ایک ایسا عمل ہے جو عاشور کے دن بجالانے سے مخصوص ہے لیکن ائمہ معصومینؑ نے اسے روزانہ بجالانے کی بھی فرمائش کی ہے۔ چنانچہ امام محمد باقرؑ علقمہ سے فرماتے ہیں:

''يَا عَلْقَمَةَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَزُوْرَهٗ كُلَّ يَوْمٍ بِهٰذِهِ الزِّيَارَةِ مِنْ دَهْرِكَ فَافْعَلْ فَلَكَ ثَوَابُ جَمِيْعِ ذَالِكَ اِنْ شَاءَ الله''(۱) اے علقمہ اگر ہو سکے تو اپنی زندگی میں روزانہ اس زیارت کے ذریعہ امام حسینؑ کی زیارت کرو اور تم اس عمل کو کرو تو زیارت کے تمام تر ثواب کو پاؤ گے۔

امام جعفر صادقؑ نے صفوان سے فرمایا:

''اِذَا حَدَثَ لَكَ اِلَى اللهِ حَاجَةٌ فَزُرْ بِهٰذِهِ الزِّيَارَةِ مِنْ حَيْثُ كُنْتَ۔۔الخ''

(۲) جب بھی تمہیں کوئی حاجت در پیش ہو تو تم جہاں کہیں بھی رہو زیارت عاشورہ پڑھو اور دعا کرو اور خدائے متعال سے اپنی حاجت طلب کرو وہ (انشاءاللہ) پوری ہوگی۔

جناب شیخ عباس قمیؒ فرماتے ہیں کہ سید احمد رشتی کے سفر حج میں جب ان سے امام زمانہؑ سے ملاقات ہوئی تو حضرتؑ نے ان سے فرمائش کی ہے کہ تم لوگ زیارت عاشورہ کیوں نہیں پڑھتے اور تین بار اپنی زبان مبارک سے کہا عاشورا! عاشورا! عاشورا!۔

۱۔ کامل الزیارات، باب: ۷۲

۲۔ مصباح المتہجد، ص: ۵۴۳

ان احادیث میں اگر غور کیا جائے تو امام محمد باقرؑ کا علقمہ سے روزانہ زیارت عاشورا پڑھنے کی فرمائش اور امام جعفر صادقؑ کا صفوان کو اس زیارت کی طرف متوجہ کرنا اسی طرح امام زمانہؑ کا اپنے چاہنے والوں سے زیارت عاشورا پڑھنے کی فرمائش بظاہر مخصوص افراد سے ہے لیکن درحقیقت معصومین علیہم السلام کی یہ فرمائش قیامت تک پیدا ہونے والے تمام محبان اہل بیت سے متعلق ہے. جس طرح قرآن مجید میں احکام خداوندی کے مخاطبین بظاہر اس وقت کے لوگ تھے مگر چونکہ قرآن قیامت تک کے لیے ہدایت ہے لہٰذا اس کا ہر خطاب بھی قیامت تک پیدا ہونے والوں سے ہے۔

اسی طرح ائمہ معصومین علیہم السلام قیامت تک پیدا ہونے والوں کے لیے نمونۂ عمل اور ان کے ہادی و رہبر ہیں لہٰذا ان کا خطاب یا کسی عمل کا روزانہ بجالانے کی فرمائش بھی قیامت تک پیدا ہونے والوں سے متعلق ہے تا کہ لوگ ان کی ہدایت پر عمل کر کے اپنی دنیا و آخرت کو سنوار سکیں۔

یہ ہمارے اماموں کا ہم پر عظیم احسان ہے کہ انھوں نے ہم گنا ہگاروں کو عمل عاشورا یا زیارت عاشورا کی شکل میں واقعہ کربلا کو زندہ رکھنے کا انمول تحفہ دیا اور ہر طرح کے دکھ و درد، رنج و غم کے علاج کا وہ گراں بہا، موثر و دائمی نسخہ بتا دیا ہے جس میں ایمان کی سلامتی، آخرت کی نجات، جسمانی و روحانی فوائد، مقاصد کے حصول، حادثات سے حفاظت، رد بلا، غرض اس میں دنیا و آخرت کے بے پناہ فوائد مضمر ہیں۔ اگر یقین و معرفت اور ایمان کے ساتھ اس کو ورد میں رکھا جائے اور ان کے پاکیزہ کلمات کو زبان پر جاری کیا جائے، اس کے پیغامات پر عمل کیا جائے تو دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں حاصل کی جا سکتیں ہیں۔ مگر ہاں زائر کے لیے کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس عمل عاشورا یا زیارت عاشورا کو دنیاوی اغراض و مقاصد کے حصول کی نیت سے بلند

ہوکر اعلیٰ مقاصد کے حصول کی نیت سے پڑھے مثلاً ائمہ معصومینؑ کی فرمائش پر عمل کرنے یا ان حضرات سے بے لوث محبت کے اظہار یا آخرت میں ان کی شفاعت کے حصول یا اس کے ذریعہ خدا کا تقرب یا مقام محمود تک پہنچنے کی تمنا وغیرہ اور یہ یاد رکھیے کہ اعلیٰ مقاصد کے حصول کے ساتھ ساتھ دنیاوی مقاصد خود بخود پورے ہو جائیں گے اور رحمت عالمؐ کے محبوب نواسے کی نگاہ لطف و کرم سے انشاءاللہ دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں نصیب ہو جائیں گی۔

کیا روز عید غدیر زیارت عاشورا پڑھی جائے؟

میں نے کتب زیارات میں کسی دن زیارت عاشورا نہ پڑھنے کی ہدایت نہیں دیکھی کہ کسی معصومؑ نے فرمایا ہو کہ چونکہ فلاں دن انتہائی مسرت کا دن ہے لہٰذا اس دن زیارت عاشورا نہ پڑھو۔ بے شک معصومینؑ کی خوشی میں خوشی اور غم میں غم منانا چاہیے مگر یاد رکھیے غدیر کے دن زیارت عاشورا پڑھنے سے عید غدیر کی خوشی میں قطعاً کوئی کمی نہیں ہوگی اس لیے کہ زیارت عاشورا کے فانوس میں اسی ولایت کی شمع روشن ہے جسے اٹھارہ ذی الحجہ ۱۰ ہجری کو معصوم نبی کے ہاتھوں نے خدا کے حکم سے روشن کیا تھا، کربلا میں جسے بجھانے کی بھرپور کوشش کی گئی۔

قابل غور بات یہ ہے کی واقعہ غدیر ۱۸/ ذی الحجہ ۱۰/ ہجری میں پیش آیا اور زیارت عاشورا کا ظہور امام محمد باقرؑ کے زمانے میں ہوا۔ یہ زیارت آپ ہی کی تعلیم کردہ ہے۔ واقعہ غدیر پیش آنے اور امامؑ کی ظاہری ولادت اور عہد امامت میں برسوں کا فاصلہ ہے۔ ظاہر ہے ہمارے امام کی نگاہوں میں دونوں واقعات (غدیر و کربلا) کی اہمیت کا پیش نظر ہونا اتنا ہی واضح ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کیونکہ کمسنی میں عاشورا کے تمام مناظر خود امام کے پیش نظر تھے مگر ہمارے پانچویں امام علقمہ کو زیارت عاشورا تعلیم کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''یَا عَلْقَمَه اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَزُوْرَهُ کُلَّ یَوْمٍ بِهٰذِهِ الزِّیَارَةِ مِنْ دَهْرِكَ فَافْعَلْ فَلَكَ ثَوَابُ جَمِیْعِ ذَالِكَ اِنْشَاءَ الله''(۱) اے علقمہ اگر ہو سکے تو تم روزانہ اس زیارت کے ذریعہ امام حسینؑ کی زیارت کرو۔

اور امام جعفر صادقؑ نے صفوان سے فرمایا:

''اِذَا حَدَثَ لَكَ اِلَی اللّٰهِ حَاجَةٌ فَزُرْ بِهٰذِهِ الزِّیَارَةِ مِنْ حَیْثُ کُنْتَ ''(۲) اے صفوان! جب بھی تمہیں خدا کی بارگاہ میں کوئی حاجت پیش کرنا ہو تو تم جہاں کہیں بھی رہو اس زیارت کے ذریعہ امام حسینؑ کی زیارت کرو اور خداوند عالم سے اپنی حاجت طلب کرو انشاءاللہ وہ پوری ہوگی۔

مذکورہ روایتوں میں ہمارے اماموںؑ کا اپنے فرمودات میں کسی دن زیارت عاشورا پڑھنے سے نہ روکنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ عید غدیر میں زیارت عاشورا یا زیارت امام حسینؑ کا پڑھنا عید غدیر کی خوشی کے منافی نہیں ہے بلکہ اسے دوبالا کرنے والی ہے۔ اب اگر کسی کے پیش نظر کوئی ایسی حدیث ہو جس میں غدیر کے دن زیارت عاشورا پڑھنے سے روکا گیا ہو تو وہ اسے پانچویں اور چھٹے امام کی مذکورہ حدیثوں کی رد میں پیش کرے میرے علم میں اضافہ ہوگا اور میں تہہ دل سے اس کا شکر گذار ہوں گا۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ زیارت عاشورا منصب ولایت کی اہمیت اور اس کے تحفظ کا مضبوط و مستحکم ذریعہ ہے اور یہ ایک ایسی الٰہی دستاویز ہے جس سے خود امام حسینؑ اور آپ سے پہلے اور بعد آنے والے اماموں کی ولایتیں ثابت ہوتی ہیں۔ سچ پوچھیے تو کربلا نے منصب ولایت کا بھرپور تحفظ کیا ہے۔ اولیاء الٰہی کی شان

۱۔ کامل الزیارات، باب: ۷۲
۲۔ مصباح المتہجد، ص: ۵۴۳

ولایت نظر آتی ہے تو کربلا میں، اگر میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ کربلا سے عید غدیر زندہ ہے، کربلا سے ہی ولی اور ولایت جیسے الٰہی منصب کو زندگی اور توانائی ملی ہے۔

عصر عاشور اہل حرم کے خیموں سے آگ کے شعلے بلند ہورہے ہیں ثانی زہرا زینب کبریٰ نے منصب ولایت کے حامل زین العابدینؑ کو اسی طرح بھڑکتے شعلوں کی جان لیوا لپیٹ کے پیچ سے باہر نکالا ہے جس طرح بی بی زہراؑ نے دشمنان دین کے نرغہ سے منصب ولایت کے حامل امام علی علیہ السلام کو نکالا تھا اور ولایت کا بھرپور دفاع کیا تھا۔ یہ ثانی زہرا زینب کبریٰؑ کا عظیم احسان ہے کہ حق کے ولی کو بچایا بھی اور انھیں پہچنوایا بھی۔ ۱۸ر ذی الحجہ ۱۰ر ہجری سے جس ولایت کا دائمی سلسلہ چلا تھا اس ولایت کو کربلا نے تاابد اس طرح زندہ کر دیا کہ یزید کے بعد بھی نام نہاد خلفاء آئے مگر وہ اپنے اندر اتنی جرأت نہ پیدا کر سکے کہ منصب ولایت کے حامل کسی الٰہی منصب دار سے سوال بیعت کرتے۔ ہمارے اماموں نے اپنے چاہنے والوں کو عزاداری امام حسینؑ کی طرف بشدت اسی لیے متوجہ کیا ہے کہ ولایت عزاداری سے ہی زندہ ہے۔ اگر آج کربلا نہ ہوتی تو منصب ولایت و امامت کی اہمیت اور اولیاء الٰہیٰ کے صفات نمایاں طور پر لوگوں کے سامنے نہ آتے۔

عزاداری کے مخالفین اس کو مٹانے کے درپے اسی لیے ہیں کہ اس عزاداری سے ولایت حقہ کی حفاظت ہورہی ہے اور غاصبین ولایت وخلافت کے سیاہ کارنامے کھل کے سامنے آتے ہیں جس کی تائید سنی عالم ابو حامد غزالی معروف بامام غزالی کے اس قول سے ہوتی ہے:

”یَحْرُمُ عَلَی الْوَاعِظِ وَ غَیْرُہٗ رِوَایَۃُ مَقْتَلِ الْحُسَیْنِ وَ حِکَایَتُہٗ ... فَاِنَّہٗ یَہِیْجُ بُغْضَ الصَّحَابَۃِ “(۱) واعظ اور غیر واعظ دونوں پر امام حسینؑ کی شہادت کو بیان

۱۔ صواعق المحرقہ ،ص: ۲۴۰

کرنا حرام ہے اس لیے کہ وہ صحابہ کے بغض کو بڑھاوا دیتا ہے۔

امام غزالی کا یہ فقرہ کہ واقعہ شہادت مظلوم کربلا کو بیان کرنا صحابہ کے بغض پر ابھارتا ہے اس حقیقت کا مظہر ہے کہ ''حسینؑ درسقیفہ کشتہ شد'' حسینؑ سقیفہ میں شہید ہو گئے۔

یاد رکھیے زیارت عاشورا کے فقروں میں دشمنان خدا و رسول پر بکثرت لعن بے مقصد نہیں ہے بلکہ حکمت کے پیش نظر ہے۔ مخالفین عزا کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ اگر ہم کسی طرح امام حسینؑ کی عزاداری بند کرنے میں کامیاب ہو گئے تو گویا ہم نے دنیا سے ولایت کا نام ونشان مٹا دیا لیکن جب تک کربلا زندہ ہے، ذکر کربلا زندہ ہے۔

زیارت عاشورا بھلے ہی ۱۰ ارمحرم غم و الم کے دن سے مخصوص ہے مگر اس کے پردے میں ولایت کی روح افزاء خوشی بھی تو ہے۔ جس طرح تاریکی شب کے پردے میں صبح صادق یا موسم خزاں میں چھپا ہوا مژدہ بہار ہو۔ انشاء اللہ ایک وقت ایسا آئے گا جب صبح ولایت نمودار ہوگی اور ولایت کا سورج اپنی پوری آب و تاب سے چمکے گا خود زیارت عاشورہ کے فقرے اس مبارک گھڑی کی خبر دے رہے ہیں:

''اَنْ یَّرْزُقَنِی طَلَبَ ثَارِكَ مَعَ اِمَامٍ مَنْصُورٍ مِنْ اَهْلِبَيْتِ مُحَمَّدٍ'' اے خدا مجھے توفیق دے کہ میں امام مظلومؑ کے خون ناحق کا بدلہ لے سکوں اس امام منصور کے ساتھ جو اہل بیت رسالت کی فرد ہے۔

خدایا! اب زمانہ بڑا ہی پرآشوب ہے اب اپنے آخری ولی کو بھیج تا کہ ولایت کا سورج اپنی پوری آب و تاب سے چمک کر ظلم و جور، فتنہ و فساد، قتل و غارت گری کی بھیانک تاریکی کو دور کر دے اور پوری دنیا میں نظام عدل کا ایسا اجالا پھیل جائے جو کبھی بھی ختم نہ ہو۔

زیارت عاشورا پیغام عمل

ہمارے اماموں کی تعلیم کردہ زیارت ''زیارت عاشورا'' اور اسے روزانہ پڑھنے کی تاکیدی فرمائش ہمیں متوجہ کرتی ہے کہ ہم صرف زیارت یا عمل عاشورا کے فقروں کو زبان پر جاری کر دینا کافی نہ سمجھیں بلکہ اس کے پیکر الفاظ میں معانی ومطالب کی جو روح ہے اس سے بھی آشناں ہوں اور ان میں جو عملی پیغامات مخفی ہیں ان پر عمل بھی کریں کیونکہ یہی زیارت و عمل عاشورا کا اصل مقصد ہے۔ اگر ہم غور کریں تو زیارت عاشورا میں ہمارے لیے بہت سے عملی پیغامات ہیں جن میں تین پیغامات محبت، برأت، لعنت تو بہت ہی اہم ہیں بلکہ زیارت کی روح ہیں۔

● محبت:

زیارت عاشورہ پڑھنے والا زیارت کے فقروں میں کہتا ہے:

''یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ اِنِّی اَتَقَرَّبُ اِلَی اللّٰہِ وَاِلٰی رَسُوْلِہٖ وَاِلٰی اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِلٰی فَاطِمَۃَ وَاِلَی الْحَسَنِ وَاِلَیْکَ بِمُوَالَاتِکَ'' اے آقا حسینؑ! میں اللہ، اس کے رسولؐ اور امیر المومنینؑ، فاطمہ زہراؑ اور حسنؑ اور آپ کا قرب چاہتا ہوں آپ کی محبت کے ذریعہ۔

زیارت کے مذکورہ فقرے زائر کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ

''اے زائر! اگر تو خدا اور اس کے محبوب بندوں کا قرب چاہتا ہے تو اپنے اندر وہ صفات حسنہ پیدا کر جو ان سے قریب کرنے کا سبب بنیں اور وہ اعمال صالحہ بجالا جو ان کی خوشنودی

کا ذریعہ ہوں"۔

ورنہ زیارت کے فقروں میں صرف زبان سے یہ کہہ دینا کہ "میں آپ کا قرب چاہتا ہوں آپ کی محبت کے ذریعہ" کافی نہیں ہے۔ اس لیے کہ اگر کسی گھر میں چراغ روشن ہو تو اس کی روشنی اس کی کھڑکیوں اور روشن دانوں سے ضرور ظاہر ہو گی جسے دیکھ کر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس گھر میں چراغ روشن ہے۔ اسی طرح اگر خانۂ دل میں محبت حسینؑ کا چراغ نور بکھیر رہا ہے تو دیکھنے والوں کو اس کے اعضاء و جوارح سے عمل کی شکل میں اس چراغ محبت کی روشنی ضرور نظر آنا چاہیے جسے دیکھ کر کہنے والا کہہ اٹھے کہ یہ واقعی حسینؑ بن علیؑ کا سچا اور حقیقی محب ہے۔ یہی محبت وہ جوہر ہے جو مرنے والے کو شرف شہادت عطا کر کے اس کی اُخروی زندگی کو تابناک بنا دیتی ہے جیسا کہ مرسل آعظم کی حدیث مبارکہ میں ہے:

"مَن مَّاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيدًا" جو آل محمدؐ کی محبت پر مر گیا وہ شہید مرا(۱)۔

● برائت:

زیارت عاشورا پڑھنے والا زیارت کے فقروں میں کہتا ہے:

"بَرِئْتُ اِلَى اللهِ وَاِلَيْكُمْ مِنْهُمْ وَمِنْ اَشْيَاعِهِمْ وَاَتْبَاعِهِمْ وَ اَوْلِيَائِهِمْ" "میں (خدائے ذوالجلال) اور آپ حضرات کی بارگاہ میں ان سبھی افراد سے (جنہوں نے آپ کو قتل کیا اور قتل کے اسباب فراہم کیے) ان کے ماننے والوں ان کے

۱۔ تفسیر کشاف زمخشری، ج۴، ص: ۲۱۹

پیروکاروں اوران کے دوستوں سے بیزار ہوں۔

زیارت کے مذکورہ فقرے زائرکو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ

''اے زائر جس طرح تو نے زبان سے ''بَرِئْتُ'' کہہ کر دشمنان آل محمد سے کھلی بیزاری کا اظہار و اعلان کیا اسی طرح تو ان کے افعال و کردار سے بھی قلبی اور عملی شکل میں بیزاری کا ثبوت دے اور اپنے کو ان دشمنوں کے عادات واطوار سے بھی محفوظ رکھ''

اسی لیے جب امام جعفر صادقؑ نے عبد اللہ بن سنان کو عمل عاشور بجالانے کی تعلیم دی تو اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ''تَبَرَّأْ مِنْ اَفْعَالِهِمْ ''تم ان کے افعال و کردار سے بھی بیزاری اختیار کرو جس کی وضاحت میں یہ کہا جائے کہ اگر دشمنان آل محمد شراب پیتے تھے، جوا کھیلتے تھے، ناچ گانا و رقص وسرود میں مست و مگن رہتے تھے، بندگان خدا پر ظلم کرتے تھے۔احکام الٰہی کی خلاف ورزی کرتے تھے، یتیموں کا مال کھاتے تھے، دوسروں کا حق غصب کرتے تھے تو ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان لعینوں کے ان سارے افعال و کردار سے منھ کو موڑ لیں اور ہمیشہ کے لیے توبہ کرلیں۔

● لعنت:

زیارت عاشورا پڑھنے والا زیارت کے فقروں میں کہتا ہے:

''فَلَعَنَ اللهُ اُمَّةً اَسَّسَتْ اَسَاسَ الظُّلْمِ وَ الْجَوْرِ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ لَعَنَ اللهُ اُمَّةً دَفَعَتْكُمْ عَنْ مَقَامِكُمْ وَ اَزَالَتْكُمْ الخ'' خدا اس قوم پر لعنت کرے جس نے آپ اہل بیت اطہارؑ پر ظلم و جور کی بنیاد رکھی، خدا کی لعنت ہو اس امت پر جس نے آپ کو آپ کے اس مقام و مرتبے سے دور رکھا (جو خدا نے آپ سے مخصوص کیا تھا) خدا لعنت کرے اس قوم پر جس نے آپ کو قتل کیا اور قتل کی زمین ہموار کی۔

زیارات میں اس طرح دشمنان آل محمد پر بکثرت لعن کے فقرے ہیں جسے زائر اپنی زبان پر جاری کرتا ہے۔ یہ جملے زائر کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ

''اے زائر! اگر تو دشمنان آل محمد کے لیے زیارت میں مذکورہ لعن کے فقروں کو زبان پر جاری کر رہا ہے تو تجھے ان دشمنوں کے ان سنگین جرائم سے بھی عملی طور پر نفرت ہونا چاہیے جو جرائم ان کے دائمی لعنت کا سبب بنے ہیں''۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر زائر کسی پر ناحق ظلم کرے یا کسی ظالم کی کسی بھی طرح کی حمایت کرے یا دل میں ظالم کے لیے نرم گوشہ رکھے یا کسی کو بے جرم وخطا قتل کرے یا قتل کے اسباب مہیا کرے یا پھر قاتل کی کسی بھی طرح کی حمایت کرے یا ظالم اور ظلم کے خلاف آواز حق بلند کرنے کی طاقت رکھتے ہوئے بھی آواز نہ بلند کرے یا قاتل اور اس کے فعل قتل کی بغیر اپنے کسی جانی ومالی نقصان کے مذمت نہ کرے یا کسی کی حق تلفی کرے یا حق تلفی کرنے والے کے لیے دل میں نرم گوشہ رکھے یا حق تلف کرنے والے کے خلاف بغیر اپنے کسی نقصان کے بولنے کی جرائت رکھتے ہوئے بھی زبان نہ کھولے تو ایسے تمام افراد زیارتوں کے فقروں میں دشمنان اہل بیت پر لعنت تو کرتے ہیں مگر صرف زبانی، جس سے لعنت کا صحیح و حقیقی مفہوم نہیں ادا ہوتا۔ اس لیے کہ لعنت کرنے کا حقیقی اور صحیح مفہوم تو صرف اسی وقت ادا ہو سکتا ہے جب زائر اپنے کو ان سارے جرائم سے بچائے جو ان دشمنوں نے خدائے قہار و جبار کے دردناک عذاب کی پرواہ کیے بغیر انجام دیئے۔

یہ ہمارے اماموں کی حکمت عملی تھی کہ انھوں نے ہمیں زیارت عاشورا کی تعلیم دے کر امام حسینؑ کے مقصد شہادت کو زیارت کی شکل میں ہمیشہ کے لیے زندہ رکھا اس لیے کہ امام حسینؑ کے مدینہ چھوڑنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ میں اپنے نانا کی امت کی اصلاح کروں

اور دین اسلام کی صاف وشفاف اور سچی تصویر پیش کروں اور اپنے نانا رسولؐ خدا اور بابا علی مرتضیٰؑ کی سیرت دنیامیں عام کروں۔

زیارت عاشورا جہاں امام حسینؑ اور اہل بیت اطہارؑ سے محبت کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے وہیں خود اورسماج ومعاشرے کو ہرطرح کی برائیوں سے بچانے کاایک موثرعمل بھی ہے۔یقین جانیں اگرآج لعن و برائت کے حقیقی اور صحیح مفہوم پرعمل کیا جائے تو اپنے ساتھ اپنے سماج و معاشرے کو بھی سدھارا جا سکتا ہے اور اس طرح عمل عاشور کی تعلیم سے جو ہمارے اماموںؑ کا مقصد تھا وہ پورا ہو جائے گا۔آج اگر ہم نے عمل عاشور کے مخفی پیغامات کو اپنی زندگی میں رچابسالیا تو ہم نے اپنے اماموں کی اس تحریک کو زندہ رکھا جو وہ عمل عاشور کے ذریعہ زندہ رکھنا چاہتے تھے۔درحقیقت اس عظیم ولاثانی تحریک میں اسلام دشمن طاقتوں کے حوصلوں کو پست کرنے کی روحانی طاقت موجود ہے۔یہ تحریک اپنے اندر دشمنان دین کے منصوبوں کو خاک میں ملا دینے کی لازوال صلاحیت رکھتی ہے۔اس لیے کہ جب زائر روزانہ عمل عاشورکواپنے وردمیں رکھے گااوراس کے عملی پیغامات میں غوروفکر کرے گا تواس کالازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ پیغامات ہر وقت اس کے ذہن میں گونجتے رہیں گے جو زائرکوہمیشہ ٹہوکے اور عمل کی دعوت دیتے رہیں گے جس سے اس کاضمیرہمیشہ زندہ رہے گااوراس کی روحانی طاقت میں روز بروز اضافہ ہوگا۔پھر وہ ظالم کی حمایت سے باز رہے گامظلوم کاسچاو پکاحمایتی ہوگااور باطل اوراہل باطل سے نفرت کرے گا۔حق اور اہل حق کا دل وجان سے ساتھ دے گا۔اس طرح وہ زیارت عاشورہ پڑھنےاوراس کے پیغامات پرعمل کرنے کےسبب زیارت کےتمام ترثواب کوپالےگااور یہ کہاجاسکے گا کہ اس نے اپنے اماموںؑ کےمقاصدکوزندہ رکھا۔

آج کے اس پرآشوب دورمیں بھی عمل عاشورا کے دائمی پیغامات پرعمل کرکے

پوری دنیا سے یزیدیت کو ختم کر کے دہشت گردی اور دوسری سماجی برائیوں سے پاک و صاف ماحول بنایا جاسکتا ہے اور مردہ ضمیروں میں عملی زندگی کی روح پھونکی جاسکتی ہے لیکن اگر ناموافق حالات کی بنا پر ہم اپنے مقصد میں بظاہر کامیاب نہیں ہو پارہے ہیں تو دوسرے لوگ ناامیدی کے شکار ہوں، ہم قطعاً ناامید نہیں ہیں۔ اس لیے کہ ہمارے پاس کربلا ہے، عاشورا اور زیارت عاشورا ہے، ہمارا امامؑ ہے، کل ایک ایسا وقت آئے گا جب ذہنی بیداری اپنے عروج پہ ہوگی اور عمل عاشورہ کی عملی تصویر نظر آئے گی اور ہم یہ اپنے پورے یقین کے ساتھ کہتے ہیں جیسا کہ زیارت عاشورہ کے جملے خود اس مبارک گھڑی کی خبر دے رہے ہیں:

''اَن یَّرْزُقَنِیْ طَلَبَ ثَأْرِکَ مَعَ اِمَامٍ مَنْصُوْرٍ مِنْ اَهْلِ بَیْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ'' اے خدا! مجھے توفیق دے کہ میں آپ کے خون ناحق کا بدلا لے سکوں اس امام منصور کے ساتھ جو اہل بیتؑ کی فرد ہے۔

اور دوسری جگہ زیارت عاشور میں یہ جملے ہیں:

''اَن یَّرْزُقَنِیْ طَلَبَ ثَأْرِیْ مَعَ اِمَامٍ هُدًی ظَاهِرٍ نَاطِقٍ بِالْحَقِّ مِنْکُمْ'' اے خدا! مجھے توفیق دے کہ میں امام مہدیؑ کے ساتھ آپ کے جد مظلومؑ کے خون ناحق کا انتقام لے سکوں جو حق ظاہر کرنے والے ہیں۔

زیارت کے مذکورہ فقرے زائر کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ

''اے زائر! تو ناامید بالکل نہ ہو ایک وقت ایسا آئے گا جب وارث حسینؑ اپنے جد کے خون ناحق کا بدلہ لینے کے لیے غیبت کے پردے سے آئے گا اس وقت عمل عاشور کے پیغامات پر اس شان سے عمل ہوگا کہ ہر طرح کی سماجی برائیاں ختم ہو جائیں گی باطل کا اندھیرا چھٹے گا حق کی صبح نمودار ہوگی حسینیت کا سورج طلوع ہوگا''۔

لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ ہم کل پر یقین کر کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں بلکہ پوری ایمانی طاقت، محبت و عقیدت کے ساتھ اعمال عاشورہ کے پیغامات پر عمل کریں تا کہ خدا اور رسولؐ اور مولا حسینؑ سے سچی محبت کے تقاضہ کو پورا کر سکیں۔

زیارت عاشورا میں دعائیہ کلمات اور ان کی شرح

"فَاَسْئَلُ اللّٰهَ الَّذِیْ اَكْرَمَ مَقَامَكَ وَاَكْرَمَنِی بِكَ"

زائر امام حسینؑ زیارت عاشورا پڑھتے ہوئے زیارت کے فقروں میں کہتا ہے:
"فَاَسْئَلُ اللّٰهَ الَّذِیْ اَكْرَمَ مَقَامَكَ وَاَكْرَمَنِی بِكَ" میں اس معبود سے سوال کرتا ہوں جس نے (مولاؑ آپ کے رتبہ ومنزلت) کو محترم ومکرم بنایا ہے اور مجھے آپ کے صدقے میں بزرگی وکرامت عطا فرمائی ہے۔ مجھے توفیق دے کہ میں آپ کے خون ناحق کا بدلہ لے سکوں (اپنے) اس امام کے ساتھ جس کی نصرت کا وعدہ کیا گیا اور وہ اہل بیت رسالت کی ایک فرد ہیں۔

امام حسینؑ پر خدا کی خاص نظر عنایت

امام حسین علیہ السلام پر خدا کی خاص عنایات ہیں جن کے ذریعہ اس نے امام کے رتبہ کو محترم بنایا ہے جس میں کوئی دوسرا ان کے ساتھ شریک نہیں ہے۔ آپ کے نانا خاتم النبین، بابا امام المتقین، ماں سیدۃ نساء العالمینؑ (عالمین کی عورتوں کی سردار) بھائی اشبہ الخلق بالمصطفیٰ الحسن المجتبیٰ (یعنی شکل وصورت میں اپنے نانا محمد مصطفیؐ سے سب سے زیادہ مشابہ)۔ اس کے علاوہ تمام نبیوں اور تمام وصیوں کے وارث ہیں۔ امام حسینؑ پر جو خدا کی خاص عنایتیں ہیں وہ ساتوں آسمان وزمین میں بسنے والوں میں کسی پر نہیں ہیں چنانچہ تین شعبان

امام حسینؑ کی ولادت کے دن پڑھی جانے والی دعا میں ان امتیازی اوصاف اور خصوصیات و عنایات کا ذکر ہے جو صرف سید الشہداءؑ ہی سے مخصوص ہیں۔ دعا کے فقرے ملاحظہ فرمائیں:

''اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِحَقِّ الْمَوْلُودِ فِي هٰذَا الْيَوْمِ الْمَوْعُودِ بِشَهَادَتِهِ قَبْلَ اسْتِهْلَالِهِ وَ وِلَادَتِهِ بَكَتْهُ السَّمَاءُ وَ مَنْ فِيهَا وَ الْأَرْضُ وَ مَنْ عَلَيْهَا وَ لَمَّا يَطَأْ (يُطَأْ) لَابَتَيْهَا'' خدایا! میں سوال کرتا ہوں اس مولود کا واسطہ دے کر جو آج کی تاریخ میں پیدا ہوا، جس کی ولادت سے پہلے اس کی شہادت کا وعدہ لیا گیا، اس پر آسمان اور آسمان والے روئے، زمین اور زمین والوں نے گریہ کیا، حالانکہ ابھی (ظاہری شکل میں) اس نے زمین پر قدم بھی نہیں رکھا تھا۔

وہ کشتۂ گریہ ہیں اور سارے خاندان کے سردار ہیں۔ رجعت میں ان کی نصرت کا وعدہ کیا گیا ہے خدا کی طرف سے ان کی شہادت کا عظیم و بے نظیر انعام یہ ہے:

''أَنَّ الْأَئِمَّةَ مِنْ نَسْلِهِ وَ الشِّفَاءَ فِي تُرْبَتِهِ وَ الْفَوْزَ مَعَهُ فِي أَوْبَتِهِ وَ الْأَوْصِيَاءَ مِنْ عِتْرَتِهِ۔ امامت ان کی نسل میں ہوگی اور شفاء ان کی خاک میں، ان کے ساتھ رجعت (واپسی) میں کامیابی ہوگی اور اوصیاء ان کی عترت میں ہوں گے[۱]۔

یہ بات امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کے فرمان میں بھی ہے۔ چنانچہ آپ حضرات نے ارشاد فرمایا:

''إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى عَوَّضَ الْحُسَيْنَ مِنْ قَتْلِهِ أَنْ جَعَلَ الْإِمَامَةَ فِي ذُرِّيَّتِهِ وَ الشِّفَاءَ فِي تُرْبَتِهِ وَ إِجَابَةَ الدُّعَاءِ عِنْدَ قَبْرِهِ وَ لَا تُعَدُّ أَيَّامُ زَائِرِيهِ جَائِيًا وَ رَاجِعًا مِنْ عُمُرِهِ[۲]'' خداوندعالم نے امام حسینؑ کو ان کی لازوال و بے مثال

۱۔ مفاتیح الجنان، ۳ شعبان کی دعا

۲۔ امالی شیخ طوسیؒ، ص ۳۱۷

قربانی کے عوض چار خصلتیں عطا کی ہیں۔ ان کی خاک میں شفاء اور ان کے مزار پر بنے ہوئے قبہ کے نیچے دعا کی قبولیت اور منصب امامت کو ان کی ذریت میں رکھا ہے اور ان کے زائرین کے سفر زیارت میں گزرے ہوئے دنوں کو ان کی عمر میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

خداوند عالم کی یہ وہ خاص عنایات ہیں جو صرف فرزند رسول امام حسینؑ سے مخصوص ہیں جن کا اقرار کرتے ہوئے زائر کہتا ہے کہ ''میں اس معبود سے سوال کرتا ہوں جس نے آپ کے رتبہ کو محترم بنایا اور مجھے آپ کے صدقہ میں عزوشرف بخشا ہے''۔

اپنے چاہنے والوں پر آقا حسینؑ کی عنایتیں

''أَكْرَمَنِي بِكَ'' مجھے اس معبود نے آپ کے صدقہ میں مکرم کیا ہے۔

زیارت کا یہ فقرہ بتا رہا ہے کہ مولا کے زائر و محب کے قطرہ وجود کو جو بھی عزوشرف ملا ہے وہ اسی بحر کرم کا فیض ہے جس نے اپنی نگاہ کرم سے اس کے قطرہ وجود کو بیش بہا موتی کی طرح گرانقدر بنا دیا اور یہ سچ ہے کہ ہم جو کچھ بھی رکھتے ہیں یا جو کچھ بھی بطور رزق من جانب اللہ ہم تک پہنچتا ہے وہ اسی منبع فیض و کرم کی برکت سے ہے۔ آج ہمارے دلوں میں جو علم و یقین، دین و ایمان کی روشنی ہے وہ اسی منارۂ رشد و ہدایت کا فیض ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

''اِنَّ الْحُسَيْنَ مِصْبَاحُ الْهُدٰى وَ سَفِيْنَةُ النَّجَاةِ (۱)'' حسین چراغ ہدایت اور کشتی نجات ہیں۔

اسی چراغ ہدایت سے کسب فیض کر کے سفیر روم، وہب کلبی اور حر جریؑ نے اپنی

۱۔ المنتخب طریحی، ص، ۱۹۸

دنیا و آخرت کو تابناک بنایا ہے۔ اسی شمع امامت کے پروانوں نے اپنی جانیں ان پر قربان کر کے حیات جاویدانی حاصل کرلی ہے۔ دین الہی کے اسی تاجدار کے مصائب پر آنسو بہانا نجات کا ذریعہ اور مومن کی علامت ہے جیسا کہ تشنہ لب مظلوم امام نے خود فرمایا ہے:

''اَنَا قَتِیْلُ الْعَبَرَۃِ لَا یَذْکُرُنِی مُومِنٌ اِلَّا اسْتَعْبَرَ'' میں کشتۂ گریہ ہوں۔ جب مومن مجھے یاد کرے گا رو دے گا(۱)۔

اس کا مطلب یہ ہوا مومن کا دین و ایمان کی وجہ سے آقا حسینؑ سے اتنا گہرا اور مضبوط رشتہ ہے کہ اگر مومن ان کے پر درد مصائب سنے گا تو بے ساختہ رو دے گا۔ اگر مذکورہ حدیث کی روشنی میں یہ کہا جائے تو بالکل صحیح ہے کہ مظلوم کربلا کی یاد میں اشک بہانا مومن کی علامت ہے اور یہ بھی خداوند عالم کی طرف سے مولا کے محب پر خاص عنایت ہے اور ایسے ہی رونے والوں کے لیے امام جعفر صادقؑ کی یہ مخصوص دعا ہے:

''وَارْحَمْ تِلْكَ الْعُيُونَ الَّتِي جَرَتْ دُمُوْعُهَا رَحْمَةً لَنَا وَارْحَمْ تِلْكَ الْقُلُوبَ الَّتِي جَزِعَتْ وَ احْتَرَقَتْ لَنَا وَ ارْحَمْ تِلْكَ الصَّرْخَةَ الَّتِي كَانَتْ لَنَا(۲)

اے میرے مالک! ان آنکھوں پر رحم فرما جو غم سید الشہداء میں اشکبار ہوتی ہیں اور رحم کر ان دلوں پر جو ہمارے غم میں آہ وزاری کرتے ہیں اور ہمارے شدت مصائب کی سوزش سے ان کے دل سوختہ ہیں۔ رحم کر ان آوازوں پر جو ہمارے غم میں بلند ہوتی ہیں۔ در حقیقت چشم مومن ہی سے نکلنے والے آنسو دلوں میں انقلاب لا سکتے ہیں۔ یہی آنسو آئینۂ دل پر جمی ہوئی نگاہوں کی گرد کو صاف کر سکتے ہیں۔ یہی آنسو آتش جہنم کے بھڑکتے ہوئے

۱۔ کامل الزیارات، ص ۲۱۵

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۰، ص ۳۹۱، باب ۶۶

شعلوں کو بجھا سکتے ہیں۔

انھیں سچے آنسوؤں کی سوزش اور روحانی طاقت سے اسلام دشمن طاقتیں تھراتی ہیں اسی لیے وہ عزاداریٔ مظلوم کربلاؑ بند کرنے کے درپے رہتی ہیں۔

یاد رکھیے! مولا کا محب و زائر، ایمان و عرفان کی جتنی عظیم منزل پر فائز ہوگا اتنا ہی اس کے دل پر مظلوم کربلاؑ کے مصائب کا اثر زیادہ ہوگا۔ حقیقی معرفت رکھنے والا آقا کے مصائب سن کر تحمل نہیں کرسکتا بلکہ وہ بے ہوش ہوجائے گا۔ چنانچہ ہندوستان کے عظیم عالم دین صدر المحققین سرکار میر حامد حسین اعلی اللہ مقامہ صاحب ''عبقات الانوار'' کے حالات میں آقائے بزرگ تہرانی نے لکھا ہے:

حسین یزدیؒ کا بیان ہے مجھے معلوم تھا کہ میر حامد حسین اعلی اللہ مقامہ اپنے جد امام حسینؑ اور ان کے اہل بیتؑ کے مصائب سننے کی تاب نہیں رکھتے اسی لیے ان کی موجودگی میں مصائب نہیں پڑھے جاتے تھے۔ اتفاق سے ایک دن میں لکھنو میں مجلس پڑھ رہا تھا وہ امامباڑہ کے اندر آئے مجھے پتہ نہ چل سکا۔ میں نے عادت کے مطابق مصائب پڑھے۔ لوگ بلند آواز سے کہنے لگے بس کافی ہے یہیں مصائب روک دیں۔ مجھے بڑا تعجب ہوا، بعد میں معلوم ہوا کہ میرے مصائب سن کر وہ بیہوش ہوگئے تھے(۱)۔

اللہ اکبر! مظلوم کربلاؑ کا عرفان کس منزل پر ہے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ عالم جلیل جناب سید نظر حسن طاب ثراہ نے اپنی مولفہ کتاب ''ندبۃ العزا'' کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ:

''استاد علام، فقیہ اہل بیت، حضرت آقائی سید ابوالحسن معروف بہ جناب سید ''ابو صاحب'' اعلی اللہ مقامہ آخر ذی الحجہ میں مشغول درس تھے اور جناب کے داروغہ اور کارپرداز عزاداری کا

۱۔ گزیدۂ سیمای فرزانگان، بحوالہ نقباء البشر، ۳۴۹۔ و بحوالہ کرامات علماء، ص، ۲۱۸

سامان مہیا کرتے تھے۔ جب جناب کی نظر ان اشیاء (یعنی سامان عزا) پر پڑی تو ایک آہ سرد کھینچی اور چہرہ کا رنگ متغیر ہوگیا۔ شکستگی کے آثار ظاہر ہوئے اور ایسی اضطرابی حالت طاری ہوگئی کہ جیسے کوئی محبوب چیز کھوگئی ہو"(۱)۔

یہ تھی ایمان اور معرفت امام حسینؑ کی وہ بلند منزل کہ صرف سامان عزا دیکھ کر حالات دگرگوں ہوگئی۔ غرض آنحضرت کے مصائب پر گریہ کرنے کا ثواب اسی طرح نوحہ ومرثیہ خوانی، مجلس اور آپ کی زیارت کا بے انتہا ثواب، آپ کے مزار کے اوپر بنے قبہ کے نیچے دعا کی قبولیت کی سند، اور آپ کی اس خاک میں شفا ہونا جس میں آپ کے خون کی آمیزش ہے، یہ سب ہم گناہگاروں پر ہمارے مولاوآقا کی یہ خاص عنایتیں ہیں جو سفر آخرت میں ہمارے لیے سب سے بہتر زادراہ ہیں۔ یہ وہ حقائق ہیں جو احادیث معصومینؑ سے ثابت ہیں جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

زائر کو چاہیے کہ زیارت کے مذکورہ فقروں کو زبان پر جاری کرتے ہوئے خدائے متعال کی ان عنایات کو سامنے رکھے جو اس نے ہمارے آقا حسینؑ پہ کی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ان عنایات کو بھی سامنے رکھے جو ہمیں اپنے آقا کے صدقہ میں ملے ہیں۔ ہمیں اس عزوشرف پر خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے اور گناہوں سے دوری اور طاعت بندگی میں زندگی بسر کرنے کی ہر آن کوشش اور اس کے تقرب سے حصول کو اپنی زندگی کا اصل مقصد سمجھنا چاہیے۔

۱۔ ندبۃ العزا، ص ۹

❁

''اَنْ یَّرْزُقَنِی طَلَبَ ثَارِكَ مَعَ اِمَامٍ مَنْصُوْرٍ مِنْ اَهْلِ بَیْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِهٖ'' اے پالنے والے! مجھے توفیق دے کہ میں مولا حسین کے خون ناحق کا بدلہ لے سکوں اپنے اس امام کے ساتھ جس کی نصرت کا وعدہ کیا گیا ہے جو اہل بیت رسالتؐ کی فرد ہیں۔

زیارت کے مذکورہ فقروں میں ''امام منصور'' استعمال ہوا ہے جو ہمارے آخری امام حضرت امام مہدی آخرالزماںؑ کی طرف واضح اشارہ ہے جو بعد ظہور امام حسینؑ کے خون ناحق کا ان کے دشمنوں سے بدلہ لیں گے۔ قرآن حکیم میں بھی اس سلسلے میں ایک واضح آیت موجود ہے ارشاد باریٰ تعالیٰ ہے:

''وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطَانًا فَلَا یُسْرِفْ فِی الْقَتْلِ اِنَّهٗ کَانَ مَنْصُوْرًا (۱) اور جو شخص مظلوم قتل کیا جائے ہم اسی کے وارث کو غلبہ دیں گے اسے چاہیے کہ قتل (خون کا بدلہ لینے) میں زیادتی نہ کرے بے شک وہ مدد کیا جائے گا۔

اس آیت میں بدلہ لینے والے کو ''منصور'' کہا گیا ہے اور زیارت عاشورا میں بھی مظلوم کربلا کے خون ناحق کا بدلہ لینے والے کو ''منصور'' کہا گیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں اما محمد باقرؑ نے فرمایا:

''سُمِّیَ الْمَهْدِیُ الْمَنْصُوْرَ کَمَا سُمِّیَ اَحْمَدُ وَ مُحَمَّدٌ (مَحْمُوْدًا) وَ کَمَا سُمِّیَ عِیْسٰی الْمَسِیْحُ (۲) جس طرح ہمارے نبی (کو جناب عیسیٰ کی زبانی بشارت) میں

۱۔ سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۳

۲۔ بحارالانوار، ج:۱ص:۲۸

احمد کہا گیا اور ان کا اسم مبارک محمدؐ ہے۔ جناب عیسیٰؑ کا نام مسیح، اسی طرح ہمارے (آخری امام) امام مہدی کا نام ''منصور'' ہے۔

اس آیت کے بارے میں امام جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا:

''یہ آیۂ کریمہ امام حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی یعنی جب امام زمانہؑ پردۂ غیب سے تشریف لائیں گے اور امام حسینؑ کے خون ناحق کا بدلہ لیں گے''۔

امام محمد باقرؑ کے ارشاد کے مطابق آیۂ کریمہ ''مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا'' سے مراد امام حسینؑ ہیں جو مظلوم قتل کیے گئے ہیں۔ یاد رہے کہ لفظ ''مظلوم'' اگرچہ صفت ہے لیکن حضرت کے نام کی جگہ استعمال ہونے لگا ہے اور جب بھی کوئی مظلوم کہتا ہے یا سنتا ہے تو ذہن فوراً مظلوم کربلا کی طرف پہنچتا ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے:

''لَا تَدَعْ زِيَارَةَ قَبْرِ الْحُسَيْنِ اَبَداً''(۱) مظلوم کی زیارت کو ترک نہ کرو۔

راوی نے عرض کی: مولا! وہ مظلوم کون ہے؟ تو حضرت نے فرمایا: کیا دنیا میں حسینؑ کے علاوہ کوئی اور بھی مظلوم ہے؟۔

امام قائمؑ اور خون امام حسینؑ کا انتقام

بحار الانوار میں راویوں کے سلسلہ کو بیان کرتے ہوئے محمد بن حمران سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے بیان فرمایا:

''لَمَّا كَانَ مِنْ اَمْرِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ مَا كَانَ ضَجَّتِ الْمَلَائِكَةُ اِلَى اللهِ تَعَالٰى وَ قَالَتْ يَا رَبِّ يُفْعَلُ هٰذَا بِالْحُسَيْنِ صَفِيِّكَ وَ ابْنِ نَبِيِّكَ قَالَ فَاَقَامَ اللهُ

۱۔ مصباح المتہجد، ص ۷۱۵

لَهُمْ ظِلَّ الْقَائِمِ وَ قَالَ بِهٰذَا اَنْتَقِمُ لَهٗ مِنْ ظَالِمِيْهِ ''جب امام حسین درجۂ شہادت پر فائز ہوئے تو ملائکہ نے اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر فریاد کی: پروردگارا! یہ حسینؑ جو تیرا منتخب بندہ ہے تیرے نبی کا فرزند ہے اس کے ساتھ ایسا (ظلم) کیا گیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے امام قائمؑ کے نور کو بلند کیا اور فرمایا د: یکھو میں اس کے ذریعہ حسین مظلومؑ پر ظلم کرنے والوں سے انتقام لوں گا(۱)۔

امام حسینؑ کے دشمنوں کا قتل

ہمدانی نے علی سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے ہروی سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا: اے فرزند رسول! اس حدیث کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے جو امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے:

''اِذَا خَرَجَ الْقَائِمُ قَتَلَ ذَرَارِيَّ قَتَلَةِ الْحُسَيْنِ بِفِعَالِ آبَائِهِمْ ''جب امام قائم ظہور فرمائیں گے تو وہ امام حسینؑ کے قاتلوں کی اولاد کو ان کے آباء و اجداد (باپ دادا) کے جرائم کی پاداش میں قتل کریں گے۔

آپ نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہوگا۔ میں نے عرض کیا: مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد تو یہ ہے: ''لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ''کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ پھر اس کے کیا معنی ہیں؟ آپ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا ہر قول سچا ہے لیکن بات اصل یہ ہے کہ ذَرَارِيُّ قَتَلَةِ الْحُسَيْنِ يَرْضَوْنَ بِفِعَالِ آبَائِهِمْ وَ يَفْتَخِرُوْنَ بِهَا وَمَنْ رَضِيَ شَيْئًا كَانَ كَمَنْ اَتَاهُ ''امام حسینؑ کے قاتلوں کی اولاد اپنے آباء و اجداد (باپ دادا) کے ان تمام کرتوتوں پر راضی

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۶۸

ہوں گی اور اس پر فخر کریں گے اور (یہ اصول ہے کہ) جو شخص کسی چیز یا کسی فعل پر راضی ہو تو وہ بھی اس کام میں برابر کا شریک ہے (یہ تو اس کی اولاد کی بات ہے) سن! اگر ایک شخص مشرق میں کسی کو قتل کر دے اور دوسرا شخص مغرب میں اس کے قتل پر راضی و خوشنود ہو تو یہ راضی ہونے والا شخص بھی پیش خدا اس کے قتل میں شریک ہے۔ لہٰذا امام قائمؑ جب ظہور کریں گے تو ان لوگوں کو اسی لیے قتل کریں گے کہ ''لِرِضَاهُمْ بِفِعْلِ آبَائِهِمْ ''وہ اپنے آباء واجداد (یعنی باپ دادا) کے اس فعل پر راضی تھے(۱)۔

ائمۂ اہل بیتؑ کی حدیثوں سے یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ ظہور امام قائمؑ کے وقت اللہ تعالیٰ آل محمدؐ کے شیعوں اور ان کے چاہنے والوں میں سے ایک گروہ کو جو پہلے مر چکے ہیں ان کو پھر اسی دنیا میں واپس پلٹا دے گا تا کہ وہ امام قائمؑ کی نصرت و مدد کرنے کا ثواب حاصل کریں اور آپ کی اسلامی حکومت کو دیکھ کر خوش ہوں۔ اسی نیک گھڑی اور سنہرے وقت کی آرزو کرتے ہوئے زائر مظلوم کربلا زیارت عاشورا کے فقروں میں کہتا ہے:

''اے پالنے والے! مجھے توفیق دے کہ میں امام حسینؑ کے خون ناحق کا بدلہ لینے کا شرف حاصل کر سکوں اپنے اس امام کے ساتھ جس کی نصرت کا وعدہ کیا گیا اور وہ اہل بیت رسالتؐ کی فرد ہیں''۔

زیارت کے مذکورہ فقرے زائر کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ اے زائر! اگر تو اس سنہرے وقت کو پانے اور اپنے امام کی ہمراہی میں امام حسینؑ کے خون ناحق کا بدلہ لینے کی آرزو رکھتا ہے تو ابھی سے اس کی مکمل تیاری کر، اس لیے کہ مرد مجاہد، میدان جنگ میں جانے سے پہلے ہی اپنے نفس کو آمادۂ جنگ کرتا ہے اور ہر طرح کی تیاری کرتا ہے۔

۱۔ عیون اخبار رضا، ج ۱، ص: ۵۵۹

لہٰذا زائر کو بھی اپنے مولا و آقا امام زمانہؑ کے ساتھ امام حسینؑ کے خون ناحق کا بدلہ لینے کے لیے ابھی سے مکمل تیاری کرنا چاہیے اور وہ اس طرح سے کہ اپنے نفس کو حرام سے بچائے اور اس پر آشوب اور برائیوں سے آلودہ اور زہریلی فضا میں بھی اپنے کو برائیوں سے دور رکھے۔ واجبات کی بجا آوری میں کوتاہی نہ کرے۔ ایسے ہی بندگان خدا مرنے کے بعد دوبارہ دنیا میں بھیجے جائیں گے اور امامؑ کی نصرت کریں گے۔

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي عِنْدَكَ وَجِيْهًا بِالْحُسَيْنِ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ"

خدایا! اپنی بارگاہ میں حسین ابن علیؑ کے صدقہ میں مجھے دنیا و آخرت دونوں میں آبرومند قرار دے۔

اگر دیکھا جائے تو پیش خدا وجیہ و آبرومند ہونا بہت ہی بلند درجہ ہے۔ یہ انبیا و اوصیا اور معصومین علیہم السلام کا مقام ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں یہ لفظ دو جگہ استعمال ہوا ہے۔

۱۔ جناب عیسیٰ کے لیے ارشاد ہوتا ہے:

"اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ(۱)

(اے میرے رسول! وہ واقعہ بھی یاد کیجیے) جب فرشتوں نے جناب مریم سے کہا: اے مریم! خدا صرف اپنے حکم سے ایک لڑکے کے پیدا ہونے کی بشارت دیتا ہے جس کا نام عیسیٰ مسیح بن مریم ہوگا (اور) وہ دنیا و آخرت میں بلند مرتبہ اور خدا کے مقرب بندوں

۱۔ سورہ آل عمران ۴۵

میں سے ہوگا۔

۲۔جناب موسیٰ کے لیے ارشاد الٰہی ہوتا ہے:

''وَكَانَ وَجِيهًا عِنْدَ اللهِ(۱)'' اور جناب موسیٰ خدا کے نزدیک وجیہ تھے۔دوسرے لفظوں میں یہ کہا جائے کہ پیش خدا وہ صاحب جاہ ومنصب اور اس کے قرب کی بلند ترین منزل پر فائز تھے۔

اسی طرح ہمارے آخری نبی سردار انبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی پارۂ جگر صدیقۂ طاہرہ حضرت فاطمہ زہراؑ اور ائمۂ معصومینؑ قربِ خدا کی عظیم منزل پر فائز ہیں۔دعائے توسل میں ہر معصومؑ کے مبارک ناموں کے ساتھ لفظ وجیہ استعمال ہونا بتا رہا ہے کہ خدائے متعال کے نزدیک ہمارے سبھی معصومینؑ عزوشرف کی عظیم منزل پر فائز ہیں۔اسی لیے حاجتمند بارگاہ الٰہی میں اپنی حاجتوں کو ان لفظوں میں پیش کرتا ہے:

''اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ يَا أَبَا الْقَاسِمِ يَا رَسُولَ اللهِ يَا إِمَامَ الرَّحْمَةِ يَا سَيِّدَنَا وَمَوْلاَنَا إِنَّا تَوَجَّهْنَا وَاسْتَشْفَعْنَا وَتَوَسَّلْنَا بِكَ إِلَى اللهِ وَقَدَّمْنَاكَ بَيْنَ يَدَيْ حَاجَاتِنَا يَا وَجِيهًا عِنْدَ اللهِ اِشْفَعْ لَنَا عِنْدَ اللهِ(۲)'' خدایا! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوں اور تیرے نبی رحمت حضرت محمد مصطفیؐ کے واسطہ سے، اے ابوالقاسم! اے خدا کے رسولؐ، اے امام رحمت، اے میرے سردار، اے میرے مولا! ہم آپ کی طرف متوجہ ہیں اور آپ سے شفاعت چاہتے ہیں ہم نے آپ کو وسیلہ بنا کر اپنی حاجتیں آپ کے سامنے بارگاہ خدا میں پیش کیں ہیں۔

۱۔سورہ احزاب ۶۹

۲۔مفاتیح الجنان دعائے توسل

''يَا وَجِيهًا عِنْدَ اللهِ اشْفَعْ لَنا عِنْدَ اللهِ'' اے خدا کے نزدیک عزوشرف کے مالک! آپ بارگاہ الٰہی میں ہمارے لیے سفارش فرمادیں اور اسی طرح آخری امامؑ تک دعا کرنے والا ہر معصومؑ کے لیے کہتا ہے: ''يَا وَجِيهًا عِنْدَ اللهِ اشْفَعْ لَنا عِنْدَ اللهِ'' اسی عزوشرف کے حصول کے لیے زائرِ مظلوم کربلا زیارت عاشور کے فقروں میں کہتا ہے

''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي عِنْدَكَ وَجِيهًا بِالْحُسَيْنِ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ'' خدایا! اپنی بارگاہ میں حسین ابن علیؑ کے صدقہ میں مجھے دنیا وآخرت دونوں میں آبرومند قرار دے۔

زیارت کے فقروں میں صرف امام حسینؑ کو وسیلہ قرار دینے میں اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ ان کی بے مثال و لازوال قربانی کے سبب بارگاہ ذوالجلال میں ان کی عظمت وشان بہت بلند ہے۔اسی لیے زائر، اُن کی عظیم ذات کا واسطہ دے کر بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا ہے۔

سچ اور حق تو یہ ہے کہ اسی بحر جود وسخا، اسی مصدر صدق وصفا، اسی ہدایت کے شمش الضحیٰ سے کسب فیض کر کے جناب زہیر قین جناب وہب کلبی و جناب حر جیسے لوگ آسمان شہادت پر صدق وصداقت ،حق وحقانیت کے چاند وسورج بن کر چمکے۔اسی خورشید ہدایت سے ہدایت کی روشنی لے کر سفیر روم جو عیسائی مذہب پر تھا یزید کے دربار میں عروس شہادت کو گلے لگا کر بے دینی کے اندھیروں سے نکل کر چند لمحوں میں آسمان شہادت پر رشد و ہدایت کا تابندہ ستارہ بن کر چمکا اور بارگاہ ذوالجلال میں وارث انبیا و اوصیا حسین شہید کربلا کے صدقہ میں پیش خدا آبرومند ہو کر دائمی عزوشرف کا مالک ہو گیا۔اسی منبع فیض و کرم سے کرم کی بھیک پا کر فطرس بے پر، بال و پر پا کر معراج پا گیا اور پیش خدا آبرومند ہو گیا۔

لہٰذا زائر کو چاہیے کہ معنوی اور روحانی طور پر اس بحر عصمت وطہارت سے ایسا گہرا

ربط و اتصال پیدا کرے کہ گناہوں کی کثافتیں ڈھل جائیں اور وہ بھی خدائے متعال کی بارگاہ میں آبرومند ہو کر دنیا و عقبی دونوں میں باعزت رہے۔ دنیا میں پیش خدا آبرومند ہونا یہی ہے کہ مولا حسینؑ نے جس گرانقدر مقصد کے لیے اپنی اور اپنے جگر کے ٹکڑوں اور چاہنے والوں کی گرانقدر قربانیاں پیش کی ہے اس مقصد کو اپنے پیش نگاہ رکھے اور ایک لمحہ کے لیے بھی اس سے غفلت نہ برتے اور آخرت میں وجاہت و عزت یہی ہے کہ وہ ان کی شفاعت کا واقعی حقدار بن جائے۔

فَاَسْئَلُ اللہَ الَّذِیْ اَکْرَمَنِیْ بِمَعْرِفَتِکُمْ وَ مَعْرِفَةِ اَوْلِیَائِکُمْ

میری التجا ہے اس معبود سے جس نے مجھے آپ اور آپ کے دوستوں کی معرفت کے (شرف) سے نوازا ہے۔

معرفت امام علیہ السلام

یوں تو امام کو جاننا آسان ہے مگر پہچاننا اور ان کی سچی معرفت بہت دشوار ہے۔ یہ شرف بغیر لطف خدا کے حاصل ہونا ممکن نہیں اسی لیے امام کے پہچاننے کے درجات و مراتب ہیں۔

معرفت کا پہلا درجہ

امام کو اس طرح پہچاننا جو پہچاننے کا حق ہے۔ یہ معرفت ہم جیسے خاکی و خاطی بشر سے ممکن نہیں اس لیے کہ منصب امامت وہ عظیم منصب ہے جہاں ہمارے طائر فکر کی رسائی محال ہے اور ہم کیا، نبی خاتم اور ان کے جانشین برحق علی مرتضیٰؑ کے علاوہ انبیا اور ان کے اوصیا

کے لیے بھی امام کی کما حقہ معرفت ہونا پیغمبر اسلامؐ کی حدیث مبارکہ کی روشنی میں ممکن نہیں۔ چنانچہ آپ نے مولائے کائنات سے فرمایا:

''یَا عَلِیُّ مَا عَرَفَ اللهَ اِلَّا اَنَا وَاَنْتَ وَلَا عَرَفَنِی اِلاَّ اللهُ وَاَنْتَ وَلَا عَرَفَكَ اِلَّا اللهُ وَاَنَا'' اے علی! اللہ کو میرے اور تمہارے علاوہ کسی نے نہیں پہچانا اور مجھ کو اللہ اور تمہارے علاوہ کسی نے نہیں پہچانا اور تمہیں میرے اور اللہ کے علاوہ کسی نے نہیں پہچانا۔

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ ہمارے اور اللہ کے درمیان مخلوقات میں سے کوئی واسطہ نہیں ہے ہم ہی اول مخلوق ہیں (۱)۔

متعدد معتبر و مستند احادیث و روایات کی روشنی میں خدا و رسولؐ اور ان کے اہل بیت اطہارؑ جو ایک ہی نور کے ٹکڑے ہیں وہ سب معرفت کی عظیم منزل پر فائز ہیں۔

معرفت کا دوسرا درجہ

یہ درجہ صدیقین اور آل محمدؑ کے مخصوص شیعوں کا ہے جس میں رسول اسلامؐ اور ائمہ معصومینؑ کے منتخب اصحاب آتے ہیں جیسے جناب سلمان، جناب ابو ذر، جناب مقداد وغیرہ۔ مگر ان میں بھی علم و معرفت کے اعتبار سے سب برابر نہیں ہیں بلکہ کچھ بہت بلند ہیں کچھ کم جیسے جناب سلمان باعتبار علم و معرفت عظیم منزل پر فائز ہیں جس کا اندازہ پیغمبر اسلامؐ کے اس قول سے ہوتا ہے: ''سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَیْتِ'' سلمان ہم اہل بیت میں سے ہیں۔

یہ علم و معرفت میں تفاوت کا ہی نتیجہ ہے کہ کوئی ایمان کے دسویں درجہ پر ہے تو کوئی نویں درجہ پر ہے۔ جناب سلمان کی معرفت کا عالم یہ ہے کہ مدائن میں ہیں اور شمع حیات بجھنے

۱۔ مشارق انوار الیقین فی حقائق اسرار امیر المومنین، ص، ۲۰۳

والی ہے۔زاذان کا بیان ہے کہ میں نے ان سے پوچھا: آپ کو غسل کون دے گا؟ فرمایا: جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا۔ میں نے انتہائی تعجب سے کہا: واہ! وہ تو مدینے میں ہیں اور آپ مدائن میں؟ فرمایا: زاذان! میرے مرنے کے بعد تمہارے کانوں میں ایک آواز آئے گی بس تم سمجھ لینا کہ وہ آگئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، سلمانؓ کے انتقال کے بعد میرے کانوں میں ایک آواز آئی اور میں باہر نکلا تو دیکھا مظہر العجائب والغرائب علی ابن ابی طالبؑ موجود ہیں۔

معرفت امام کی یہ وہ اعلیٰ منزل تھی جس پر جناب سلمان فائز تھے۔اسی طرح ائمہ معصومینؑ کے اصحاب بھی ہیں مگر ان میں بھی علم و معرفت کے لحاظ سے فرق ہے جیسے مولائے کائنات کے اصحاب میں جناب میثم تمار اور جناب کمیل دونوں ہی ہیں مگر علم و معرفت میں دونوں کی منزلیں الگ الگ ہیں۔منزل معرفت میں جو درجہ جناب میثم تمار کا ہے وہ جناب کمیل کا نہیں ہے۔اس لیے کہ میثم بن یحییٰ تمار علم و معرفت کے اس بلند درجہ پر فائز تھے کہ مولائے کائنات نے انھیں غیب کی خبر دی تھی وہ باطنی علوم سے بھی آگاہ تھے۔معرفت امام کے سلسلے میں اس طرح کا فرق ہر امام کے اصحاب میں دیکھا جاسکتا ہے۔

امام حسینؑ کے اصحاب میں دیکھیے تو سبھی علم و معرفت کے اعلی درجہ پر فائز تھے مگر علم و معرفت میں جناب حبیب ابن مظاہر کا درجہ دوسرے اصحاب سے بلند نظر آتا ہے کیوں کہ جناب حبیب کے لیے تو خود امام کی نص ہے۔آپ نے ان کے نام خط میں تحریر فرمایا:

''اَنْتَ تَعْلَمُ قَرَابَتَنَا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ وَاَنْتَ اَعْرَفُ بِنَا مِنْ غَيْرِكَ'' اے حبیب! تم اس قرابت کو خوب جانتے ہو جو ہم کو رسول خدا سے ہے اور جتنی تم کو ہماری معرفت ہے دوسرے کو نہیں۔

حبیب کی قابل قدر معرفت پر قول امام دلیل ہے۔غرض معرفت کا دوسرا درجہ

صدیقین، خاصان خدااورحضرات معصومینؑ کے خاص اصحاب سے مخصوص ہے۔

معرفت کا تیسرا درجہ

یہ درجہ فقہا، علما اور حکما سے متعلق ہے مگر ان میں بھی علم ومعرفت کے اعتبار سے سب برابر نہ ہوں گے بلکہ کسی فقیہ کا درجہ علم ومعرفت میں بہت بلند ہوگا تو کسی کا کم ہوگا۔

معرفت کا چوتھا درجہ

یہ درجہ عام مومنین کا ہے مگر اس سلسلے میں یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیے کہ معرفت امام کے سلسلے میں توفیق الٰہی اور اس کی خاص نظر عنایت کا بھی بڑا دخل ہے ورنہ دیکھا تو یہ بھی گیا ہے کہ بزم رسالت و امامت میں رہنے والے مدتوں رہے مگر بے معرفت۔ یہی نہیں بلکہ جسارتیں اتنی بڑھیں کہ خدا کے بنائے ہوئے امام کے مدمقابل آگئے اور اپنے ہاتھوں اپنی آخرت برباد کرلی اور ایسے لوگ بھی دیکھے گئے جو اپنے زمانے کے پایہ کے عالم ومفسر قرآن رہے مگر معرفت امام میں قابل ذکر مرتبہ تک نہ پہنچ سکے۔ بطور مثال جناب عبداللہ ابن عباس کا نام بھی لیا جاسکتا ہے جو اپنے وقت کی عظیم شخصیت تھی۔ عالم ومفسر قرآن تھے اور مولا علیؑ کے شاگرد اور صحابی بھی تھے مگر جب جنگ صفین میں برستے ہوئے تیروں میں نماز کے لیے مولا علیؑ نے مصلی بچھا دیا تو مولاؑ کے اس عمل پر لب کشائی کرتے ہوئے بول اٹھے مولا! نماز کو کسی اور وقت کے لیے ٹال دینا چاہیے تھا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عالم ہونا اور کہلانا اور ہے اور امام کی واقعی معرفت ہونا اور ہے ورنہ امام کے کسی عمل پر لب کشائی کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ کربلا میں دیکھیے تیروں کی

بارش ہو رہی ہے مگر امام حسینؑ کے فرض شناس صحابی ابوثمامہ صیداوی بول اٹھے: مولا! یہ نماز ظہر کا اول وقت ہے۔ چاہتا ہوں کہ آپ کی اقتدا میں نماز ادا کرلوں۔ امامؑ نے اپنے صحابی کی اس فرض شناسی پر دعا دی اور فرمایا: اللہ تمہارا شمار نماز گذاروں میں کرے۔

امام کے صحابی ابن عباس بھی ہیں اور ابوثمامہ بھی مگر معرفت امام کے سلسلے میں ابوثمامہ کا درجہ بہت بلند نظر آتا ہے۔ کیا کہنا شہدائے کربلا کا! جو خدا و رسول اور ائمہ معصومینؑ کی معرفت میں بہت بلند اور قابل رشک مقام رکھتے ہیں اور علم معرفت کے اس عظیم درجہ پر فائز ہیں کہ امام معصومؑ نے ان کے لیے زیارت میں ارشاد فرمایا:

''بِأَبِي أَنْتُمْ وَ أُمِّي طِبْتُمْ وَ طَابَتِ الْأَرْضُ الَّتِي فِيهَا دُفِنْتُمْ وَ فُزْتُمْ فَوْزاً عَظِيماً'' اے انصار حسینؑ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ سب پاکیزہ ہوئے اور وہ زمین بھی پاکیزہ ہوگئی جس میں آپ دفن ہیں اور عظیم بلندیوں پر فائز ہوئے۔

اسلام میں علم حاصل کرنے کی تاکید اسی لیے کی گئی ہے کہ اس سے خدا و رسولؐ اور ائمۂ معصومینؑ کی معرفت میں اضافہ ہوتا ہے مگر یاد رہے کہ اس کے لیے توفیق الٰہی کا حاصل ہونا ضروری ہے۔ ورنہ علما تو ہر دور میں دیکھے گئے ہیں جنہوں نے قابل ذکر کتابیں بھی تصنیف کیں مگر علم ہونے کے باوجود معرفت امام کا شرف حاصل نہ کر سکے جیسے ابوحنیفہ اور ان جیسے لوگ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلب علم اور حصول معرفت میں نیتوں کی پاکیزگی، عمل میں اخلاص اور توفیق الٰہی کا بڑا دخل ہے جیسا کہ اس دعا سے بھی اندازہ ہوتا ہے جسے امام جعفر صادقؑ نے اپنے معتمد و معتبر صحابی جناب زُرارہ کو تعلیم دی اور فرمایا: غَیبت امام اور آزمائش کے دور میں ہمارے چاہنے والے اس دعا کو پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ عَرِّفْنِي نَفْسَكَ فَإِنَّكَ إِنْ لَمْ تُعَرِّفْنِي نَفْسَكَ لَمْ اَعْرِفْ رَسُولَكَ

اَللّٰھُمَّ عَرِّفْنِی رَسُولَكَ فَاِنَّكَ اِنْ لَمْ تُعَرِّفْنِی رَسُولَكَ لَمْ اَعْرِفْ حُجَّتَكَ اَللّٰھُمَّ عَرِّفْنِی حُجَّتَكَ فَاِنَّكَ اِنْ لَمْ تُعَرِّفْنِی حُجَّتَكَ ضَلَلْتُ عَنْ دِیْنِی (۱)

اے خدا! مجھے اپنی معرفت عطا فرما! اس لیے کہ اگر تونے مجھے اپنے کو نہ پہچنوایا تو میں تیرے نبی کو نہیں پہچان سکتا۔ اے خدا! اپنے نبی کو پہچنوا دے اس لیے کہ اگر تونے اپنے نبی کو نہیں پہچنوایا تو میں تیری حجت کو نہیں پہچان سکتا۔ اے خدا! تو مجھے اپنی حجت کی معرفت عطا کردے اس لیے کہ اگر تونے اپنی حجت کو نہیں پہچنوایا تو میں دین سے بہک جاؤں گا۔

مومنین کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے اپنے مومن بندوں کو بقدر ظرف و صلاحیت اپنے لطف و کرم سے امام اور ان کے دوستوں کی معرفت کا عظیم شرف بخشا جیسا کہ ہم زیارت عاشورا کے فقروں میں ہے:

''وَأَسْأَلُ اللّٰهَ الَّذِی أَكْرَمَنِی بِمَعْرِفَتِكُمْ وَ مَعْرِفَةِ أَوْلِیائِكُمْ'' اور میری التجا ہے اس معبود سے کہ جس نے مجھے آپ (حسینؑ) اور آپ کے دوستوں کی معرفت کے شرف سے نوازا ہے۔

اس کی تصدیق رسول اسلامؐ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو آپ نے امام حسینؑ کی معرفت کے سلسلے میں فرمائی ہے:

''اِنَّ لِلْحُسَیْنِ فِی بَوَاطِنِ الْمُؤْمِنِیْنَ مَعْرِفَةً مَكْتُوْمَةً'' مومنین اپنے باطن میں امام حسینؑ کی (ایک مخصوص) چھپی ہوئی معرفت رکھتے ہیں (۲)۔

۱۔ اصول کافی، ج۱، ص: ۳۳۷

۲۔ بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۲۷۲

❁

''وَرَزَقَنِي الْبَرَائَةَ مِنْ اَعْدَائِكُمْ ''اوراس معبود نے (مولا) آپ کے دشمنوں سے برائت (بیزاری اور دوری اختیار کرنے) کی توفیق دی۔

زیارت کا یہ جملہ مختصر ضرور ہے مگر اپنے اندر بڑی معنویت رکھتا ہے۔مولاؑ کے دشمنوں سے بیزاری کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان سے معاشرتی دوری اختیار کر لی جائے بلکہ حقیقی مطلب یہ ہے کہ ان کے اس عقیدے اور فکر سے بھی بیزاری اختیار کی جائے جو ہمارے اماموں کے مقاصد کے خلاف ہوں اور ان کے ان تمام کاموں سے دوری اختیار کی جائے جس سے ان کے ناپاک مقاصد کو تقویت مل رہی ہو جیسے اگر معصومینؑ کا کوئی دشمن یا ان کے دینی مقاصد کا دشمن کوئی منصب دے جس میں دین کا نقصان ہو یا اپنے مقصد کے استعمال کے لیے تحفہ دے تو اس سے بھی یہ سوچ کر پرہیز چاہیے کہ کہیں یہ تحفہ ہمارے اماموں کے مقاصد کے خلاف کام کرنے پر مجبور نہ کرے۔

ہمارے اماموں کے زمانے میں یہ حربہ اپنایا گیا ہے چنانچہ آپ کے دشمنوں نے تحفہ کے ذریعہ آپ کے چاہنے والوں کو ان کے صحیح راستہ سے ہٹانے کی بھرپور کوششیں کی ہیں تا کہ ان کی فکروں کو بدلیں مگر جن کے دل آپ کی معرفت ومحبت کا نور سے معمور تھے انھوں نے دشمنوں کی اسلام مخالف فکروں کو اپنی فکروں پر مسلط نہیں ہونے دیا بلکہ اپنی ایمانی اور روحانی طاقت کو بروئے کار لا کر ان سے ایسی بیزاری اختیار کی کہ ان کے منصوبہ خاک میں مل گئے۔ہم ایسا ہی واقعہ پیش کرتے ہیں جس سے زیارت کے فقرے''وَرَزَقَنِي الْبَرَائَةَ مِنْ اَعْدَائِكُمْ ''کی عملی تصویر سامنے آجائے گی جو آج کے اس پرآشوب دور میں مومنین کے لیے بے حد مددگار ثابت ہوگی۔اس لیے کہ آج بھی ہمارے ائمہ معصومینؑ کے مقاصد

کے خلاف اسلام دشمن طاقتیں برسرِ پیکار ہیں جو مال و دولت، منصب وشہرت کی جڑی بوٹی سونگھا کر اس کی آڑ میں ہمیں استعمال کرنے کی کوشش کر رہی ہیں اور ہم ہیں کہ اس کو بھانپ نہیں رہے ہیں۔ واقعہ ملاحظہ فرمائیں اور اس کی روح کو سمجھیں اور زیارت میں جو لفظ برائت ہے اس کے وسیع تر مفہوم کو سامنے رکھ کر محمدؐ آلِ محمدؐ کے دشمنوں سے فکری و عملی برائت اختیار کریں یہی زیارت روح ہے۔

جناب ابوالاسود کو دیکھیے جنہوں نے حاکم شام کے قیمتی تحفہ کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا اور اپنے دین وایمان کا سودا نہیں کیا۔ چنانچہ تاریخ میں ہے کہ معاویہ نے شہد سے بھرے ہوئے سونے کے کچھ ظروف ابوالاسود کے گھر بھیجے تاکہ ان کو مولا علیؑ کی محبت سے منحرف کر کے اپنی جانب مائل کرے۔ جب اس کے خادم شہد کے ظروف لیکر ابوالاسود کے گھر پہنچے تو وہ گھر میں موجود نہیں تھے۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ وہ مسجد میں محوِ عبادت ہیں۔ انھوں نے شہد ان کے گھر میں دیا اور مسجد پہنچے اور انھیں معاویہ کا خط دیا۔ ابوالاسود نے خط پڑھا اور تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے گھر پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ان کی چار سالہ بیٹی انگلی میں شہد لیکر اسے زبان پر رکھنا ہی چاہتی ہے۔ ابوالاسود نے فوراً آواز دی ''يَا بُنَيَّةُ لاَ تَاكُلِي فَاِنَّهٗ سَمٌّ نَاقِعٌ'' اے بیٹی! اسے نہ کھاؤ وہ زہرِ قاتل ہے۔ کمسن بچی نے کہا: شہد ہے! ابوالاسود بولے: بیٹی شہد تو ہے لیکن معاویہ نے ہمارے پاس اس لیے بھیجا ہے تاکہ ہم علیؑ کی محبت چھوڑ کر اس کے طرفدار ہو جائیں۔ چار سالہ بیٹی نے جیسے ہی یہ بات سنی انگلی میں لگے ہوئے شہد کو زمین پر رگڑ کر صاف کیا اور برجستہ عقیدت سے بھرپور چار ایسے مصرعہ پڑھے جو اس کی دلی کیفیت اور ایمانی طاقت کے مظہر ہونے کے ساتھ مولا علیؑ کی محبت وولایت کا بےلوث اعلان ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

اَبِا الْعَسَلِ الْمُصَفّٰى يَابْنَ هِنْدٍ

نَبِیْعُ عَلَیْكَ اِیْمَاناً وَ دِیْنَا

اے ہند (جگر خوارہ) کے بیٹے کیا شہدِ خالص کے بدلے

ہم تمہیں (اپنا) دین و ایمان بیچ دیں

فَلاَ وَاللهِ لَیْسَ یَکُوْنُ ھٰذَا

وَ مَوْلاَنَاَ اَمِیْرُ الْمُوْمِنِیْنَا

نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہوگا

اور ہمارے مولاؑ تو مومنوں کے امیر ہیں

ابولاسود بیٹی کو اپنے ساتھ لیکر مولا علیؑ کی خدمت میں آئے پورا واقعہ بیان کیا۔ مولاؑ کو بچی کے اشعار سنائے حضرت بے حد خوش ہوئے اور ان کے حق میں دعائیں کی (۱)۔

ہمیں برائت کے وسیع مفہوم کے پیش نظر اس کام سے بچنے کی پوری کوشش کرنا چاہیے جس میں بظاہر ہمارا وقتی فائدہ ہو مگر اس سے اسلام دشمن طاقتوں کو تقویت مل رہی ہو۔ حالانکہ یہ کام ہمارے لیے مشکل ہوگا کیوں کہ ہم یہ چاہیں گے کہ ہمارا اِن کا، کاروبار برابر چلتا رہے تا کہ ہمیں زیادہ سے زیادہ نفع حاصل ہو۔ جب کہ ہماری یہ رکیک خواہش زیارت کے اس فقرے کے وسیع مفہوم کے خلاف ہے۔ اس سلسلے میں امام معصومؑ کے زمانے کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں اور امام کے معتبر و معتمد صحابی کا ردِّ عمل بھی دیکھیں۔

جناب صفوانؓ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے صحابی تھے ایک بار امامؑ نے ان سے دریافت کیا کہ اے صفوان! کیا تم اپنے اونٹ ہارون کو کرایہ پر دیتے ہو؟ عرض کی: مولا!

۱۔ ایمان از دیدگاہ قرآن وعترت: ص، ۲۵۰۔ بحوالہ منتہی المقال ص، ۱۳۶

ہاں! صرف مکہ جانے کے لیے۔ امام نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ جب تک وہ واپس نہیں آجاتے کیا تم اس بات کی آرزو رکھتے ہو کہ وہ سب واپس آجائیں تا کہ کرایہ اور میرے سب اونٹ مل جائیں؟

عرض کی: بے شک! فرمایا: سنو! ظالم کی بقا کی آرزو کرنے والا بھی روز قیامت انھیں کے ساتھ محشور ہوگا۔

یہ سن کر صفوان جمال نے اپنے سارے اونٹ بیچ دئیے۔ ہارون کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے کہا: اگر اس معاملہ میں میرے ساتھ تمہارے اچھے روابط نہ ہوتے تو میں تمہیں قتل کرادیتا۔

مذکورہ واقعہ سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ایسا کام کرنے سے بچنا چاہیے جس سے ظالم کی حمایت یا اس کے مقصد کو تقویت مل رہی ہو۔ زیارت کے مذکورہ فقرہ زیارت پڑھنے والے کو یہ ہمیشہ پیغام دیتا رہے گا۔

''اَنۡ یَّجۡعَلَنِی مَعَکُمۡ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةِ'' وہ (خدا) مجھے دنیا و آخرت (دونوں میں) آپ کے ساتھ قرار دے۔

زیارت کے فقرہ میں ''مع'' ہے جس کے معنی ساتھ کے ہیں اسی سے معیت ہے اس کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ معیت قیومیہ

کسی چیز کے وجود کا اس طرح سے گھرا ہونا کہ اس سے جدا ہونا محال ہو اور یہ ساتھ

خدا اوراس کی مخلوق کے درمیان پایاجاتا ہے چنانچہ ارشاد الہی ہے:''هُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ ''(۱)اورتم (چاہے) جہاں کہیں رہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ یہ ساتھ ہونا خدا کا مخلوق سے کبھی جدا نہیں ہوسکتا۔

۲۔معیت مصاحبہ

جسم وجسمانیت کے اعتبار سے دو چیزوں کا آپس میں ضم ہوجانا یادو چیزوں کا ساتھ ہونا جیسے انسان کے ساتھ کسی کا ہونا۔

۳۔معیت روحانیہ

عادات واطوار میں ایک جیسا ہونا یاسیرت وکردار میں شباہت ہونا۔ یہ معیت کم پائی جاتی ہے زیارت کے فقروں میں زائر جو یہ کہتا ہے:

''اَنْ يَّجْعَلَنِي مَعَكُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ'' وہ (خدا) مجھے دنیا وآخرت میں آپ کے ساتھ قرار دے۔

اس معیت سے مراد روحانی معیت ہے جس کا مطلب ہے''خداوند عالم روحانی طور پر ہمیں دینا وآخرت میں ان کے ساتھ قرار دے'' مگر ہمارا اوران کا یہ روحانی ساتھ ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ صرف اسی وقت ہوسکتا ہے جب ہم اپنے کو برائیوں سے دور رکھیں۔آئینہ دل پر جمی ہوئی گناہوں کی گرد کو توبہ واستغفار کے پانی سے پاک کریں۔بدبختی وشقاوت کے زنگ کو علم وعمل سے صیقل کر کے صاف کریں۔کمالات کے مراتب کے حصول کی کوشش کریں تب یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہم روحانی اعتبار سے ان کے ساتھ ہیں۔

زائر بارگاہ ذوالجلال میں اسی روحانی ساتھ کی دعا کرتا ہے اور یہی روحانی ساتھ اصل

۱۔سورہ حدید آیت ۴

ہے ورنہ دیکھا تو یہ گیا ہے کہ نہ جانے کتنے افراد بظاہر مولاؑ کے ساتھ تھے ان کی بزم میں رہے ان کے لشکر میں رہے مگر معنوی اور روحانی طور پر ان سے کوسوں دور رہے اسی طرح بہتیرے لوگ بظاہر ان سے دور اور بہت دور اپنے آباء واجداد کے صلبوں میں رہے مگر روحانی اور معنوی طور پر ان کے ساتھ رہے۔اس سلسلے میں روایتیں ملاحظہ فرمائیں:

جنگ نہروان میں مولا علیؑ کا ارشاد

سلسلہ رواۃ کے ذکر کے ساتھ حکم بن عیینہ سے مروی ہے کہ جب حضرت امیر المومنینؑ نے جنگ نہروان میں خوارج کو قتل کیا تو ایک شخص نے عرض کیا: اے مومنوں کے امیر! ہم لوگ خوش نصیب ہیں جو اس جنگ میں آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کی معیت میں ان خوارج کو قتل کیا۔حضرت امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا:

''وَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَ بَرَءَ النَّسَمَةَ لَقَدْ شَهِدَنَا فِی هٰذَا الْمَوْقِفِ أُنَاسٌ لَمْ یَخْلُقِ اللهُ آبَاءَ هُمْ وَلَا اَجْدَادَهُمْ بَعْدُ(۱) اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ اور ہر ذی حیات کو پیدا کیا ہم نے اس جنگ میں ایسے لوگوں کو بھی شریک ہوتے ہوئے دیکھا ہے جن کے آباء واجداد کو خدا نے ابھی تک پیدا ہی نہیں کیا۔

وہ شخص کہتا ہے: مولا! وہ کیسے ہمارے ساتھ اس معرکہ جنگ میں شریک ہو سکتے ہیں جو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے؟ ۔مولاؑ نے فرمایا:

''بَلیٰ قَوْمٌ یَکُوْنُوْنَ فِی آخِرِ الزَّمَانِ یَشْرَکُوْنَنَا فِیْمَا نَحْنُ فِیْهِ ۔الخ'' ہاں ہاں وہ ایک قوم ہے جو آخری زمانے میں (اس دنیا) میں آئے گی اور وہ ہمارے ساتھ

۱۔بحارالانوار،ج،۵۲،ص:۱۳۱۔باب فصل انتظار الفرج

ہماری جنگ میں اس طرح شریک ہوگی کہ وہ ہمارے موقف کو تسلیم کرے گی اور اس وقت جو کچھ ہم کر رہے ہیں وہ اس میں بلاشبہ ہمارے ساتھ شریک ہیں۔

یہی بات جناب جابر ابن عبداللہ انصاریؓ کی بیان کردہ حدیث مبارکہ سے بھی ظاہر ہے۔ جب وہ چہلم کے دن مظلوم کربلاؑ کی قبر مطہر پر زیارت پڑھ رہے تھے تو اثنائے زیارت انھوں نے فرمایا:

''لَقَدْ شَارَكْنَا كُمْ فِيْمَا دَخَلْتُمْ فِيْهِ''اے شہدائے کربلا اس ذات کی قسم جس نے (اپنے حبیب) محمد مصطفیٰؐ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر اس دنیا میں بھیجا جس عمل خیر میں تم داخل ہو ہم بھی تمہارے ساتھ اس عمل میں شریک ہیں۔

جناب جابر کے اس فقرے کو سننے کے بعد آپ کے شریک سفر عطیہ ابن جنادۂ کوفی کو حیرت کی انتہا نہ رہی۔ کہنے لگے: اے جابر! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ہم ان کے ساتھ ان کے عمل میں کیسے شریک ہو سکتے ہیں؟ نہ ہم نے ان کی طرح سفر کی صعوبتیں برداشت کیں، نہ تلواریں اٹھائیں، نہ شہید ہوئے مگر انھوں نے راہِ حق میں شہادت پیش کی۔ ان کے سر وتن میں جدائی ہوئی۔ ان کے بچے یتیم اور عورتیں بیوہ ہوئیں۔ جناب جابر رسول اللہ کے بامعرفت صحابی تھے، عطیہ کو جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''سَمِعْتُ حَبِيْبِيْ رَسُوْلَ اللهِ مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا حُشِرَ مَعَهُمْ وَ مَنْ اَحَبَّ عَمَلَ قَوْمٍ اُشْرِكَ فِيْ عَمَلِهِمْ وَالَّذِيْ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ نَبِيًّا اِنَّ نِيَّتِيْ وَ نِيَّةَ اَصْحَابِيْ عَلَى مَا مَضىٰ عَلَيْهِ الْحُسَيْنُ وَ اَصْحَابُهٗ''(۱) اے عطیہ سنو! میں نے اپنے حبیب، خدا کے رسول کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے کسی قوم کو دوست رکھا وہ

۱۔ خلاصہ بشارۃ المصطفیٰ ص ۸۹

اسی قوم کے ساتھ اپنی قبر سے اٹھایا جائے گا اور جس نے کسی قوم کے عمل کو پسند کیا وہ ان کے ساتھ ان کے عمل میں (برابر کا) شریک ہوا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے (اپنے حبیب محمد مصطفیؐ) کو حق کے ساتھ نبی بنا کر (اس دنیا میں بھیجا بے شک میری اور میرے اصحاب کی نیتیں وہی ہیں جو امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کی تھیں۔

مطلب یہ ہے کہ بھلے ہی ہم جسمانی اعتبار سے شہدائے کربلا کے ساتھ کربلا میں نہیں تھے مگر روحانی اعتبار سے ان کے عمل میں اس طرح شریک ہیں کہ ان کے عملی اقدام سے راضی ہیں اور ان کے موقف کو دل سے تسلیم کرتے ہیں۔

زیارت عاشورا کے فقروں میں زائر یہی کہتا ہے کہ ''خدائے متعال مجھے دنیا و آخرت میں آپ کے ساتھ اس طرح قرار دے کہ میں کسی بھی زمانہ میں رہوں اپنے مولاؑ کے موقف کو تسلیم کروں۔ ان کے ہر عملی اقدام سے راضی رہوں، ان کی اطاعت و پیروی کروں، اپنی زندگی پر ان حضرات کی پاکیزہ زندگی کا ایسا رنگ چڑھالوں کہ میری زندگی میں بھی انھیں کا مکمل عکس نظر آئے اور اہل وشرق وغرب یہ جان لیں کہ میں حسینی اور اثنا عشری ہوں۔ کل بھی ان کے ساتھ تھا اور آج بھی ہوں اور کل بھی رہوں گا۔

مولا علیؑ نے فرمایا: ''خُلِقَ شِيْعَتُنَا مِنْ شُعَاعِ نُوْرِنَا'' (۱) ہمارے شیعہ ہمارے نور کی شعاع ہیں اور شعاع کو نور سے کبھی الگ نہیں کیا جا سکتا۔ جہاں نور ہوگا وہاں شعاع ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ ہماری زندگی میں ان کی نورانی زندگی کا عکس ایسا ہونا چاہیے جو ان سے الگ نہ ہو۔

۱۔ بحارالانوار، ج۲۵، ص۲۱

❁

''اَنْ یُّثَبِّتَ لِیْ عِنْدَ کُمْ قَدَمَ صِدْقٍ فِی الدُّنْیَا وَ الْآخِرَۃِ'' خداوند عالم مجھے آپ کی بارگاہ میں (آپ کی ولایت ومحبت کے ساتھ) دنیا وآخرت میں ثابت قدم رکھے۔

''قدم صدق'': خداوند عالم کے نورانی کلام قرآن مجید میں بھی آیا ہے: ''وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنَّ لَھُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّھِمْ ''(اور اے رسولؐ) ایمانداروں کو خوشخبری سنادو کہ ان کے لیے ان کے پروردگار کی بارگاہ میں بلند رتبہ ومقام ہے(۱)۔

امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے ''قدم صدق'' سے مراد جناب رسول خداؐ کی شفاعت ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ''قدم صدق'' سے مراد ''مقام صدق'' (بلند درجات) ہے جس میں ایمان اور نیک اعمال کی وجہ سے زوال نہیں ہے۔ کچھ کہتے ہیں ''قدم صدق'' سے مراد خداوند کریم کی ''رضا'' ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ ''قدم صدق'' سے ''مراد ملائکہ کی دعا'' ہے جس نے مومنین کے حق میں سبقت کی ہے(۲)۔ ''قدم صدق'' کے معنی ہیں نیک اعمال میں سبقت کرنا، آگے بڑھنا، اولیت حاصل کرنا۔

سبقت کو لفظ ''قدم'' سے اسی طرح تعبیر کیا جاتا ہے جس طرح نعمت کو ہاتھ سے اس لیے کہ تحفہ وعطیہ ہاتھ سے ہی دیا جاتا ہے۔ اسی طرح نیک اعمال کے بجالانے میں سبقت و پیش قدمی چونکہ قدم کے ذریعہ ہوتی ہے اس لیے کہ اسے ''قدم صدق'' سے تعبیر کیا گیا ہے اور پھر آیہ مذکورہ میں ''قدم'' کی اضافت ونسبت صدق کی طرف اس لیے ہے تاکہ نیک اعمال میں

۱۔ سورہ یونس آیت ۲

سبقت اور اولیت حاصل کرنے کا رتبہ و شرف ثابت ہو جائے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ نیک اعمال کے بجالانے میں پیش قدمی کرنا بغیر سچے قول اور سچی بات کے ممکن نہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ امام جعفر صادقؑ کی ایک حدیث میں ''قدم صدق'' سے مراد رسول اسلامؐ کی شفاعت ہے اور ایک دوسری حدیث میں امیر المومنینؑ کی ولایت مراد ہے۔ بظاہر دیکھنے میں یہ دونوں ہی قول الگ الگ معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت میں ایک ہے کیونکہ ولایت مولائے کائنات کو قبول کرنا شفاعت رسولؐ کی ایک اہم شرط ہے اور یہ عقیدہ امامیہ کے مسلمات میں سے ہے کہ جو شخص مولا علیؑ کی ولایت کا قائل نہ ہو اسے رسول اسلام کی شفاعت ہرگز نصیب نہیں ہو سکتی اور مولا علیؑ کی ولایت قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رسولؐ اسلام کے تمام دینی و دنیوی امور میں علی ابن ابی طالبؑ کو بحکم خدا ولی امر اور حاکم مطلق تسلیم کیا جائے۔

آیۂ ''وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ'' اور زیارت عاشورا میں ''قدم صدق'' استعارہ کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ خداوند عالم ایمان اور محمد و آل محمدؐ کی ولایت و محبت کی راہ میں مجھے دنیا و آخرت میں اس طرح ثابت قدم رکھے کہ مجھے کسی طرح کی کوئی لغزش نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی ولایت و محبت ایک لمحہ کے لیے بھی میرے وجود سے جدا نہ ہو اور ہم اسے اپنے وجود میں خوشبو کی طرح بسائے ہوئے ان کی ملکوتی بارگاہ میں پہنچ جائیں اور ان کی لازوال ولایت و محبت کے طفیل ان کی شفاعت سے سرفراز ہوں۔

"وَاَسْئَلُهُ اَنْ يُّبَلِّغَنِي الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ لَكُمْ عِنْدَ اللهِ" اور میری (بارگاہ الٰہی) میں دعا ہے کہ وہ مجھے مقام محمود تک پہنچا دے جو خدائے عزوجل کے نزدیک آپ حضرات کے لیے مخصوص ہے۔

مقام محمود

"مقام محمود" کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہ ایک وسیع معنیٰ رکھتا ہے جس میں ہر وہ مقام اور درجہ شامل ہے جو تعریف و توصیف کے لائق تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن یہاں ایک ایسے بلند و بالا مقام کی طرف اشارہ ہے جو ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰؐ کو راتوں میں بکثرت عبادت کرنے اور خوف خدا سے گریہ کرنے کے سبب حاصل ہوا ہے۔

متعدد تفاسیر و روایات میں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے آیہ "وَ مِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا" (۱) کے بارے میں ارشاد فرمایا: "هِيَ الشَّفَاعَةُ" یہ مقام شفاعت ہے۔

اس آیہ کریمہ کے سلسلے میں صاحب تفسیر مجمع البیان فرماتے ہیں:

"قَدْ اَجْمَعَ الْمُفَسِّرُوْنَ عَلٰى اَنَّ مَقَامَ الْمَحْمُوْدِ هُوَ مَقَامُ الشَّفَاعَةِ وَهُوَ الْمَقَامُ الَّذِيْ يُشْفَعُ فِيْهِ لِلنَّاسِ وَ هُوَ الْمَقَامُ الَّذِيْ فَيُعْطٰى فِيْهِ لِوَاءُ

۱۔ بنی اسرائیل آیت ۷۹۔ آیت کا ترجمہ: اے رسولؐ رات کے ایک خاص حصہ میں نماز تہجد پڑھا کرو یہ سنت تمہاری (خاص) فضیلت ہے۔ قیامت کے دن خدا تم کو قریب ہے کہ مقام محمود تک پہنچا دے۔

الْحَمْدِ فَيُوْضَعَ فِي كَفِّهٖ"(۱)"مقام محمود" کے سلسلے میں مفسرین کا اتفاق ہے کہ وہ مقام شفاعت ہے جہاں حضور سرورکائنات لوگوں کی شفاعت کریں گے اور اسی مقام پر آپ کولوائے حمد عطا ہوگا جو آپ کے دست مبارک میں ہوگا۔جس کے سایہ میں تمام انبیاء و ملائکہ جمع ہوں گے:"فَيَكُوْنُ اَوَّلَ شَافِعٍ وَ مُشَفَّعٍ"اور پیغمبر اسلامؐ پہلے شافع ہوں گے جن کی شفاعت قبول ہوگی۔

مذکورہ آیہ مبارکہ کے سلسلے میں صاحب تفسیر نمونہ فرماتے ہیں: آیہ مبارکہ میں اگر چہ ظاہراً رسول اکرمؐ مخاطب ہیں لیکن اس کو ایک لحاظ سے عمومیت دی جاسکتی ہے اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ تمام مومنین جو راتوں میں تلاوت اور نماز شب اور دوسرے عبادت کے امور انجام دیتے ہیں وہ بھی مقام محمود سے اپنا حصہ لیں گے اور اپنے ایمان و اعمال کے اعتبار سے قرب الٰہی تک رسائی حاصل کریں گے یعنی اس کی مخصوص رحمتوں سے فائدہ حاصل کریں گے اور ہم یہ جانتے ہیں کہ ہر مومن اپنے ایمان کے اعتبار سے مقام شفاعت سے ہمکنار ہوگا لیکن اس آیہ کریمہ کے مکمل مصداق صرف ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیؐ کی ذات گرامی ہے[۲]۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مقام محمود جس طرح زیارت عاشورا میں آیا ہے اسی طرح زیارت جامعہ میں بھی آیا ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

"لَكُمُ الْمَوَدَّةُ الْوَاجِبَةُ وَ الدَّرَجَاتُ الرَّفِيْعَةُ وَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ وَ الْمَكَانُ الْمَعْلُوْمُ عِنْدَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَ الْجَاهُ الْعَظِيْمُ وَ الشَّانُ الْكَبِيْرُ وَ الشَّفَاعَةُ الْمَقْبُوْلَةُ"آپ حضرات سے محبت کرنا واجب ہے۔خدائے عزوجل کے

۱۔تفسیر مجمع البیان،ج،۵،درضمن آیہ مذکورہ
۲۔خلاصہ تفسیر نمونہ درضمن آیہ مذکورہ

نزدیک آپ کے بلند درجات، پسندیدہ مقام، عظیم رتبہ، پُرعظمت شان اور مقبول شفاعت ہے۔

زیارت جامعہ کے مذکورہ نورانی فقروں سے یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ مقام محمود میں حضور سرورکائنات کے ساتھ صدیقہ طاہرہ فاطمہ زہراؑ اور ائمہ معصومینؑ بھی شریک ہیں۔ چونکہ ائمہ معصومین علیہم السلام تمام فضائل ومناقب میں حضور سرورکائنات کے مشابہ ہیں فرق صرف منصب کا ہے وہ نبی ہیں اور یہ امام۔ اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولائے کائنات نے خطبہ قاصعہ میں ارشاد فرمایا کہ پیغمبر اسلامؐ نے مجھ سے فرمایا:

''اِنَّكَ تَسْمَعُ مَا اَسْمَعُ وَتَرَىٰ مَا اَرَىٰ اِلَّا اِنَّكَ لَسْتَ بِنَبِيٍّ لٰكِنَّكَ وَزِيْرٌ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خَيْرٍ '' اے علیؑ! جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو۔ فرق صرف اتنا ہے تم نبی نہیں ہو بلکہ (میرے) وزیر جانشین ہو اور یقینا بھلائی کی راہ پر ہو۔

حضور سرورکائنات کے اس فرمان کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ حضرات معصومینؑ چونکہ تمام فضائل و مناقب ومحامد میں ہمارے مشابہ ہیں لہذا ''مقام محمود'' مقام شفاعت میں وہ بھی شریک رسالت ہیں۔ انشاء اللہ روز قیامت محبان اہل بیت ان کی شفاعت سے مستفیض وسرفراز ہوں گے۔

مولا کا محب وزائر، زیارت کے فقروں میں خدا عزوجل سے یہی دعا کرتا ہے کہ وہ مجھے مقام محمود یعنی مقام شفاعت تک پہنچادے۔

❁

''وَاَنْ يَرْزُقَنِي طَلَبَ ثَارِيْ مَعَ اِمَامٍ هُدًى ظَاهِرٍ نَاطِقٍ بِالْحَقِّ مِنْكُمْ ''اے خدا! مجھے نصیب فرما (حسین مظلومؑ) کے خون ناحق کا بدلہ لینا اس امام کے ساتھ جو رہبر، غالب، حق بیان کرنے والا، آپ کی اولاد میں سے ہے۔

زیارت عاشورا میں امام عصر علیہ السلام کے ساتھ امام حسینؑ کے خون ناحق کا بدلہ لینے کی دلی تمنا کا اظہار دعا کے انداز میں دو جگہ ہوا ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ امام زمانہؑ کے ساتھ حسین مظلومؑ کے خون ناحق کا بدلہ لینے کا شرف بے حد عظیم ہے۔ پہلی دعا میں ہے:

''اَنْ يَرْزُقَنِي طَلَبَ ثَارِكَ مَعَ اِمَامٍ مَنْصُوْرٍ مِنْ اَهْلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ'' (اے مظلوم آقا! خداوند عالم) مجھے آپ کے خون ناحق کا بدلہ لینے والوں مین قرار دے۔ اس امام منصور کے ساتھ جو اہل بیت محمدؐ میں ہوں گے۔

اور دوسری دعا میں ہے:

''اَنْ يَرْزُقَنِي طَلَبَ ثَارِيْ مَعَ اِمَامٍ هُدًى ظَاهِرٍ نَاطِقٍ بِالْحَقِّ مِنْكُمْ''
(خداوندا!) مجھے اس امام کے ساتھ حسین مظلومؑ کے خون کا بدلہ لینا نصیب فرما جو رہبر، غالب، حق ظاہر کرنے والا، آپ کی اولاد میں سے ہے۔

ہم زیارت کے مذکورہ فقروں میں جس عظیم شرف کے حصول کی تمنا کرتے ہیں انشاء اللہ اسی زیارت عاشورا کی برکت سے وہ تمنا ضرور پوری ہوگی۔ زیارت کے مذکورہ فقروں سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ ایک ایسا وقت آئے گا جب وارث حسینؑ اپنے جد کے خون ناحق کا بدلہ لینے کے لیے غیبت کے پردہ سے آئے گا اور باطل کا اندھیرا چھٹے گا۔ حق کی صبح نمودار ہوگی اور حسینیت کا سورج اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ چمکے گا۔ یہاں یہ بات بھی

یاد رکھنا چاہیے کہ عاشور سے امام قائمؑ کا بڑا گہرا ربط ہے۔ حضرت کا ظہور اسی دن ہوگا جس دن امام حسینؑ شہید کیے گئے۔ اس سلسلے میں روایتیں ملاحظہ فرمائیں:

امام قائم(عج) کا ظہور عاشور کے دن

ابوبصیر سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''یَقُوْمُ الْقَائِمُ یَوْمَ عَاشُوْرَا'' امام قائمؑ عاشور کے دن ظہور فرمائیں گے(۱)۔

ایک دوسری روایت میں ابوبصیر سے مروی ہے:

''یَقُوْمُ الْقَائِمُ یَوْمَ عَاشُوْرَا یَوْمَ قُتِلَ فِیْهِ الْحُسَیْنُ ابْنُ عَلِي عَلَیْهِمَا السَّلَامُ'' روز عاشور جس دن امام حسینؑ کو شہید کیا گیا اسی دن امام قائمؑ کا ظہور ہوگا(۲)۔

اور علی بن مہزیار سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''کَاَنِّیْ بِالْقَائِمِ یَوْمَ عَاشُوْرَاء یَوْمَ السَّبْتِ قَائِمًا بَیْنَ الرُّکْنِ وَ الْمَقَامِ بَیْنَ یَدَیْهِ جِبْرَئِیْلُ یُنَادِیْ اَلْبَیْعَةُ لِلّٰهِ فَیَمْلَاُهَا عَدْلاً کَمَا مُلِئَتْ ظُلْماً وَ جَوْراً'' گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ امام قائمؑ روز عاشورا شنبہ کے دن رکن و مقام کے درمیان کھڑے ہیں اور ان کے سامنے حضرت جبرئیل اعلان کر رہے ہیں کہ ''اللہ کے لیے ان کی بیعت کرو یہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح ظلم و جور سے بھری تھی''(۳)۔

۱۔ غیبت نعمانی۔ ج، ۲۸۲

۲۔ غیبت طوسی ۴۵۲

۳۔ غیبت طوسی، ۲۷۴

منتظرین امام کو بشارت

مفضل بن عمر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم آپس میں امام قائمؑ اور ان کے ظہور کے انتظار کرنے والے اپنے ان ساتھیوں کا تذکرہ کر رہے تھے جو مر چکے تھے۔ اس وقت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''اِذَا قَامَ اَتَی الْمُؤمِنَ فِی قَبْرِہٖ فَیُقَالُ لَہٗ یَا ھٰذَا قَدْ ظَھَرَ صَاحِبُکَ'' جب امام ظہور فرمائیں گے تو ہر مومن کی قبر میں کوئی آ کر کہے گا: اے شخص! ترے امام نے ظہور فرمایا۔ اگر تو ان کے ساتھ ملحق ہونا چاہے تو ملحق ہو جا اور اگر چاہے تو یہیں اللہ کے فضل وکرامت کے سائے میں قیام کر۔

حقیر نے وثوق صحت کی بنا پر زیارت عاشورا کے فقروں کو ثقۃ المحدثین مرحوم حاج شیخ عباس قمیؒ طاب ثراہ کی مشہور کتاب ''مفاتیح الجنان'' سے نقل کیا ہے۔ جنہوں نے اس کتاب کی تالیف میں انتہائی زحمت اٹھائی ہے اور بے حد دقت نظر سے کام لیا ہے۔ کتاب ''کامل الزیارات'' میں تھوڑا لفظی فرق ہے جیسے ''کامل الزیارات'' میں لفظ امام کے ساتھ ''مھدی'' اور ''ثاری'' کی جگہ ''ثارکم'' ہے اور ''ناطق'' کے ساتھ ''بالحق'' کا لفظ نہیں ہے۔ کامل الزیارات کے فقرے یہ ہیں: ''اَنْ یَرْزُقَنِی طَلَبَ ثَارِیْ مَعَ اِمَامٍ مَھْدِیٍّ نَاطِقٍ''۔

میں نے وضاحت اس لیے کر دی ہے کہ اگر کوئی ''کامل الزیارات'' سے نقل کی ہوئی زیارت پڑھے تو وہ اس کے صحیح ہونے اور نہ ہونے میں مشتبہ نہ ہونے پائے۔ ہمیں چاہیے کہ نقل کرنے والے علمائے کرام پر اعتماد و بھروسہ کرتے ہوئے اپنے تئیں صحیح سمجھ کر پڑھیں۔

"وَاَسْئَلُ اللهَ بِحَقِّكُمْ وَبِالشَّأْنِ الَّذِیْ لَكُمْ عِنْدَهُ" میں خدا سے دعا کرتا ہوں آپ کے اس حق اور اس شان کا واسطہ دے کر جو اس خدا کے نزدیک حاصل ہے۔

پیش خدا اہل بیت رسالت کی رفعت وشان

خدا کے نزدیک اہل بیت کی رفعت وعظمت کیا ہے ہم خاکی و خاطی بشر اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے بس یہ سمجھیے کہ مشیت ان کے بارے میں یہ کہہ رہی ہے: "وَمَا تَشَاۤئُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّشَاۤءَ اللهُ" تم لوگ کچھ بھی نہیں چاہتے جب تک خدا کو منظور نہ ہو(۱)۔اسی لیے امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: "نَحْنُ مَشِیَّةُ اللهِ" ہم ہی اللہ کی مشیت اور اس کا ارادہ ہیں۔اس بات کی تصدیق زیارت جامعہ کے ان فقروں سے بھی ہوتی ہے:

"بِكُمْ فَتَحَ اللهُ وَ بِكُمْ یَخْتِمُ وَ بِكُمْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَ بِكُمْ یُمْسِكُ السَّمَاۤءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ وَ بِكُمْ یُنَفِّسُ الْهَمَّ وَ یَكْشِفُ الضُّرَّ وَ عِنْدَ كُمْ مَا نَزَلَتْ بِهٖ رُسُلُهٗ وَ هَبَطَتْ بِهٖ مَلَاۤئِكَتُهٗ اِلٰى جَدِّ كُمْ"

خداوند عالم نے آپ ہی کے ذریعہ آغاز کیا اور آپ ہی ذریعہ اختتام بھی کرے گا اور آپ ہی کے وسیلہ سے پانی برساتا ہے اور آپ ہی کے ذریعہ (قدرت) آسمانوں کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے۔آپ ہی کے ذریعہ وہ (خدائے حکیم) رنج وغم کا علاج کرتا ہے آپ کے پاس وہ سب کچھ ہے جو مرسلین لائے اور جسے ملائکہ نے پہنچایا آپ کے جد بزرگوار کی

۱۔ دہر، آیت ۳۰

طرف (۱)۔

ہمارے سبھی ائمہ اپنی خلقت، اپنی طینت، اپنے نور میں برابر ہیں۔ زیارت جامعہ میں ہے:

''اَنَّ اَرْوَاحَكُمْ وَنُوْرَكُمْ وَطِيْنَتَكُمْ وَاحِدَةٌ'' آپ کے ارواح پاک، آپ کا نور، آپ کی طینت سب ایک ہے۔

لیکن ہاں امام حسینؑ دین و شریعت کی حفاظت میں اپنی بے مثال اور لازوال قربانیوں کے سبب پیش پروردگار ایک امتیازی شان رکھتے ہیں چنانچہ امام حسینؑ کے حرم مطہر کے اعمال میں یہ فقرہ ملتا ہے:

''فَاِنَّ لَكَ عِنْدَاللهِ جَاهًا وَ قَدْرًا وَمَنْزِلَةً رَفِيْعَةً'' (۲)۔ آپ خدا کے نزدیک بلندترین قدرومنزلت کے حامل ہیں۔

مگر میں یہاں پر یہ کہنے کی یہ جسارت نہیں کرسکتا کہ ہمارے دیگر اماموں میں اتنی عظیم قربانی دینے کا حوصلہ نہ تھا بلکہ بدرجہ اتم تھا۔ وہ بھی وہ ساری قربانیاں دے سکتے تھے جو امام حسینؑ نے دیں مگر اسے کیا کہیے کہ پیش پروردگار یہ امتحانات اور یہ قربانیاں امام حسینؑ ہی کی ذات سے مخصوص تھیں اور امام حسینؑ نے عالم معنی میں مشیت سے جو وعدہ کیا اسے پورا کر دکھایا۔

مصائب و آلام کا طوفان اور تین دن کی جان لیوا بھوک و پیاس اور اس پر اپنے باوفا اصحاب و انصار اور جگر کے ٹکڑوں کی خوں بھری لاشوں کو اٹھانا اور پھر اپنے سارے غم و

۱۔ رجوع کریں زیارت جامعہ
۲۔ مفاتیح الجنان ص ۷۶۵

الم کو بھلا کر اپنے دل کو خدا کے علاوہ ہر ایک کی محبت سے خالی کر کے اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جانا بندگی کی یہ وہ مثالی کیفیتیں تھیں جن پر بندگی خود نازاں تھی اور انبیاء وفرشتے محو حیرت تھے۔اسی طاعت و بندگی کی کیفیت کو میر تقی میرؔ نے اپنے اس شعر میں پیش کی ہے۔

زیر شمشیر ستم میر تڑپنا کیسا　　　سر بھی تسلیم محبت میں ہلایا نہ گیا

ان ہولناک حالات و کیفیات میں ایسا سجدہ نہ کسی ساجد سے ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ بارگاہ معبود میں حسین ابن علیؑ کا یہ وہ یادگار سجدہ ہے جس سے دین اسلام کو ایسی سر بلندی نصیب ہوئی کہ اس کے بعد آج تک پرچم اسلام نہ سرنگوں ہوا ہے اور نہ قیامت تک سرنگوں ہوگا۔اسی طرح عزائے سید الشہداء کا یہ نورانی سلسلہ بھی نہ کبھی رکا ہے اور نہ قیامت تک رکے گا۔اس لیے کہ حدیث قدسی میں ہے کہ مشیت کا ارشاد ہے:

”عَبۡدِیۡ اَطِعۡنِی اَجۡعَلۡكَ مَثَلِی اَنَا حَیٌّ لَا اَمُوۡتُ اَجۡعَلُكَ حَیًّا لَا تَمُوۡتُ(۱)

اے میرے بندے! تو میری اطاعت کر میں تمہیں اپنا مَثَل یعنی اپنے صفات کا مظہر بنا دوں گا۔میں زندہ ہوں میرے لیے موت نہیں ہے میں تجھے بھی ایسا زندۂ جاوید بنادوں گا کہ تجھے بھی موت نہ ہوگی یعنی تیرے ذکر کے ذریعہ تجھے ایسا زندہ جاوید بنا دوں گا کہ زمانے سے تیرا ذکر کبھی بھی مٹ نہیں پائے گا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ باغ رسالت کے اس پھول نے مصائب و آلام کے سنگین بار کو اپنے دل پر اٹھا کر آیہ”وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ“اس وقت تک اپنے رب کی عبادت کرتے رہیئے جب تک موت نہ آجائے“(۲)۔پر عمل کرتے ہوئے اس

۱۔جواہر السنیہ،ص ۲۹۲

۲۔سورہ حجر آیت ۹۹

شان سے اطاعت پروردگار کی کہ وہ اس حدیث قدسی کے حقیقی مصداق بن گئے مشیت نے بھی اپنے وعدہ کے مطابق انھیں اپنی صفت ''حی'' کا مظہر بنا دیا اور حسین مظلومؑ کے ذکر شہادت کو ایسا دوام بخشا کہ ظالم حکومتوں نے آپ کی شہادت کے بعد سے لے کر آج تک ایڑی چوٹی کا زور لگایا، پانی کی طرح پیسے بہائے، خزانوں کے منھ کھول دیئے، بدعت کے فتوے لگوائے کہ کسی طرح سے ذکر حسین اور ذکر کربلا زمانے سے مٹ جائے مگر وہ حکومتیں آج تک اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکیں اور نہ قیامت تک کامیاب ہوسکیں گی۔ اس لیے کہ اس کی ذمہ داری خود قدرت نے لی ہے: ''اَجْعَلُكَ حَيًّا لَا تَمُوتُ'' میں تیرے ذکر کو زندہ کر کے تمہیں ایسا زندۂ جاوید بنا دوں گا کہ رہتی دنیا تک تیرا ذکر باقی رہے گا۔ شاید اسی حدیث قدسی کو دیکھ کر شاعر انقلاب جوش ملیح آبادی نے یہ شعر کہا ہے:

موت کے سیلاب میں ہر خشک و تر بہہ جائے گا
ہاں فقط نام حسین ابن علیؑ رہ جائے گا

اب اگر کوئی اپنے قطرہ وجود کو حسینیت کے بے کراں سمندر میں ضم کر دے تو اسے بھی سمندر کی بقا کے ساتھ ساتھ دائمی حیات مل جائے گی۔ چنانچہ حدیث نبوی میں ہے:

''مَنْ مَّاتَ عَلٰى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيْدًا'' جو آل محمدؐ کی محبت میں دنیا سے اٹھ جاتا ہے وہ شہید مرتا ہے(۱)۔

زائر امام حسینؑ بہترین اجر و ثواب کا طالب

''اَنْ يُّعْطِيَنِىْ بِمُصَابِىْ بِكُمْ اَفْضَلَ مَا يُعْطِىْ مُصَابًا بِمُصِيْبَتِهٖ'' وہ (خدا)

۱۔ تفسیر کشاف ج ۴ ص ۲۱۹

مجھے آپ کی مصیبت میں سوگوار ہونے کی وجہ سے وہ بہترین اجر و ثواب عنایت فرمائے جو کسی مصیبت زدہ کو کسی مصیبت میں دیتا ہے۔

خداوند عالم جب بھی کسی بندۂ مومن کو آزمائشوں میں مبتلا کرتا ہے تو اس کو مصائب کی کیفیات کے اعتبار سے ثواب دیتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو مصائب بھی ایمان کے لحاظ سے اپنی الگ الگ نوعیت رکھتے ہیں جیسے کسی بندۂ مومن کی مصیبت و آزمائش کسی نبی و رسولؐ کے مصائب کے بنسبت کم ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادقؑ کی حدیث مبارکہ میں ہے:

''اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ بَلاَءً اَلْاَنْبِیَاءُ''لوگوں میں سب سے سخت آزمائشیں انبیاء کی ہوتی ہیں (۱)۔

اسی طرح نبی و رسول کے مصائب ہمارے ائمہ معصومینؑ کے مصائب کی بنسبت کم ہیں اور ائمہ معصومین کے مصائب امام حسینؑ کے عظیم مصائب کے سامنے کم ہیں۔ چنانچہ علامہ دبیرؔ اعلی اللہ مقامہ نے مصائب کے بار گراں کو اٹھانے کے سلسلے میں دلبند فاطمہ زہراؑ حضرت امام حسینؑ کی انفرادیت کو اپنے شعر میں اس طرح پیش کیا ہے۔

یہ داغ کس نبی نے سہے کس رسول نے
غم کے پہاڑ اٹھا لیے زہراؑ کے پھول نے

اب مصائب کی کیفیات کے اعتبار سے ہر ایک کا اجر و ثواب بھی الگ الگ ہوگا۔ ایک بندۂ مومن کا اجر و ثواب اس کی مصیبت کے اعتبار سے ہوگا۔ انبیاء و مرسلین کا ان کے لحاظ سے ہوگا۔ ائمہ معصومینؑ کے ثواب کے مدارج ان کے مصائب کے اعتبار سے ہوں گے۔ امام حسینؑ کے اجر و ثواب کے مراتب و درجات ان کے مصائب کی مناسبت سے ہوں

۱۔ منتخب میزان الحکمت، ص ۸۲

گے۔ چنانچہ جب ہم روایات واحادیث کی روشنی میں امام حسینؑ پر پڑنے والے سنگین مصائب کو دیکھتے ہیں تو مخلوقات عالم میں بلا استثنا سب کے مصائب امام حسینؑ کے عظیم مصائب کے سامنے چھوٹے اور کم نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء و مرسلین اور حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام نے اپنی ذات پر پڑنے والے تمام مصائب پر مظلوم کربلا کے عظیم مصائب کو بیحد ترجیح دی ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ وہ اپنے اپنے مصائب کو بھلا کر مظلوم کربلا کے پر درد مصائب کو یاد کر کے زندگی بھر رویا کیے۔اب اگر زائر زیارت پڑھتے ہوئے زیارت کے فقروں میں یہ کہے:

”اے پالنے والے مجھے مولا حسینؑ کی مصیبت میں سوگوار ہونے کی وجہ سے وہ بہترین اجر وثواب عنایت فرما جو کسی مصیبت زدہ کو کسی مصیبت میں دیتا ہے“

تو اسے یہ حق حاصل ہے۔اس لیے کہ امام مظلوم کی عظیم مصیبت میں سوگوار ہونے کا اجر وثواب کسی مومن کا اپنی مصیبت میں سوگوار ہونے کے اجر وثواب سے بہت بلند ہے۔ کیوں کہ تاریخ عالم میں جناب آدم کی خلقت سے لے کر آج تک کربلا کی مصیبت سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں لہٰذا مولا حسینؑ کے سوگوار سے بڑھ کر کوئی بھی سوگوار نہیں ہے۔

❁

''مُصِیْبَةً مَا اَعْظَمَهَا وَ اَعْظَمَ رَزِیَّتَهَا فِی الْاِسْلَامِ وَ فِیْ جَمِیْعِ السَّمٰوٰاتِ وَ الْاَرْضِ'' واحسرتاه! کتنی عظیم مصیبت ہے اسلام (اور مسلمانوں کے لیے) اور تمام زمین وآسمان میں رہنے والوں کے لیے۔

زیارت عاشورا میں مظلوم کربلاؑ کی عظیم ترین مصیبت کا ذکر خصوصیت سے دو جگہ کیا گیا ہے ایک تو یہ جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں اور دوسرے زیارت عاشورا کے شروع میں سید الشہداءؑ پر سلام کے چند فقروں کے بعد آپ کی جانسوز مصیبت کا ذکر ان لفظوں میں ہے:

''یَا اَبَا عَبْدِاللّٰهِ لَقَدْ عَظُمَتِ الرَّزِیَّةُ وَجَلَّتْ وَعَظُمَتِ الْمُصِیْبَةُ بِكَ عَلَیْنَا وَ عَلٰی جَمِیْعِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ وَ جَلَّتْ وَ عَظُمَتْ مُصِیْبَتُكَ فِی السَّمٰوٰاتِ عَلٰی جَمِیْعِ اَهْلِ السَّمٰوٰاتِ''

زیارت پڑھنے والا اپنے امام سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے: اے آقا حسینؑ! آپ کی یہ (جانکاہ) مصیبت بہت بڑی ہے اور بہت گراں ہے (خود) ہمارے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے، اے مولا! آپ کی یہ مصیبت، عظیم اور بیحد گراں ہے آسمان والوں پر

اگر دیکھا جائے تو اس غم کا اثر دنیا کی ہر چیز پر پڑا اور ہر شئی نے غریب کربلا کا اپنے اپنے انداز میں غم منایا، غم والم کی اس پر درد اور اشک فشانی کی کیفیت کو امام محمد باقرؑ کی اس حدیث میں ملاحظہ فرمائیں جس میں آپ فرماتے ہیں:

''بَکَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ وَالطَّیْرُ وَالْوَحْشُ عَلَی الْحُسَیْنِ ابنِ عَلِی عَلَیْهِمَا السَّلَامُ حَتّٰی ذَرَفَتْ دُمُوْعُهَا''(۱)۔ (امام حسینؑ کی پر درد شہادت کے غم میں)

۱۔ کامل الزیارات، ص ۲۵۱

جن وانس، درندے و پرندے، اتنا متاثر ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''اِنَّ اَبَا عَبْدِاللهِ الْحُسَيْنُ ابْنُ عَلِي لَمَّا مَضَىٰ بَكَتْ عَلَيْهِ السَّمٰوَاتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُوْنَ السَّبْعُ وَمَا فِيْهِنَّ وَمَا بَيْنَهُنَّ وَ مَنْ يَّنْقَلِبُ عَلَيْهِنَّ وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ وَمَا خَلَقَ رَبُّنَا وَمَا يَرَىٰ وَمَالَا يُرىٰ'' جب حسین ابن علیؑ شہید ہوئے تو ساتوں آسمان اور ساتوں زمین اور ان میں اور ان دونوں کے درمیان (رہنے والی) مخلوق اور جو ان پر چلتی پھرتی ہیں (یہاں تک کہ) جنت وجہنم اور وہ ساری مخلوق جس کو اللہ نے خلق کیا ہے چاہے وہ دکھائی دیتی ہوں یا دکھائی نہ دیتی ہوں وہ سب (اپنے اپنے) انداز میں روئیں(۱)۔

ایک دوسری حدیث میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''يَازُرَارَة! اِنَّ السَّمَاءَ بَكَتْ عَلَى الْحُسَيْنِ أَرْبَعِيْنَ صَبَاحاً بِالدَّمِ'' اے زرارہ! حسینؑ مظلوم پر چالیس صبح آسمان خون کے آنسو رویا۔

''وَاِنَّ الْأَرْضَ بَكَتْ أَرْبَعِيْنَ صَبَاحاً بِالسَّوَادِ'' اور زمین نے چالیس صبح حسین مظلوم کے غم میں سیاہ (لباس پہن کر) گریہ کیا۔

''وَ اِنَّ الشَّمْسَ بَكَتْ أَرْبَعِيْنَ صَبَاحاً بِالْكُسُوْفِ وَ الْحُمْرَةِ'' اور سورج (آفتاب امامت میں گہن لگنے پر) چالیس صبح گہن میں رہ کر سرخیوں سے رویا۔

''وَاِنَّ الْجِبَالَ تَقَطَّعَتْ وَانْتَثَرَتْ'' پہاڑ (اس خونبار غم کے صدمہ سے) ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور بکھر گئے۔

''وَاِنَّ الْبِحَارَ تَفَجَّرَتْ'' اور دریا (شدت غم سے جوش میں آکر) ابلنے لگے۔

۱۔ کامل الزیارات، ص ۲۵۶

''وَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ بَكَتْ أَرْبَعِيْنَ صَبَاحاً عَلَى الْحُسَيْنِ ''اورفرشتے (شہادت کا خونی منظر دیکھ کر) چالیس صبح حسینؑ پر روئے(۱)۔

اور امام رضاؑ نے شبیب کے فرزند سے فرمایا:

''لَقَدْ بَكَتِ السَّمٰوَاتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُوْنَ لِقَتْلِهٖ وَلَقَدْ نَزَلَ اِلَى الْاَرْضِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ اَرْبَعَةُ آلَافٍ لِنَصْرِهٖ فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُمْ فَهُمْ عِنْدَ قَبْرِهٖ شُعْثٌ وَ غُبْرٌ اِلٰى اَنْ يَّقُوْمَ الْقَائِمُ فَيَكُوْنُوْنَ مِنْ اَنْصَارِهٖ وَشِعَارُهُمْ يَا لَثَارَاتِ الْحُسَيْنِ ''امام حسینؑ کی مظلومانہ شہادت پر ساتوں آسمان و زمین روئے اور چار ہزار فرشتے ان کی نصرت کے لیے زمین پر اترے مگر انھیں اجازت نہیں ملی۔ وہ فرشتے اسی وقت سے آپ کی قبر پر عالم سوگ ہیں۔ قائم آل محمدؑ کے ظہور تک اسی حالت میں رہیں گے اور ظہور کے وقت وہ فرشتے ان کے انصار میں شامل ہوں گے اس وقت ان کا شعار ہوگا ''یَا لَثَارَاتِ الْحُسَيْنِ''(۲)۔

امام حسینؑ پر آسمان و زمین کا گریہ

سلسلہ رواۃ کے ذکر کے ساتھ ابراہیم نخعی کا بیان ہے کہ مولائے کائنات حضرت علیؑ بیت الشرف سے مسجد میں تشریف لائے۔ اصحاب آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے اتنے میں امام حسینؑ داخل مسجد ہوئے اور حضرت کے سامنے کھڑے ہو گئے اور حضرت نے اپنا دست مبارک آپ کے سر پہ رکھا اور فرمایا بیٹا: خدا نے قرآن میں بعض قوموں کی اس طرح ملامت کی ہے: ''فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ'' خدا کی قسم تو میرے بعد قتل کیا

۱۔ کامل الزیارات، ص: ۸۱۔ و مستدرک الوسائل جلد ۱، ص: ۳۱۴

۲۔ عیون اخبار رضا، ج۱، ص ۲۰۵ باب ۲۸

جائے گا۔ ''ثُمَّ تَبۡکِیۡكَ السَّمَاءُ وَالۡاَرۡضُ'' تجھ پر آسمان وزمین روئیں گے(۱)۔

عبد اللہ ابن ہلال کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حسین ابن علیؑ اور یحییٰ بن ذکریا پر آسمان رویا ہے اور ان کے علاوہ کسی پر نہیں رویا۔ میں نے پوچھا: آسمان کس طرح رویا؟۔ فرمایا: چالیس دن تک سورج نہیں نکلا اور جب سورج نکلا تو سرخی لے کر اور ڈوبا بھی سرخی لے کر ''فَقُلۡتُ فَذَاكَ بُكَاؤُهَا قَالَ نَعَمۡ'' میں نے پوچھا: کیا آسمان کا گریہ یہی ہے؟ فرمایا: ہاں (۲)۔

علمائے اہلسنت نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں امام حسینؑ کی پر درد شہادت اور اس عظیم مصیبت پر زمین و آسمان میں رونما ہونے والے واقعات کو تفصیل سے لکھا ہے۔

چنانچہ اہلسنت کے جید عالم عبد الرحمن سیوطی اپنی کتاب ''تاریخ الخلفاء'' میں لکھتے ہیں:

''لَمَّا قُتِلَ الۡحُسَیۡنُ مَکَثَتِ الدُّنۡیَا سَبۡعَةَ اَیَّامٍ وَالشَّمۡسُ عَلَی الۡحِیۡطَانِ کَالۡمَلَاحِفِ الۡمُعَصۡفَرَةِ وَالۡکَوَاکِبُ یَضۡرِبُ بَعۡضُهَا بَعۡضًا وَ کَانَ قَتۡلُهٗ یَوۡمَ عَاشُوۡرَاءَ وَ کَسَفَتِ الشَّمۡسُ ذَالِكَ الۡیَوۡمُ وَاِحۡمَرَّتۡ آفَاقُ السَّمَاءِ سِتَّةَ اَشۡهُرٍ بَعۡدَ قَتۡلِهٖ ثُمَّ لَازَالَتِ الۡحُمۡرَةُ تُرٰی بَعۡدَ ذَالِكَ الۡیَوۡمِ وَلَمۡ تَکُنۡ تُرٰی فِیۡهَا قَبۡلَهَا'' جب امام حسینؑ شہید ہوئے تو سات دن تک دنیا کی یہ حالت رہی کہ جب سورج نکلتا تو دیواروں پہ اس کی دھوپ زرد رنگے ہوئے کُرتے کے مانند، زعفرانی رنگ کی دکھائی دیتی (یعنی آفتاب امامت کے گہن میں آنے کے سبب آفتاب کا رنگ بھی زرد پڑ گیا تھا) ستارے ایک دوسرے سے ٹکراتے تھے (حالانکہ اس سے پہلے

۱۔ کامل الزیارات، باب ۲۸، ص: ۱۸۰

۲۔ کامل الزیارات، ج ۲۸، ص ۱۸۱

اور بعد کبھی ایسا نہیں ہوا) آپ عاشور کے دن شہید ہوئے تو اسی دن سورج کو گہن لگا (حالانکہ کی سورج کو دسویں تاریخ میں کبھی گہن نہیں لگتا) آسمان کے چاروں طرف چھ مہینے تک سرخی محسوس ہوتی رہی جو بعد میں ہمیشہ قائم ہوگئی (گویا آسمان غم حسینؑ میں خوں کے آنسو رویا(۱)۔

ثعلبی نے روایت کی ہے کہ:

''اِنَّ السَّمَاءَ بَکَتْ وَ بُکَائُهَا حُمْرَتُهَا'' آسمان حسینؑ پر رویا اور اس کا رونا یہی تھا کہ وہ سرخ ہوگیا۔

اور ابن حجر نے بھی لکھا ہے کہ'' اطراف آسمان چھ مہینے تک سرخ رہے''۔ابن سیرین نے بیان کیا ہے کہ'' جو سرخی شفق کے ساتھ پیدا ہوتی ہے وہ امام حسینؑ کی شہادت سے پہلے نہ تھی''۔گویا آج تک آسمان مظلوم کربلا کی مظلومیت پر سرخی کا اظہار کر کے اشک بہاتا ہے:

''اِنَّ السَّمَاءَ اِحْمَرَّتْ لِقَتْلِهٖ وَ اِنْکَسَفَتِ الشَّمْسُ حَتّٰی بَدَتِ الْکَوَاکِبُ نِصْفَ النَّهَارِ وَ ظَنَّ النَّاسُ اَنَّ الْقِیَامَةَ قَدْ قَامَتْ'' آسمان آپ کی شہادت کے سبب سرخ ہوگیا اور سورج کو ایسا گہن لگا کہ دو پہر کو ستارے دکھائی دینے لگے لوگوں کو لگا جیسے قیامت آگئی (۲)۔

''ضَرَبَتِ الْکَوَاکِبُ بَعْضَهَا بَعْضًا'' ستارے اس غم کے صدمہ سے ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔

۱۔تاریخ الخلفاء، ج۱،ص ۱۸۵

۲۔صواعق محرقہ لابن حجر،ص ۱۹۴

ابوسعید نے بیان کیا ہے کہ زمین غم حسین میں اس طرح روئی کہ:

''لَمْ یُرْفَعْ حَجَرٌ فِی الشَّامِ اَوِ الدُّنْیَا اِلَّا رُءِیَ تَحْتَهٗ دَمٌ عَبِیْطٌ'' ملک شام یا دنیامیں کوئی بھی پتھر نہیں اٹھایا گیامگر یہ کہ اس کے نیچے سے تازہ خون نکلا (۱)۔

''رُوِیَ عَنْ اِبْنِ سِیْرِیْن اِنَّ الدُّنْیَا اَظْلَمَتْ ثَلاَثَةَ اَیَّامٍ ثُمَّ ظَهَرَتِ الْحُمْرَةُ فِی السَّمَاءِ'' ابن سیرین کہتے ہیں دنیا غم حسین میں تین دن تک تیر و تار (اندھیری) رہی اس کے بعد آسمان پر سرخی نمودار ہوئی (۲)۔

گروہ جن نے بھی امام حسینؑ پرنوحہ کیا۔ چنانچہ ابونعیم نے کتاب ''دلائل'' میں ام سلمیٰ سے روایت کی ہے کہ ام سلمہ کا بیان ہے:

''سَمِعْتُ الْجِنَّ تَبْکِی عَلٰی حُسَیْنٍ وَ تَنُوْحُ عَلَیْهِ'' میں نے جنوں کو روتے ہوئے اور امام حسینؑ پرنوحہ پڑھتے ہوئے سنا ہے(۳)۔

یہ وہ باتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مظلوم کربلاؑ کی شہادت نے دنیا میں وہ اثر پیدا کیا جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔

امام محمد باقر علیہ السلام کی زبان مبارک سے نکلا ہوا زیارت کا یہ فقرہ اسی قیامت خیز عظیم مصیبت کی ترجمانی کر رہا ہے۔

۱۔صواعق محرقہ لابن حجر،ص ۱۹۲

۲۔صواعق محرقہ لابن حجر،ص ۱۹۲

۳۔تاریخ الخلفاء، ج۱،ص ۱۸۵

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِی فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا مِمَّنْ تَنَالُهُ مِنْكَ صَلَوَاتٌ وَّ رَحْمَةٌ وَّ مَغْفِرَةٌ" خدایا! مجھے اس زیارت کے مرحلہ میں ایسے لوگوں میں قرار دے جن پر تیری صلوات و رحمت اور مغفرت ہے۔

زائر امام حسینؑ زیارت کے اس جملہ میں خدائے متعال سے اپنے کو ان لوگوں میں قرار دیئے جانے کی دعا کر رہا ہے جو اپنے ایمان، نیک اعمال اور الٰہی آزمائشوں میں صبر و استقامت کے سبب خدائے رحمان کی طرف سے صلوات (عنایات) و رحمت اور مغفرت کے مستحق ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد الٰہی ہے:

"وَ لَنَبْلُوَنَّكُم بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَ الْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُصِیْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُونَ اُولٰئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ وَ اُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ (۱)" اور ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے ضرور آزمائیں گے۔ اے رسولؐ! (آپ) ایسے صبر کرنے والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت آپڑی تو وہ (بے ساختہ) بول اٹھے ہم تو خدا کے ہی ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کے جانے والے ہیں۔ خوش خبری دیدو کہ انھیں لوگوں پر ان کے پروردگار کی طرف سے عنایتیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

یہ آیت زیارت عاشورا کے مضمون سے بیحد مناسبت رکھتی ہے خصوصاً اس جملہ "مِمَّنْ تَنَالُهُ مِنْكَ صَلَوَاتٌ وَّ رَحْمَةٌ وَّ مَغْفِرَةٌ" کا قرآنی آیت سے مضبوط تعلق ہے۔ یاد رہے

۱۔ سورہ بقرہ آیت ۱۵۵،۱۵۶

قرآن مجید اور زیارت عاشورہ میں صلوات اور رحمت کا استعمال ایک ساتھ ہے اور یہاں یہ بات قابل غور رہے کہ لفظ ''صلوات''، جمع اور لفظ ''رحمت'' واحد استعمال ہوا ہے جو دو الگ الگ چیزوں کی طرف واضح اشارہ کر رہا ہے۔

چنانچہ اس سلسلے میں علامہ محمد حسینؒ طباطبائی اپنی بے مثال تفسیر ''تفسیر المیزان'' میں فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

''آیہ کریمہ میں غور وفکر کے بعد یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صلوات و رحمت ایک حوالہ سے دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اسی لیے لفظ صلواۃ کو جمع کے صیغہ صلوات اور لفظ رحمت کو واحد کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے چنانچہ ایک مقام پر یوں اشارہ ہوتا ہے: ''هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَ مَلَآئِکَتُهٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ وَ کَانَ بِالْمُوْمِنِیْنَ رَحِیْمًا[1] وہ وہی ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی، تا کہ تمہیں وہ اندھیروں سے نکال کر (ایمان کے) نور کی طرف لے جائے اور وہ مومنین کے ساتھ رحیم ہے۔

اس آیہ کریمہ سے معلوم ہوا کہ ''کَانَ بِالْمُوْمِنِیْنَ رَحِیْمًا'' کے الفاظ آیہ ''هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ'' کی علت کے طور پر ہیں۔ لہٰذا آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ خدا تم پر صلوات (درود) بھیجتا ہے اور ایسا کرنا اس رحیم و کریم کی ذات سے لازم ہے کیونکہ اس کا معمول ہی مومنین پر رحمت نازل کرنا ہے اور چونکہ تم مومن ہو اس لیے اس کے سزاوار ہو کہ وہ تم پر درود بھیجے تا کہ اس کی رحمت تمہارے شامل حال ہو جائے۔ اس وجہ سے صلوات و رحمت کا ایک دوسرے سے وہی تعلق ہے جو مقدمہ اور ذی المقدمہ کا ایک دوسرے سے ہوتا ہے جیسے متوجہ

۱۔ سورہ احزاب ۴۳

ہونے کا تعلق دیکھنے سے اور آگ میں ڈالے جانے کا تعلق جلا دینے سے یعنی کسی کو دیکھنے کے لیے اس کی طرف رخ کرنا ضروری ہے تو یہ رخ کرنے کا عمل ''مقدمہ''اور دیکھنے کا عمل ''ذی المقدمہ'' کہلائے گا یا جیسے کسی چیز کو جلانے کے لیے آگ میں ڈالنا ''مقدمہ'' ہے اور اس کا جلانا ''ذی المقدمہ'' ہے۔اسی طرح صلوات (درود بھیجنا) مقدمہ اور رحمت ''ذی المقدمہ'' ہے۔ یہ بات اس معنی سے بھی مناسبت رکھتی ہے جو صلوات کے لیے بیان کیا گیا یعنی صلوات کے معنی میلان اور توجہ کے ہیں اور اس معنی کا تعلق اس میں پائی جانے والی نسبت سے بھی ہے جیسے اگر صلوات کی نسبت خدا کی طرف ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ اپنے بندہ پر رحمت نازل کرتا ہے یعنی نزول رحمت کے ساتھ اس کی توجہ اور میلان بھی شامل ہے۔

اسی طرح اگر صلوات کی نسبت فرشتوں کی طرف ہو تو میلان و توجہ کے معنی انسان تک خدا کی رحمت پہنچانے کا وسیلہ ہوتا ہے اور اگر صلوات کی نسبت مومنین کی طرف ہو تو اس کے معنی خدا کی بارگاہ میں اظہار بندگی کرتے ہوئے طلب رحمت کرنا ہے۔ بہر حال ان تمام معانی کو نظر میں رکھتے ہوئے یہ بھی نگاہ میں رہے کہ نسبتوں کے بدلنے سے معانی کا بدلنا رحمت کے خلاف نہیں ہے۔

دوسرے لفظوں میں یہ کہا جائے کہ صلوات سے مراد دنیا میں نفسانی و روحانی کمالات کا حاصل ہونا ہے اور رحمت سے مراد اُخروی کمال اور درجات کی بلندی ہے۔اسی لیے کہا گیا ہے: ''فَالرَّحْمَةُ اَلنِّعْمَةُ عَلَى الْمُحْتَاجِ وَ كُلُّ اَحَدٍ يَحْتَاجُ اِلَى نَعْمَةِ اللهِ فِي الدُّنْيَا وَ عُقْبَاهُ''محتاج کے لیے رحمت نعمت کی حیثیت رکھتی ہے اور ہر ایک اپنی دنیا و آخرت میں اللہ کی نعمت کا محتاج ہے(۱)۔

زیارت عاشورا کے مذکورہ فقروں میں رحمت کے ساتھ مغفرت بھی ہے مگر آیہ

۱۔تفسیر مجمع البیان، سورہ بقرہ در ضمن آیہ ۱۵۶

''أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ''میں لفظ ''مغفرت '' نہیں ہے۔لیکن دوسری آیات میں لفظ ''مغفرت '' ہے جو ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کے لیے مخصوص ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:

''وَعَدَاللهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَاَجْرٌ عَظِيْمٌ ''(۱)

اور جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے (اچھے) کام بھی کیے خدا نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان کے لیے (آخرت) میں مغفرت (بخشش) اور بڑا ثواب ہے۔

زیارت کے مذکورہ فقروں میں زائر کا خداوند عالم سے اپنے کو ان لوگوں میں قرار دیئیے جانے کی دعا کرنا جن پر خدا کی طرف سے صلوات (الہی عنایات) اور رحمت ہے تقاضہ کرتا ہے کہ وہ بھی ایمان اور اچھے اچھے کام کرنے کے ساتھ ساتھ آزمائشوں میں امام حسینؑ کے مثالی صبر کو یاد کر کے اپنے اندر بھی صبر واستقامت کی قوت پیدا کرے اور اس سخت کام میں خدائے متعال سے مدد مانگے۔اس لیے کہ واللہ المستعان وہی وہ ہے جس سے مدد لی جاسکتی ہے۔تا کہ وہ بھی زیارت عاشورا کے پیغام،ایمان وعمل صالح اور الہی آزمائشوں پر صبر کرنے کے سبب ان لوگوں میں قرار دیا جاسکے جو اہل ایمان اور صبر کرنے والوں کا مخصوص حصہ ہے۔ یہ درجہ اگر چہ بہت بلند ہے مگر زائر اپنے ایمان وعمل صالح اور صبر کے اعتبار سے اس عظیم مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے۔

دہن معصوم سے نکلے ہوئے یہ فقرے زائر کے عقیدے میں مضبوطی اور عمل کرنے کی توفیق کے ساتھ آزمائشوں میں قوت صبر وسکون فراہم کرتے ہیں بشرطیکہ کہ زائر سوز دل اورخلوص کے ساتھ ان فقروں کو زبان پر جاری کرے۔

۱۔سورہ مائدہ آیت ۹

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ مَحْیَایَ مَحْیَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَّمَمَاتِی مَمَاتَ مُحَمَّدٍوَّ آلِ مُحَمَّدٍ" خدایا میری زندگی محمد و آل محمدؑ جیسی زندگی اور میری موت کو ان کے جیسی قرار دے۔

حیات محمد و آل محمدؐ

پروردگار کی پسندیدہ اور کامیاب زندگی وہی ہے جو پاکیزہ ہو جسے قرآن نے حیات طیبہ سے تعبیر کیا ہے۔ جس کا قرآنی معیار، ایمان اور عمل صالح ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

"مَنْ عَمِلَ صٰلِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ (۱) مرد ہو یا عورت جو شخص نیک کام کرے گا اور وہ ایماندار بھی ہو تو ہم اسے (دنیا میں) پاک و پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے (اور آخرت میں بھی) جو کچھ وہ کرتے تھے اس کا اچھے سے اچھا اجر و ثواب عطا کریں گے۔

خدا کے نزدیک یہ مومن و مومنہ کے اچھے اعمال کا صلہ ہے تو پھر محمد و آل محمدؐ جو اس کے صفات کے مظہر، اس کے دین کے رہنما اور تا قیامت لوگوں کے لیے نمونہ عمل ہیں وہ یقیناً آیہ "لَنُحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً" (ہم اسے پاک و پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے) کی روشنی میں حیات طیبہ کے سب سے پہلے حقیقی مصداق اور اس کے زیادہ سے زیادہ حقدار ہیں۔

اسی لیے قدرت نے اپنے کلام میں ان کی شان میں "يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (وہ

۱۔ سورہ نحل ۹۷

تمہیں اس طرح پاک رکھے جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے) کہہ کر ان کی مکمل طہارت اور پاکیزہ زندگی کا کھلا اعلان کر دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ ہمیں انھیں کے صدقے میں ایمان کی دولت ملی۔ انھیں کی سیرت و کردار کی روشنی میں نیک اعمال کرنے کی سعادت حاصل ہوئی جس کے نتیجہ میں ''حیات طیبہ'' (پاک و پاکیزہ زندگی) کے اہل قرار پائے تو پھر ان حضرات معصومینؑ کی ''حیات طیبہ'' کے وسیع مفہوم کا ادراک کسی خاکی و خاطی بشر سے کب ممکن ہے۔ بقول ہمارے مولا و آقا علی ابن ابی طالبؑ: ''لَا یَرْقیٰ اِلَیَّ الطَّیْرُ'' میرے منصب کی بلندی یہ ہے کہ پرندہ پر نہیں مار سکتا(۱)۔

ممات محمد و آل محمدؐ

آیۂ قرآنی ''کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوتِ'' سے یہ بات پوری طرح عیاں ہے کہ مرنا ہر ذی روح کو ہے مگر مرنے کے بعد زندۂ جاوید بن جانا یہ کمال ہے اور اسی موت کے بعد کی زندگی کو قرآن کی زبان میں شہادت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

''وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ (۲) جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے انھیں کبھی مردہ نہ کہو بلکہ (وہ لوگ) زندہ ہیں مگر تم (ان کی زندگی کی حقیقت کا) کچھ بھی شعور نہیں رکھتے۔

دوسری جگہ ارشاد ہو رہا ہے:

''وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُواْ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ

۱۔ نہج البلاغہ خطبہ شقشقیہ، خطبہ ۳

۲۔ سورہ بقرہ ۱۵۷

يُرْزَقُونَ (۱)اور جولوگ خدا کی راہ میں شہید کئے گئے انھیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ لوگ جیتے جاگتے موجود ہیں اور اپنے پروردگار کے یہاں سے رزق پاتے ہیں۔

ان آیات کی روشنی میں محمد آل محمدؑ شہادت کی موت سے سرفراز ہوئے۔شہادت دو طرح کی ہوتی ہے۔ایک سری شہادت جس میں زہر سے شہید کیا جاتا ہے۔دوسری جہری شہادت جس میں تلوار و نیزہ سے شہید کیا جاتا ہے۔تاریخ گواہ ہے محمد آل محمدؑ میں یہ دونوں شہادتیں پائی جاتی ہیں جس میں مولائے کائنات اور سرکار سیدالشہداء امام حسینؑ کی تلوار سے جہری شہادت ہوئی۔اور دوسرے معصومینؑ کی زہر دغا سے سری شہادت ہوئی۔یہ حضرات شرف شہادت سے آراستہ ہوکے بارگاہ الٰہی میں پہنچے ہیں اور آج بھی لباس زندگی پہنے خدا کی طرف سے رزق پارہے ہیں۔

زائر امام حسینؑ کی دلی تمنا

خدایا! میری زندگی محمد آل محمدؑ جیسی اور میری موت کو ان کی جیسی قرار دے۔

یہ آرزو زائر سے پوری طرح یہ تقاضہ کرتی ہے کہ وہ بھی ان سعادتوں کو پانے کے لیے اپنے کو محمد آل محمدؑ کی سیرت کے سانچے میں ڈھال لے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب وہ ان کی معرفت حاصل کرے۔اس لیے کہ معرفت ہی سچی محبت کا ذریعہ ہے۔اسی لیے احادیث میں امام سے متعلق معرفت کی لفظیں استعمال ہوئی ہیں جن میں پیغمبر اسلامؐ کی مشہور حدیث: ''مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً'' ہے یعنی جو اپنے زمانہ

۱۔سورہ آل عمران ۱۶۹

کے امام کی معرفت کے بغیر مر جائے اس کی موت جاہلیت (گمراہی) کی موت ہے(۱)۔

اسی بنا پر جب جناب ابو بصیر نے امام رضا علیہ السلام سے امام کی شناخت کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا مولا بِمَا یُعْرَفُ الْاِمَامُ امام کو کیسے پہچانا جائے۔غرض جتنی معرفت ہوگی اتنی محبت ہوگی اور یہی محبت، خدا، رسول، ائمہ معصومینؑ کی اطاعت اور ان کی اتباع کا ذریعہ اور محرک بنے گی۔اسی لیے مولا علیؑ اور ان کی اولاد طاہرین سے محبت کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔چنانچہ امام جعفر صادقؑ اپنے آباء واجداد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے جد بزرگوار جناب رسول خدا نے فرمایا:

''مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّحْیَا حَیَاتِی وَ یَمُوتَ مِیْتَتِی و یَدْخُلَ الْجَنَّةَ الَّتِی وَعَدَنِی رَبِّی فَلْیَتَوَلَّ عَلِیَّ ابْنَ اَبِی طَالِبٍ وَ ذُرِّیَّتَهُ الطَّاهِرِیْنَ اَئِمَّةُ الْهُدیٰ وَ مَصَابِیْحُ الدُّجیٰ مِن بَعْدِهٖ فَاِنَّهُمْ لَنْ یُّخْرِجُوْ کُمْ مِنْ بابِ الْهُدیٰ اِلیٰ بَابِ الضَّلَالَةِ''جو شخص چاہتا ہے کہ میری طرح جیئے اور میری طرح مرے اور اس جنت میں داخل ہو جس کا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے تو اسے چاہیے علی ابن ابی طالبؑ اور ان کی اولاد طاہرین سے محبت کرے (وہ سبھی) ہدایت کے امام، تاریکیوں میں چراغ ہیں، وہ تمہیں در ہدایت سے نکال کر گمراہی کے دروازہ تک کبھی نہیں لا سکتے (۲)

اور ایک دوسری حدیث میں پیغمبر اسلام نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَحْیَا حَیَاتِیْ وَیَمُوْتَ مِیْتَتِی وَیَدْخُلَ جَنَّةَ رَبِّی جَنَّةَ عدنٍ غَرَسَهَا بِیَدِهٖ فَلْیَتَوَلَّ عَلِیَّ ابْنَ اَبِیطَالِبٍ وَ الْاَوْصِیَاءَ مِنْ بَعْدِهٖ فَاِنَّهُمْ

۱۔کمال الدین وتمام النعمة،ص،۴۰۹

۲۔کشف الغمہ ج،۱ص ۱۰۵،بحارالانوارالجامعہ لدرراخبارالائمۃ الاطہار،ج،۲۳،ص،۱۴۳

لَحْمِی وَدَمِی اَعْطَاھُمُ اللّٰہُ فَھْمِی و عِلْمِی (۱) جواس بات سے خوش ہوکہ میری طرح جیئے اورمیری طرح مرے اورمیرے پروردگار(کی تیارکی ہوئی) جنت میں داخل ہو جوسدا بہار(بہشت کا) باغ ہے جس کو اس نے اپنے دست قدرت سے لگایا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ علی ابن ابی طالبؑ اور ان کے بعد ہونے والے ان کے اوصیاء سے محبت کرے (درحقیقت) وہ میرا ہی گوشت اورخون ہیں۔خداوندعالم نے انھیں میری فہم اورمیرا علم عطا کیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جس دل میں محبت اہل بیت کا نور اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہو جائے اس کی زندگی میں محمد آل محمدؑ کی زندگی کارنگ وعکس ضرورنظر آئے گا اوراس کی موت بھی ان کی محبت اوران کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے کی وجہ سے حق پرہوگی اورمشہورومعروف حدیث نبوی:''مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَہِیْدًا (۲) جومحمد آل محمد کی محبت میں مرتا ہے وہ شہید مرتا ہے۔کی روشنی میں یہ کہا جائے گا کہ اس کی موت بھی ایک طرح کی شہادت ہے اورسچ پوچھیے تو یہ محمد آل محمدؑ کی محبت کا کمال ہے جس نے فنا کی گود میں جانے والی چیز کو بقا کا تاج پہنا کے اسے بھی شہادت کا درجہ عطا کردیا۔اسی عظیم سعادت کے حصول اوراس کی توفیق کی تمنا کرتے ہوئے زائر امام حسینؑ زیارت کے فقروں میں کہتا ہے:''اے میرے خدا میری زندگی محمد آل محمدؑ کی زندگی جیسی اورمیری موت ان کی جیسی قراردے''۔

۱۔بحارالانوارالجامعہ لدرراخبارالائمۃ الاطہار،ج،۲۳،ص،۱۵۳

۲۔تفسیر کشاف زمخشری ج ۴ ص،۲۱۹

زیارت عاشورا اور لعن

حضرات معصومین علیہم السلام کی بیشتر زیارات میں ان کے دشمنوں پرلعن ہے بالخصوص زیات عاشورا میں، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ رہبران دین کی زیارت ان کے دشمنوں پرلعن کے بغیر نامکمل ہے اور یہ قرآن کریم کی مکمل پیروی ہے۔ اس لیے کہ قرآن میں ظالموں پر بلا کسی قید وشرط کے لعنت کی گئی ہے مشہور آیۂ کریمہ ہے: ''اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ (۱)'' آگاہ ہو جاو ظالموں پر خدا کی لعنت (پھٹکار) ہے۔

یہ آیت اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ظلم وستم کرنے والوں پرلعن کرنا جائز ہے۔ اسی بنا پر نبی اور آل نبیؑ کو ستانے اور ان پر ظلم کرنے والوں پر خواہ وہ کسی بھی عہد میں ہوں ان پر خدا کی دنیا و آخرت دونوں میں ابدی لعنت ہے۔ اگر حضرات اہلسنت کی معتبر کتابوں کی معتبر حدیثوں کو قرآنی آیات کے مفہوم سے مطابق کیا جائے تو یہ صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ نبیؐ اور ان کے اہل بیتؑ کو ستانے والے کبھی بھی خدا کی لعنت سے نہیں بچ سکتے۔ قرآن واحادیث سے نبیؐ اور آل نبیؑ کو ستانے والوں پر ابدی لعن کا جواز روز روشن کی طرح عیاں ہے جس سے خدا، اس کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان رکھنے والے کبھی بھی انکار نہیں کر سکتے ملاحظہ کریں۔ پیغمبر اسلامؐ نے اپنی پارہ جگر جناب فاطمہ زہراؑ کے سلسلے میں ارشاد فرمایا:

''فَاطِمَةُ بَضۡعَةٌ مِنِّي فَمَنۡ اَغۡضَبَهَا اَغۡضَبَنِي (۲)'' فاطمہؑ میرا جز ہے جس نے اس

۱۔ سورہ ھود آیۃ: ۱۸

۲۔ صحیح بخاری جلد ۲ ص: ۴۵۸

کو غضب ناک کیا اس نے مجھ کو غضبناک کیا۔

اور دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

''اِبْنَتِیْ فَاْطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِّنِّیْ یُرِیْبُنِیْ مَا رَاْبَھَا وَیُؤْذِیْنِیْ مَاْ آذَاْھَا (۱) میری بیٹی فاطمہ میرا ایک ٹکڑا ہے جس نے اس کو تڑپایا وہ مجھے تڑپاتا ہے جس نے اسے اذیت دی وہ مجھے اذیت دیتا ہے۔

اور تیسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

''اِنَّمَا فَاْطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِّنِّیْ یُؤْذِیْنِیْ مَا آذَاْھَا (۲)'' فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے اذیت دی وہ مجھے اذیت دیتا ہے۔

اور مولائے کائنات کے لیے رسول اسلامؐ نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ آذیٰ عَلِیًّا فَقَدْ آذَاْنِیْ وَمَنْ آذَاْنِیْ فَقَدْ آذَی اللہَ عَزَّ وَ جَلَّ (۳) جس نے علیؑ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی۔

احمد بن حنبل کی مسند میں روایت ہے جسے اہلسنت کے جید عالم فضل ابن روز بہان نے بیان کیا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ آذیٰ عَلِیًّا فَقَدْ آذَاْنِیْ اَیُّھَا النَّاْسُ مَنْ آذیٰ عَلِیًّا بُعِثَ یَوْمَ الْقِیَاْمَۃِ یَھُوْدِیًّا اَوْ نَصْرَاْنِیًّا (۴) جس شخص نے علیؑ کو اذیت دی اس نے مجھے

۱۔صحیح مسلم شرح نووی جلد ۶، ص: ۱۲۷۔ (اور صحیح بخاری میں اَرَاْبَھَا ہے)

۲۔صحیح ترمذی مترجم جلد ۲، ص: ۷۲۷

۳۔ذخائر العقبیٰ للمحب الطبری، ص: ۶۵ بحوالہ فضائل الخمسۃ من الصحاح الستہ

۴۔شفاء الصدور ص: ۱۹۹

اذیت دی۔ اے لوگوں جس نے علیؑ کو اذیت دی وہ قیامت کے دن یہودی یا نصرانی اٹھایا جائے گا۔

اور امام حسنؑ کے سلسلے میں رسول اسلامؐ نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ آذیٰ هٰذَا (اَلْحَسَنَ) فَقَدْ آذَاْنِي وَمَنْ آذَاْنِي فَقَدْ آذَى اللّٰهَ (۱) اور جس نے حسنؑ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہمارے نبیؐ نے ارشاد فرمایا:

''وَمَنْ آذَاْنِي فِيْ عِتْرَتِيْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَمَنْ آذَاْنِي فِيْ عِتْرَتِي فَقَدْ آذَى اللّٰهَ (۲)'' جس نے میری عترت کے سلسلے میں مجھے اذیت دی اس پر خدا کی لعنت ہے اور جس نے میری عترت کے سلسلے میں مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی۔

صحاح ستہ کی ان مذکورہ حدیثوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فاطمہ زہراؑ کی ناراضگی خود پیغمبر اسلامؐ کی ناراضگی ہے۔ ان کو اذیت دینا خود پیغمبر اسلام کو اذیت دینا ہے۔ اسی طرح علی مرتضیٰؑ، حسن مجتبیٰؑ، مظلوم کربلاؑ اور رسولؐ کی عترت کو کسی طرح کی اذیت دینا خود خدا کے رسول کو اذیت دینا ہے۔ اب جس نے بھی بی بی فاطمہ زہراؑ کے اوپر جلتا ہوا دروازہ گرایا جس نے بھی مولا علیؑ کو ان کے حق سے محروم کیا جس نے بھی سجدہ خالق میں ان کے سر پر ضربت لگائی، جس نے بھی امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور ان کی اولاد کو بے جرم وخطا انتہائی ظلم و بربریت سے شہید کیا یا ان کی شہادت کے اسباب پیدا کیے۔ صحاح ستہ کی مذکورہ حدیثوں کے مطابق انھوں نے خدا کے

۱۔ کنز العمال جلد ۶، ص: ۲۲۲ (بحوالہ فضائل الخمسۃ من الصحاح الستہ)

۲۔ صواعق محرقۃ لابن حجر، ص: ۱۴۳ (بحوالہ فضائل الخمسۃ من الصحاح الستہ)

رسولؐ کو اذیت دی اور بلاشبہہ ایسے افراد اس آیت کے حقیقی مصداق ہیں:

''اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا (۱) بے شک جولوگ خدااوراس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر خدانے دنیاوآخرت میں لعنت کی ہے اوران کے لیے رسوائی کاعذاب تیار کر رکھا ہے۔

جب صحاح ستہ کے مذکورہ احادیث کو قرآن کی مذکورہ آیت کے معنی ومفہوم سے مطابق کیا جائے تو اس کالازمی طور پر منطقی، شرعی اورفقہی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جس شخص نے بھی علیؑ و فاطمہؑ کو اذیت دی اس نے خدا کے رسولؐ کو اذیت دی اور جس نے رسولؐ کو اذیت دی اس پر دنیاوآخرت دونوں میں خدانے لعنت کی ہے اوران کے لیے رسوا کرنے والاعذاب مقرر کیاہے۔اس آیہ کریمہ کی روشنی میں خدااوراس کے رسول کو اذیت دینے والوں پرلعنت کرنا جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے اورقرآن کی مکمل پیروی ہے جس سے کوئی کلمہ گوانکارنہیں کرسکتا مذکورہ آیت کےعلاوہ یہ آیت بھی لعن کے جواز کو ثابت کرتی ہے:

''یَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ اللَّعْنَۃُ وَ لَھُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (۲) جولوگ اس رابطہ اورتعلق کوقطع کر دیتے ہیں جس کو اللہ نے قائم رکھنے کاحکم دیا ہے اورزمین پرفساد پھیلاتے پھرتے ہیں ایسے ہی لوگ (وہ) ہیں جن کے لیےلعنت ہے اورانھیں کے واسطے براگھر (جہنم) ہے۔

اس آیہ کریمہ میں جسمانی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اچھے برتاؤ اوراچھے تعلقات رکھنے کاحکم دیا گیاہے اور یہ بات ہرکلمہ گو اچھی طرح جانتا ہے کہ جسمانی رشتہ داروں سے کہیں

۱۔سورہ احزاب آیۃ ۵۷

۲۔سورہ رعد آیت: ۲۵

زیادہ صلہ رحمی کے حقدار وہ روحانی رشتہ رکھنے والے ہیں جنہوں نے ہمیں کفر کے اندھیروں سے نکال کر ایمان کی روشنی اور نجات کی راہ دکھائی ہے جن کی شان میں ہے:

''قُلْ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى(۱) اے میرے رسولؐ! آپ ان سے کہہ دیں میں اجر رسالت اپنے اہل بیت کی محبت کے سوا کچھ نہیں چاہتا۔

آیہ مذکورہ کی روشنی میں جو نبی اور ان کے اہل بیتؑ سے صلہ رحمی کرنے کے بجائے انھیں اذیت دے اپنے نبی کو تڑپائے ان کی اولاد کو بے دریغ قتل کرے یقینا وہ اس آیہ کریمہ کا مصداق ہے:

''اُولٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ (۲) یہی لوگ وہ ہیں جن پر خدا بھی لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔

اہل بیت رسالتؐ کے دشمنوں پر لعن کرنے کا سلسلہ اب بھی جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا اس لیے کہ رسول اکرمؐ کی حدیث میں ہے:

''مَنْ اَحَبَّ عَمَلَ قَوْمٍ اَشْرَكَ فِيْ عَمَلِهِمْ (۳) جس شخص نے کسی قوم کے فعل کو پسند کیا وہ ان کے عمل میں شریک ہوا۔

حدیث میں ہے:''حُشِرَ مَعَهُمْ ''وہ روز حشر انھیں کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور مولائے کائنات کی حدیث میں ہے:

اَلرَّاضِيْ بِفِعْلِ قَوْمٍ كَالدَّاخِلِ فِيْهِ مَعَهُمْ وَعَلٰى كُلِّ دَاخِلٍ فِيْ بَاطِلٍ

۱۔سورہ شوریٰ آیت:۲۳

۲۔سورہ بقرہ آیت:۵۹

۳۔بشارۃ المصطفیٰ،ص:۴۱

اِنَّمَا اِثْمُ الْفِعْلِ بِهٖ وَاِثْمُ الرِّضَا بِهٖ (۱) کسی جماعت کے فعل پر رضامند ہونے والا ایسا ہے جیسے اس کے کام میں شریک ہو اور غلط کام میں شریک ہونے والے پر دو گناہ ہیں ایک اس پر عمل کرنے کا اور ایک اس پر راضی ہونے کا۔

ان حادیث کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوگئی کہ جو شخص خواہ وہ کسی بھی عہد میں ہو اگر وہ مولا علی کے حق کو غصب کرنے والوں کے عمل سے راضی ہے تو وہ بھی مولا علی کے حق کا غاصب ہے۔ اسی طرح اگر وہ بی بی فاطمہ زہراؑ کے اوپر جلتا ہوا دروازہ گرانے والے اور جناب محسنؑ کے قاتل کے اس ناقابل معافی فعل سے راضی ہے تو وہ بھی گھر جلانے اور قتل کے فعل میں ان کا شریک ہے۔ اسی طرح اگر کوئی عترت رسولؐ کے قاتلوں کے قتل وظلم کے فعل سے راضی ہو تو وہ بھی ظلم وقتل میں ان کا شریک ہے اور اس نے خدا اور رسول کو اذیت دی۔ مذکورہ آیت کی روشنی میں وہ ابدی لعن کا مستحق ہوا۔ اسی لیے زیارت عاشورہ غیر معروفہ کے فقروں میں ہے:

وَالْعَنْ مَنْ رَضِيَ بِقَوْلِهِمْ وَفِعْلِهِمْ مِنْ اَوَّلٍ وَ آخِرٍ لَعْنًا كَثِيْرًا ''اے خدا! تو اول سے آخر تک ان تمام افراد پر زیادہ سے زیادہ لعنت کر جو حسینؑ مظلوم کے دشمنوں کے قول وفعل سے راضی ہیں۔

زیارت کے مذکورہ فقروں کی روشنی میں اول و آخر کی قید سے بخوبی ظاہر ہے کہ قاتلان امام حسینؑ کی حمایت کرنے والے خواہ وہ کسی بھی عہد میں ہوں وہ قاتلان امام حسینؑ کے گروہ میں داخل ہیں ان کا حشر ان ہی دشمنوں کے ساتھ ہوگا۔

۱نہج البلاغۃ حکم، ص:۸۵۶

لعن کے معنی

اہل بیت رسولؐ کے قاتلوں پر لعن کرنا نہ گالی ہے نہ اسے گالی سمجھنا چاہیے۔ اگر کوئی سمجھے تو یہ اس کی سوفکری کا قصور ہے۔ اس لیے کہ لعن کے معنی ہیں: ''الِابْعَادُ مِنَ الرَّحْمَةِ' رحمت سے دور کر دینا۔ اس بنا پر اگر یہ کہا جائے کہ خدا نے لعنت کی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ خداوند عالم نے گناہ کے سبب اپنے بندہ کو اپنی اس مخصوص رحمت سے دور کر دیا جو ایمان اور صحیح عقیدہ کی رہنمائی کرتی ہے۔ نتیجہ میں اس بندہ کے دل پر اس بداعمالی کی وجہ سے ایسی مہر لگ جاتی ہے کہ وہ ان آیات کا مصداق بن جاتا ہے جس میں خدائے متعال خود فرماتا ہے:

لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قَاسِيَةً (۱) (ہم نے عہد شکنی کی وجہ سے) ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو ہم نے خود سخت بنا دیا۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

''اُوْلٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ''(۲) یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور ان کے (کانوں) کو بہرا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔

ان قرآنی آیات سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ جب لعن کی نسبت خداوند عالم کی طرف دی جائے اور یہ کہا جائے کہ خداوند عالم نے ان پر لعنت کی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ خداوند عالم نے انھیں اس دنیا میں ان کی بداعمالی کی وجہ سے ایمان اور اچھے اعتقاد جو اس کی عظیم رحمت ہے اس سے دور کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں وہ افراد آنکھ رکھتے ہوئے بھی نہ حق

۱۔ سورہ مائدہ آیت: ۱۳

۲۔ سورہ محمد آیت: ۲۳

دیکھ سکیں گے، نہ کان رکھتے ہوئے حق بات سن سکیں گے۔

اس مختصر سی وضاحت کی روشنی میں یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ وہ لوگ جن پر خدا نے ان کی بداعمالی کی وجہ سے لعنت کی ہے خواہ وہ کسی نبی کی بزم میں ہوں یا کسی نبی کے عہد میں، دیکھنے سننے سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہوئے بھی وہ حق قبول نہ کرسکیں گے۔اس لیے کہ خداوند عالم نے انھیں اپنی اس رحمت سے دور کر دیا ہے جو ایمان اور صحیح عقیدے کی جانب رہنمائی کرتی ہے۔اگر دیکھا جائے تو آج بھی بے شمار ایسے افراد ہیں جو خدا کی لعنت کے سبب سب کچھ جانتے ہوئے بھی مذہب حقّہ کے قبول کرنے سے قاصر ہیں اور رہیں گے۔اس پر کسی کو حیرت نہیں ہونا چاہیے کہ لوگ حقائق سننے کے بعد بھی مذہب حقہ قبول کرنے سے قاصر کیوں ہیں؟ درحقیقت ایسے افراد پر اس دنیا میں خدا کی لعنت ہے یعنی وہ خدا کی اس خاص رحمت سے دور کر دیئے گئے ہیں جو حق کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔اسی طرح جب یہ کہا جائے کہ خدا نے ان پر آخرت میں لعنت کی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا نے انھیں آخرت میں اپنی رحمت یعنی جنت سے محروم کر دیا جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

”كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ۔۔“ بے شک یہ لوگ اس دن اپنے پروردگار کی رحمت سے روک دیئے جائیں گے۔پھر یہ لوگ ضرور ضرور واصل جہنم ہوں گے اور ان سے یہ کہا جائے گا یہ وہی چیز تو ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے(۱)۔

لعن کے اس معنی کی روشنی میں جب ہم اس آیۂ کریمہ

”اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ

۱۔سورہ مطففین آیت:۱۵

لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا "(۱) بے شک جو لوگ خدا اور اس کے رسولؐ کو اذیت دیتے ہیں ان پر خدا نے دنیا و آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے رسوائی کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

کو دیکھتے ہیں تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ رسول اللہؐ کو اذیت دینے والوں پر خدا نے دنیا و آخرت میں لعنت کی ہے یعنی دنیا میں اپنی رحمت سے محروم کر کے توفیق ہدایت سلب کر لی اور آخرت میں اپنے ثواب ورحمت یعنی جنت سے محروم کر دیا۔

اسی طرح جب لعن کی نسبت لعن کرنے والوں کی طرف دی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا کی طرف سے ان پر آفت و بلا نازل ہو۔ اس بنا پر جب ہم خدا و رسولؐ اور ان کے اہل بیتؑ کے دشمنوں پر لعنت کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے خدا! تو اپنے اور اپنے رسول اور ان کی آل پاک کے دشمنوں پر دنیا و آخرت میں آفت و بلا نازل فرما۔ یعنی دنیا میں عقائد حقّہ سے محروم کر دے اور آخرت میں جنت سے، ہمیں چاہیے کہ محبت اہل بیت اور اپنے ایمانی تقاضہ کی بنا پر خدا و رسولؐ اور ان کے اہل بیتؑ کے دشمنوں پر زیادہ سے زیادہ لعنت کریں تا کہ خدا ان کو دنیا و آخرت میں اپنی رحمت وسعادت سے محروم کر دے۔

عالم برہوت میں لعنتوں کے اثرات

مرنے کے بعد عالم برہوت میں دشمنان آل محمد پر ہماری لعنتوں کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ بظاہر ہماری نگاہیں ان اثرات کو اس دنیا میں درک کرنے سے قاصر ہیں لیکن معصومینؑ کی نگاہیں یا جنہیں کشف حاصل ہوتا ہے وہ حضرات اسی دنیا میں ان کے اثرات

۱۔ سورہ احزاب آیت: ۵۷

کو دیکھتے ہیں بلکہ ایسے بھی خدا کے مخلص بندے ہیں جو اسی دنیا میں ایمان ویقین کی نگاہوں سے آخرت کے مناظر کو دیکھتے اور اسے بیان بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

پیغمبر اسلامؐ نے لوگوں کے ساتھ نماز صبح ادا کی نماز کے بعد مسجد میں آپ کی نظر ایک ایسے جوان پر پڑی جو اونگھ رہا تھا اور ایسا لگ رہا تھا جیسے رات میں وہ سویا ہی نہ ہو، حضرت نے اس جوان سے پوچھا: اے جوان! یہ بتا تم نے کس عالم میں صبح کی؟ اس نے کہا: اے خدا کے رسول! میں نے یقین کے عالم میں صبح کی۔ حضرتؐ نے تعجب کرتے ہوئے اس سے پوچھا: ہر یقین کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ بتا تیرے یقین کی کیا حقیقت ہے؟ اس نے کہا: اے خدا کے رسول میرے یقین کی حقیقت نے ہی مجھے غمگین کر رکھا ہے۔ اسی نے مجھے راتوں کو عبادت اور دن کو روزہ رکھنے پر آمادہ کیا۔ اب میں اپنی اس ظاہری زندگی سے بے رغبت ہو چکا ہوں۔ اے خدا کے رسول! میں یقین کی نگاہوں سے دیکھ رہا ہوں گویا عرش الٰہی حساب وکتاب کے لیے آمادہ ہے اور لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھائے جا رہے ہیں۔ اُن میں خود میں بھی ہوں اور میں اس وقت گویا دیکھ رہا ہوں جنتی جنت کی نعمتوں سے بہرہ مند ولطف اندوز ہو رہے ہیں اور جہنمی دردناک عذاب میں مبتلا اور چیخ رہے ہیں ''کَاَنِّیْ اَلْآنَ اَسْمَعُ زَفِیرَ النَّارِ یَدُوْرُ فِی مَسَامِعِی ''(۱) میں اس وقت جیسے جہنم کی آگ کے بھڑکنے کی وحشتناک آواز سن رہا ہوں جو میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔

پیغمبر اسلامؐ نے جوان کی ان باتوں کو سننے کے بعد اپنے اصحاب سے فرمایا: (سنو!) یہ وہ بندہ ہے جس کے دل کو خدا نے ایمان کے نور سے منور فرمایا۔

۱۔ اصول کافی جلد ۳، ص: ۸۹ (کتاب الایمان والکفر)

ہم عالم برہوت میں اپنی لعنتوں کے سبب دشمنان آل محمد پر ہونے والے عذاب کی شدت کے منظر کو نہیں دیکھتے لیکن اہل یقین اپنے یقین یا کشف حاصل ہونے کی بنا پر ان کے اثرات کو بخوبی دیکھتے ہیں چنانچہ علامہ قوچانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور ترین کتاب جس کا ترجمہ بنام ''روحوں کا سفر،، ہو چکا ہے۔ یہ کتاب موت کے بعد کے حالات پر مشتمل ہے۔ چنانچہ موت کے بعد کے حالات کو پیش کرتے ہوئے کتاب کے دسویں باب میں انھوں نے عالم برہوت کا منظر کچھ اس طرح پیش کیا ہے مختصراً چند سطریں ملاحظہ کریں:

مرنے کے بعد کے حالات، ہم نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ وادی برہوت کے سفر کی تیاری شروع کر دی الغرض ہم روانہ ہوئے اور فرشتوں کا لشکر ہمارے ساتھ ساتھ تھا وہ ہمارے دائیں بائیں آگے پیچھے سروں کے اوپر پرواز کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ ہم ایک ٹیلے کے قریب پہنچے یہ ٹیلہ ہم سے کوئی سو قدم دور ہوگا۔ ہم نے دیکھا کہ ٹیلے کے مشرقی افق پر سیاہ بادل چھایا ہوا ہے اور اس بادل میں سے مختلف شکلوں کے برقی شہاب اس طرح برس رہے تھے گویا بادل پھٹ پڑا ہو اور وہ تمام بادل آگ سے بنا ہوا ہو اس بادل کے گرجنے کی مہیب آواز ہمارے کانوں تک پہنچ رہی تھی جیسے ہی فرشتوں کی نظریں اس بادل پر پڑیں بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا: ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ''میں نے کہا کہ کیا ہوا؟ فرشتہ نے کہا: یہ وادی برہوت ہے اور جو یہ شہاب بصورت تیر، نیزہ، شمشیر، خنجر، عمود، گر رہے ہیں یہ دراصل اس لعنت کی صورت ہے جو مومنین دشمنان آل محمد پر کرتے ہیں مگر یہ اصل عذاب نہیں ہے۔ اصل عذاب تو زمین برہوت پر ہو رہا ہے وہاں کی زمین لوہار کی بھٹی سے زیادہ گرم اور سرخ ہے۔ وہاں آتشی سانپ اور بچھو اور درندے سب موجود ہیں جو ان ملعونوں کو مسلسل عذاب دے رہے ہیں۔

وادی برہوت میں شہابی حربے دراصل مومنین کی وہ لعنتیں ہیں جو وہ دشمنان اہل بیت پر کرتے ہیں یاد رہے معصومینؑ کے بیشتر زیارات میں خصوصیت سے دشمنان اہل بیت پرلعن ہے۔جس کا حکم خود ہمارے اماموں نے دیا ہے۔

قاتل امام حسینؑ پر انبیاء کی لعنتیں

جب خداوند عالم نے انبیاومرسلین کو شہادت امام حسینؑ کی خبر دی تو وہ آبدیدہ ہو گئے اور قاتل امام حسینؑ پر لعنتیں کیں۔ چنانچہ مروی ہے:

”اَوَّلُ مَنۡ لَعَنَ قَاتِلَ الۡحُسَيۡنِ بۡنِ عَلِيٍ عَلَيۡهِ السَّلَامُ اِبۡرَاهِيۡمُ خَلِيۡلُ الرَّحۡمَانِ لَعَنَهٗ وَاَمَرَ وُلۡدَهٗ بِذَالِكَ۔۔الخ“

سب سے پہلے جس نے حسین بن علیؑ کے قاتل پر لعنت کی وہ خلیل خدا ابراہیم تھے۔ خود آپ نے لعنت کی اور اپنی اولاد کو بھی لعنت کرنے کی تاکید کی اور ان سے ان کا عہد و پیمان لیا، پھر موسیٰ بن عمران نے قاتل حسینؑ پر لعنت کی اور اپنی امت کو بھی لعنت کرنے کا حکم دیا پھر اسی طرح جناب داوٗد نے بھی آقا کے قاتل پر لعنت کی اور بنی اسرائیل کو لعنت کرنے کا حکم دیا پھر جناب عیسیٰ نے لعنت کی اور بنی اسرائیل سے کہا کہ تم بھی قاتل حسینؑ پر لعنت کرو اور اگر تم (حسینؑ) کے زمانہ کو پاؤ تو ان کو تنہا نہ چھوڑنا کیونکہ ان کے ساتھ شہید ہونے والا گویا انبیا کے ساتھ شہید ہوا اور ثابت قدم رہا۔اور پھر فرمایا: میں اس سر زمین کو گویا دیکھ رہا ہوں جو ان کا مدفن بنے گی۔کوئی بھی نبی ایسا نہیں گزرا ہے جس نے کربلا کی زیارت نہ کی ہو اور وہاں ٹھہر کر اپنی زبان سے یہ فقرہ نہ کہا ہو: اے ارض کربلا! تو خیر کثیر کا مرکز ہے”فِيۡكِ يُدۡفَنُ

اَلْقَمَرُ الْاَزْهَرُ'' تجھ میں (بی بی زہراؑ کا) ماہ تاباں دفن ہوگا(۱)۔

قاتل امام حسینؑ پر لعنت کرنے کا عظیم اجر و ثواب

قاتل امام حسینؑ پر لعنت کرنے کا بے حد ثواب ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے آٹھویں امام حضرت علی رضاؑ نے اپنی ایک حدیث میں ریان ابن شبیب سے فرمایا:

''یَابْنَ الشَّبِیْبِ اِنْ سَرَّكَ اَنْ تَسْكُنَ الْغُرَفَ الْمَبْنِیَّةَ فِی الْجَنَّةِ مَعَ النَّبِیِّ فَالْعَنْ قَتَلَةَ الْحُسَیْنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ ''(۲) اے فرزند شبیب! اگر تم جنت کے حجروں میں نبی اکرم کے ساتھ رہنا پسند کرتے ہو تو حسینؑ ابن علیؑ کے قاتلوں پر لعنت بھیجو۔

اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آقا کے قاتلوں پر لعنت جنت میں نبیؐ کے تقرب کا سبب ہونا عین مشیت الٰہی کے مطابق ہے۔ اور داؤد رقی سے مروی ہے:

''کُنْتُ عِنْدَ اَبِیْ عَبْدِاللہ اِذَا اسْتَسْقَی الْمَاءَ فَلَمَّا شَرِبَهُ رَاَیْتُهُ قَدِ اِسْتَعْبَرَ وَ اِغْرَوْرَقَتْ عَیْنَاهُ بِدُمُوْعِهِ۔الخ'' میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر تھا اس وقت حضرتؑ نے پانی مانگا۔ جب آپ پانی پی چکے تو میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں اور آپ رونے لگے اس وقت آپ نے مجھ سے فرمایا: ''یَا دَاؤُدُ لَعَنَ اللہُ قَاتِلَ الْحُسَیْنِ'' اے داؤد! قاتل حسین پر خدا لعنت کرے جو شخص پانی پیئے اور حسینؑ کو یاد کرے اور آپ کے قاتل پر لعنت کرے تو خداوند عالم ایک لاکھ حسنہ (کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں) لکھتا ہے اور ایک لاکھ برائی (کا

۱۔ کامل الزیارات، ص: ۲۰۶

۲۔ عیون اخبار رضا، جلد ۱، ص: ۶۰۵

گناہ) اس کے نامہ اعمال سے مٹ جاتا ہے اوراس کے مقام کو ایک لاکھ درجہ بلند کرتا ہے اور وہ اس شخص کے مانند ہوگا جس نے ایک لاکھ غلام آزاد کیے ہوں اور قیامت کے دن خداوند عالم اسے خوش وخرم با طمینان قلب محشور کرے گا(۱)۔

حدیث مذکورہ کی روح یہ ہے کہ مظلوم کربلاؑ کی یاد ہمیشہ خدا اور یاد خدا کا بہترین ذریعہ ہے اور معنوی اعتبار سے عظمت و بلندی کا اہم وسیلہ ہے۔اس کے ساتھ ساتھ آقا کے قاتلوں پرلعنت کرنااوران کے بدترین ظلم اورافعال و کردار سے بیزاری کااظہارواعلان ظلم و ظالموں کو کمزور کرنے کا سبب ہے۔اس کے ساتھ خود ذاتی طور پر ہمیشہ اچھے اعمال و کردار اپنائے رکھنے کابہترین ذریعہ بھی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کو قاتل امام حسینؑ پرلعنت کرنے والوں کو اپنے بے شمار فضل و کرم سے نوازا ہے۔

۱۔کامل الزیارات،ص:۳۴۶

زیارت عاشورا پڑھنے کا وقت

زیارت عاشورا کی تعلیم دیتے ہوئے امام محمد باقرؑ نے علقمہ سے فرمایا:

''اے علقمہ!''وَلْيَكُنْ ذٰلِكَ فِيْ صَدْرِ النَّهَارِ قَبْلَ اَنْ تَزُوْلَ الشَّمْسُ''عاشور کے دن عمل عاشورا زوال سے پہلے، دن چڑھے بجالاؤ۔

اور امام جعفر صادقؑ نے بھی عمل عاشورا کا طریقہ بتاتے ہوئے عبد اللہ بن سنان سے فرمایا:''مُنْذُ حِيْنَ يَرْتَفِعُ النَّهَارُ تُصَلِّي اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ''عاشور کے دن، دن چڑھے چار رکعت نماز پڑھو۔

امام جعفر صادقؑ کی مذکورہ حدیث میں''اِرْتِفَاعُ النَّهَارِ''کی لفظیں ہیں اور امام محمد باقرؑ کی حدیث میں''صَدْرُ النَّهَارِ''کی یہ لفظیں بظاہر الگ الگ ضرور ہیں لیکن دونوں کا مفہوم ایک ہے۔ اصطلاح میں''صَدْرُ النَّهَارِ وَاِرْتِفَاعُ النَّهَارِ''سورج نکلنے کے تین گھنٹہ بعد کے دن کو کہا جاتا ہے۔ اس بنا پر سورج نکلنے کے تین گھنٹہ بعد ہی عمل عاشورا بجالانا چاہیے لیکن اس سے پہلے بھی اگر کوئی بجالائے تب بھی صحیح ہے ہاں بہتر یہ ہے کہ دن چڑھے بجا لائے۔ البتہ عاشور کے دن کے علاوہ کسی اور دن اگر کوئی زیارت عاشورا یا عمل عاشورا بجالانا چاہے تو اسے یہ اختیار ہے کہ وہ دن و رات میں کسی بھی وقت اس عمل کو کرسکتا ہے جیسا کہ امام محمد باقرؑ کی حدیث سے بخوبی ظاہر ہے آپ نے علقمہ سے فرمایا:

''اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَزُوْرَهٗ كُلَّ يَوْمٍ بِهٰذِهِ الزِّيَارَةِ ۔۔ الخ''(۱) اے علقمہ! اگر

۱۔ کامل الزیارات، باب: ۷۲

تم سے ہو سکے تو روزانہ اس زیارت کے ذریعہ امام حسینؑ کی زیارت کرو اور تم ایسا کرو تو انشاءاللہ تمہیں پورے پورے ثواب حاصل ہوں گے۔

حدیث مذکورہ میں عاشور کے دن کے علاوہ دوسرے دنوں میں بھی زیارت عاشورا پڑھنے کی امامؑ نے فرمائش کی ہے اوراس حدیث مبارکہ میں لفظ''یوم'' ہے جو بغیر کسی قید کے دن ورات دونوں پر بولا جاتا ہے جس کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ عاشور کے دن کے علاوہ کسی اور دن میں زیارت عاشورا پڑھنے کے لیے وقت کی کوئی قید نہیں ہے۔ یہی مفہوم امام جعفر صادقؑ کی اس حدیث کا بھی ہے جو آپ نے صفوان سے فرمائی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

اے صفوان! ''اِذَا حَدَثَ لَكَ حَاجَةٌ اِلَى اللهِ فَزُرْ بِهٰذِهِ الزِّيَارَةِ مِنْ حَيْثُ كُنْتَ۔ الخ'' جب بھی تمہیں خدا کی بارگاہ میں کوئی حاجت پیش کرنا ہو تو تم جہاں کہیں بھی رہو اس زیارت (عمل عاشورہ) کے ذریعہ امام حسینؑ کی زیارت کرو اور خداوند عالم سے اپنی حاجت طلب کرو وہ پوری ہوگی۔

امام علیہ السلام کی اس حدیث مبارکہ سے یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ حاجت پوری ہونے کے لیے کسی بھی وقت، دن ہو یا رات زیارت عاشورا پڑھنا نہ صرف صحیح ہے بلکہ دافع مشکلات ومہمات ہے۔ اس کے علاوہ صفوان نے نجف میں حضرت امیرالمومنینؑ کے حرم میں عاشور کے دن کے علاوہ دوسرے دنوں میں بھی زیارت عاشورا پڑھی اور انہوں نے زیارت عاشورا کے اس فقرے میں کوئی تبدیلی نہیں کی ''اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا يَوْمٌ تَبَرَّكَتْ بِهِ بَنُوْ اُمَيَّةَ'' اے خدا! یہ وہ دن ہے جس کو بنی امیہ جگر خوارہ کی اولاد نے برکت کا دن بنالیا۔

اس فقرے میں ''هٰذَا'' اسم اشارہ ہے جس سے عاشور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور خاص بات یہ ہے کہ صفوان عاشور کے دن علاوہ دوسرے دنوں میں زیارت کو پڑھ رہے ہیں

اورلفظ میں کوئی تبدیلی نہیں کررہے ہیں بلکہ ’’ھذا‘‘ کی قید کے ساتھ پڑھ رہے ہیں حالانکہ علامہ مجلسی نے تحریر فرمایا ہے ’’اگرکوئی زیارت عاشورا، عاشور کے دن کے علاوہ پڑھے تو ’’اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا یَوْمٌ ‘‘ میں ’ھذا‘ کی جگہ کہے ’’اَللّٰھُمَّ اِنَّ یَوْمَ قَتْلِ الْحُسَیْنِ یَوْمٌ۔

صفوان نے زیارت عاشورا پڑھنے میں اس بات کا پورا پورا لحاظ رکھا کہ جوفقرے امام معصومؑ کی زبان مبارک سے نکلے ہیں ان کو اسی طرح پڑھا، ان میں کوئی ردو بدل نہیں کی۔ اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ اگرکوئی زائر یہ چاہتا ہے زیارت عاشورا پڑھنے کے آثار اس پر مرتب ہوں تو اسے بھی چاہیے کہ زیارت عاشورا کے فقرے میں کوئی تبدیلی نہ کرے اور عاشور کے علاوہ کسی اور دن بھی زیارت عاشورا پڑھے تب بھی یہی فقرے کہے یعنی ’’اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا یَوْمٌ ‘‘ یعنی عاشور کے دن کے علاوہ دوسرے دن میں بھی ’’ھذا‘‘ کہنا بالکل صحیح ہے۔ اس لیے کہ اس زیارت میں شروع سے آخر تک امام حسینؑ اور واقعہ کربلا کا ذکر ہے اور یہ ممکن نہیں کہ زائر زیارت عاشورا پڑھے اور اس کی نگاہوں میں عاشور کا قیامت خیز دن نہ ہو جس دن رسولؐ کا پورا گھرانہ لٹ گیا۔

اب اگر زائر عاشور کے علاوہ دوسرے دنوں میں زیارت عاشورا پڑھتے ہوئے اس قیامت خیز دن کو نگاہ میں رکھے اور ’’ھذا ‘‘ کی قید کے ساتھ کہے: اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا یَوْمٌ تو کوئی حرج نہیں ہے بلکہ صحیح و فصیح انداز یہی ہے کہ جوفقرے امام معصومؑ سے نقل ہوئے ہیں ان کو اسی طرح پڑھا جائے کیونکہ امام معصومؑ کے فقروں میں تبدیلی کرنے سے عمل بے اثر ہو جاتا ہے۔

زیارت عاشورا معروفہ پڑھنے کا طریقہ

محدث خبیر علامہ محمد باقر مجلسیؒ نے اس زیارت کے پڑھنے کے طریقہ میں چند احتمالات پیش کیے ہیں لیکن ظاہر روایت کو دیکھتے ہوئے قوی ترین احتمال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دور یا نزدیک سے زیارت عاشورا پڑھنا چاہے تو سب سے پہلے وہ امام حسینؑ کی قبر مطہر کی طرف اشارہ کر کے یہ مختصر سی زیارت پڑھے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِاللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَابْنَ رَسُولِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

اس کے بعد دو رکعت نماز زیارت پڑھے۔ پھر زیارت عاشورا پڑھے اس کے بعد سو مرتبہ محمد و آل محمدؑ کے دشمنوں پر لعن کرے اور لعن پر مشتمل فقروں کو زبان پر جاری کرے۔ اس کے بعد سو مرتبہ مظلوم کربلاؑ اور ان کی اولاد طاہرہ، ان کے اصحاب کے سلام پر مشتمل مخصوص فقروں کو زبان پر جاری کرے پھر ایک بار لعن کے مخصوص فقروں کو پڑھے اور سجدے میں جائے اور دعائے ''اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدَ الشَّاكِرِيْنَ'' پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ اس کے بعد دو رکعت نماز زیارت پڑھے اور نماز کے بعد دعائے صفوان پڑھے جو دعائے علقمہ کے نام سے مشہور ہے۔

یاد رہے زیارت عاشورا معروفہ میں لعن وسلام زیارت عاشورا کی روح ہے جس کے بغیر زیارت نامکمل ہے۔

لعن وسلام کے فقروں کو سوسو مرتبہ پڑھیے

چونکہ لعن وسلام کے سلسلے میں اما محمد باقرؑ کا واضح ارشاد ہے:

''قُلْ مِائَةَ مَرَّةً''لعن وسلام کی تم سوسو مرتبہ تکرار کرو۔

امامؑ کے فرمان میں سو کی قید ہے اس لیے ہمیں لعن وسلام کے پورے فقروں کو سوسو مرتبہ ہی پڑھنا چاہیے۔اگر ہم غور کریں تو قرآن مجید اوراحادیث معصومینؑ میں بھی اس گنتی کا خاص استعمال ہے جو اس کے اہمیت کی واضح دلیل ہے۔

سو کی گنتی قرآن واحادیث میں

۱۔اے میرے رسول!تم نے اس بندے کے حال پر بھی نظر کی جو ایک گاؤں سے ہو کر گزرااور وہ ایسا اجڑا تھا کہ اپنی چھتوں پر ڈھ کے گر پڑا تھا یہ دیکھ کر وہ بندہ کہنے لگا: اب اللہ اس گاؤں کو ایسی ویرانی کے بعد کیوں کر آباد کرے گا؟''فَأَمَاتَهُ اللهُ مِائَةَ عَامٍ''اس پر اللہ نے اسے موت دے دی اور سو سال مردہ رکھا۔پھر اسے زندہ کیا اور اس سے پوچھا: تم کتنی دیر مردہ پڑے رہے؟ اس نے عرض کی: ایک دن یا اس سے کم۔فرمایا: نہیں''بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ''بلکہ تم سو سال اس حالت میں پڑے رہے(۱)۔

اسی طرح راہ خدا میں خرچ کرنے والوں کے سلسلے میں ارشاد فرمایا ہے:

۲۔جو لوگ اپنے مال کو راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال اس دانہ کی ہے جس کی سات بالیاں نکلیں''فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ''ہر بالی

۱۔سورہ بقرہ آیت:۲۵۹

میں سوسو دانے ہوں (۱)۔

اور جہاد کے سلسلے میں فرمایا:

۳۔"فَاِنۡ یَّکُنۡ مِّنۡکُمۡ مِّائَۃٌ صَابِرَۃٌ یَّغۡلِبُوۡا مِائَتَیۡنِ "اگر تم لوگوں میں ثابت قدم رہنے والے سو ہوں گے تو دوسو (کافروں) پر غالب آئیں گے(۲)۔

اور زنا کی سزا کے متعلق ارشاد فرمایا:

۴۔"اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیۡ فَاجۡلِدُوۡا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا مِائَۃَ جَلۡدَۃٍ "زنا کرنی والی عورت اور زنا کرنے والے مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سوسو کوڑے مارو(۳)۔

یہی نہیں بلکہ اس عدد کی اہمیت پر وہ قول بھی ایک مضبوط دلیل ہے جو حدیث رسول سے ماخوذ ہے کہ"اِنَّ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ مِائَۃَ رَحۡمَۃٍ "خداوند عالم کی ذات سے مخصوص سو رحمتیں ہیں جس میں سے اس ارحم الراحمین نے رحمت کا صرف ایک حصہ اس زمین پر نازل کیا اور اسے اپنی تمام مخلوق میں تقسیم کر دیا جس کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے پر رحم اور نرمی کرتے ہیں اور رحمت کے ننانوے حصہ کو خود اس نے اپنی ذات کے لیے مخصوص کر رکھا ہے۔کل قیامت میں اسی کے ذریعہ اپنے بندوں پر رحم کرے گا۔

اور یہ بھی مروی ہے:

"اِنَّ اللّٰہَ قَابِضُ هٰذِہٖ تِلۡكَ فَیُکۡمِلُهَا مِائَۃً وَیَرۡحَمُ بِهَا عِبَادَہٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ

۱۔سورہ بقرہ آیت ۲۶۱

۲۔سورہ انفال آیت: ۶۵

۳۔سورہ نور آیت: ۲

(۱) وہ ارحم الراحمین اپنے اس ایک حصہ رحمت کو بھی اپنی اس ننانوے رحمت میں ملا کر اسے سو مکمل کرے گا اور اپنی اسی بے پایاں رحمتوں کے ذریعہ کل قیامت کے دن اپنے گنہگار بندوں پر رحم کرے گا۔

اس کے علاوہ اوراد واذ کار میں بھی سو کی گنتی کو بڑا دخل ہے۔ چنانچہ احایث میں ''لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سُبْحَانَ الْعَظِيْمِ وَ بِحَمْدِهٖ لَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ'' جیسے اوراد واذ کار میں سو کے عدد کا خصوصیت سے استعمال ہے جس سے اس عدد کی اہمیت وافادیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں:

''عَنْ اَبِي عَبْدِ اللّٰه اَنَّهٗ قَالَ مَنْ قَالَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَ اَفْضَلَ النَّاسِ ذَالِكَ الْيَوْمَ عَمَلاً اِلاَّ مَنْ زَادَ''(۲) حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا: جس نے سو مرتبہ ''لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ'' کہا وہ اس دن عمل کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے افضل ہوگا سوائے اس شخص کے جو سو سے زیادہ کہے۔

''قَالَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ مِائَةَ مَرَّةٍ حِيْنَ يُصْبِحُ وَ مِائَةَ مَرَّةٍ حِيْنَ يُمْسِي غُفِرَتْ ذُنُوبُهٗ (۳) امام جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ'' کو صبح شام سو سو مرتبہ پڑھے تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

''قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مَنْ قَالَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِائَةَ مَرَّةٍ فِي (يَوْمٍ) غَفَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ سَبْعَ مِائَةَ ذَنْبٍ(۴) حضرت امام جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا: جس شخص

۱۔ تفسیر مجمع البیان، ج ۱، ص: ۹۴

۲۔ جامع الاخبار، ص: ۶۳

۳۔ جامع الاخبار، ص: ۶۳

۴۔ اصول کافی، ج ۴، ص: ۱۷۳

نے دن میں سو مرتبہ ''اَسْتَغْفِرُ اللهَ'' کہا۔ اللہ اس کے سات سو گناہ بخش دے گا۔

''عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ، قَالَ اَبُو الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ اِذَا صَلَّيْتَ الْمَغْرِبَ فَلاَ تَبْسُطْ رِجْلَكَ وَلَا تَكَلَّمْ اَحَداً حَتّٰى تَقُوْلَ مِائَةَ مَرَّةٍ، بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَ مِائَةَ مَرَّةٍ فِي الْغَدَاةِ فَمَنْ قَالَهَا دَفَعَ اللهُ عَنْهُ مِائَةَ نَوْعٍ مِنْ اَنْوَاعِ الْبَلاَءِ اَدْنٰى نَوْعٍ مِنْهَا الْبَرَصُ وَ الْجُذَامُ وَ الشَّيْطَانُ وَالسُّلْطَانُ (۱) سعید ابن زید سے روایت ہے کہ امام علی رضاؑ نے فرمایا کہ جب تم نماز مغرب پڑھو تو اپنے پاؤں نہ پھیلاؤ اور نہ کسی سے بات کرو اور سو بار کہو ''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ'' اور نماز صبح کے بعد بھی (اسی طرح) کہو۔ جو شخص بھی ان فقروں کو کہے گا اللہ اسے انواع بلا میں سے سو قسم کی بلاؤں کو دور کرے گا جن میں سے کمتر و ادنیٰ بلا، برص و جذام ہے اور وہ بلا ہے جو شیطان و سلطان کی طرف سے پہنچے۔

مذکورہ احادیث معصومینؑ میں اذکار کے جو بے انتہا ثواب وفوائد بیان کیے گئے ہیں ان سے ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اب تو ہمیں کوئی عمل خیر کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے یہی اذکار ہمارے لیے کافی ہیں۔ بے شک، اذکار و اوراد کے بے انتہا ثواب وفوائد ہیں مگر ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہم ان اذکار کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ وہ گناہ تو نہیں کر رہے ہیں جو ان کے ثواب وفوائد کو حبط و بیکار اور بے اثر کر دیں جیسے حسد، غیبت وغیرہ۔

مذکورہ آیات و احادیث میں سو کی گنتی کے استعمال سے یہ بات بخوبی روشن ہے کہ یہ ایک مکمل اور جامع ترین عدد ہے اور پیش خدا و معصومینؑ بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ اگر

۱۔ اصول کافی، ج، ۴، ص: ۳۰۴

امام معصومؑ اس عدد کی اہمیت اور خصوصیت کے پیش نظر لعن وسلام کے فقروں کو سو سو مرتبہ پڑھنے کا حکم دیں تو ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ اس میں کوئی حکمت ضرور ہے جسے ہم اپنی کوتاہ فکر اور محدود علم کی بنا پر سمجھنے سے قاصر ہیں لہذا ہمیں امامؑ کے حکم پر عمل کرنے کی ضرورت ہے چوں و چرا کی نہیں۔ اور لعن وسلام کے فقروں کو سو سو مرتبہ ہی پڑھنا چاہیے تاکہ قول معصوم پر عمل ہو سکے اور اس کے پورے اثرات پڑھنے والے پر مرتب ہوں۔ حالانکہ بعض لوگوں نے جیسے علامہ شیروانی محمد شریف ابن الرضا نے اپنی کتاب ''الصدف المشحون'' میں علماء ومحدثین کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے کہ امام علی نقیؑ نے فرمایا:

> جس شخص نے زیارت عاشورا میں لعن کے فقروں کو مکمل ایک مرتبہ پڑھا پھر اس نے صرف ''اَللّٰھُمَّ الْعَنْھُمْ جَمِیْعًا'' کی ننانوے مرتبہ تکرار کی وہ اس شخص کے مانند ہے جس نے لعن کے فقروں کو مکمل سو مرتبہ پڑھا۔

اسی طرح جس شخص نے سلام کے مکمل فقرے کو ایک مرتبہ پڑھا پھر اس نے صرف ''اَلسَّلَامُ عَلَی الْحُسَیْنِ وَ عَلٰی عَلِیِّ ابْنِ الْحُسَیْنِ وَعَلٰی اَوْلَادِ الْحُسَیْنِ وَ عَلٰی اَصْحَابِ الْحُسَیْنِ'' کی ننانوے مرتبہ تکرار کی تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے سلام کے مکمل فقرے کو زبان پر جاری کیا۔

ان دونوں روایتوں سے ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہمارے اماموں کے فرمان میں تضاد ہے۔ مقصد میں تضاد و ٹکراؤ کا سوال ہی نہیں البتہ دونوں روایتوں کو الگ الگ موارد و حالات زمان ومکان کی روشنی میں دیکھنا چاہیے ممکن ہے کہ امام علی نقیؑ نے جس شخص سے فرمایا اس شخص کے حالات اور ذمہ داریاں وقت ومصروفیات کے متقاضی صرف اتنا ہی ہو جتنا امامؑ نے فرمایا اور امام محمد باقرؑ کا فرمان لعن وسلام کے لیے عمومی ہو اور ساتھ ساتھ وہ

زمانہ واقعہ کربلا سے قریب کا زمانہ تھا۔لوگوں کولعن وسلام کے پورے پورے فقرے ادا کرنے کی تاکید میں عاشورا کی قربانی اور مقاصد کی ترویج پر تاکید کی زیادہ ضرورت رہی ہو لہذا دونوں ہی روایتیں اپنی اپنی جگہ مکمل ومفید اور قابل عمل ہیں اب پڑھنے والا اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کونظر میں رکھتے ہوئے اس پر عمل کرے۔

اب اگرکوئی شخص لعن وسلام کے فقروں کی سو بار سے کم تکرار کرتا ہے تو اسے ثواب تو مل جائے گا مگر حکم امامؑ پر عمل نہیں ہوگا کیوں کہ امامؑ نے سو مرتبہ پڑھنے کی قید لگادی ہے۔ہاں اگرکسی کی مصروفیات زیادہ ہوں اوروہ مکمل لعن وسلام کے ساتھ زیارت عاشورۂ معروفہ نہ پڑھ سکےتو اسے چاہیےکہ زیارت عاشورۂ غیر معروفہ پڑھے۔

یہ زیارت بھی اجروثواب اورحاجت پوری ہونے میں زیارت عاشورۂ معروفہ سے کم نہیں ہے۔ویسے زیارت عاشورۂ معروفہ سومرتبہ مکمل لعن وسلام کے ساتھ پڑھنے والوں کے حالات پرمشتمل ایسی حکایات میری نگاہوں سے گذری ہیں جس میں غیر معمولی فوائدواثرات کاذکرہےاوربعض لوگوں نےاس کےفوائد مجھ سے بھی بیان کیے جیسے حجۃ الاسلام مولاناسیدمحسن رضوی گوپالپوری طاب ثراہ کےفرزند جناب سیدمسعوداختر رضوی کربلائی نے مجھ سے کہا:

”میں نے زیارت عاشورۂ معروفہ سو بارمکمل لعن وسلام کےفقروں کے ساتھ پڑھی اور اس کےنمایاں اثرات دیکھے“۔

بے شک دین الہی کو اپنے پاکیزہ خون سے حیات نو بخشنے والے مظلوم کربلا کی زیارت کی برکت سے اگراثرات ظاہرہوں اوردینی ودنیوی حاجتیں پوری ہو جائیں تو تعجب نہیں کرنا چاہیے۔اس لیے کہ لازوال وبےمثال قربانی پیش کرنے والے دلبند فاطمہ زہراؑ کی یاد کےصلہ میں اگرمشیت ان کے زائرکو اپنے بے انتہا فضل وکرم سے نوازے تو یہ مولا کے

زائر کا حق ہے لیکن ہمیں چاہیے کہ زیارت عاشورا کی برکت سے حاصل ہونے والے فوائد و اثرات سے قطع نظر صرف یہ سمجھ کر زیارت عاشورا پڑھیں کہ ہمارے اماموںؑ نے اسے پڑھنے کی فرمائش اور تاکید کی ہے۔ ہماری پوری توجہ حکم امام پر عمل کرنے اور خدا اور رسولؐ کی خوشنودی ہونا چاہیے نہ کہ فوائد پر۔

خدا کرے دہن معصومؑ سے نکلے ہوئے زیارت اور لعن وسلام کے مخصوص فقرے ہماری زبانوں پر جاری ہو کے ہمارے وجود میں وہ اثر پیدا کر دیں کہ ہم اپنے پورے وجود اور عزم محکم کے ساتھ پوری طرح خدا اور رسولؐ اور ان کے اہل بیتؑ کے دشمنوں سے بیزار رہیں اور محمدؐ و آل محمدؐ کی محبت ہمارے دلوں میں بلکہ ہمارے پورے وجود میں اس طرح رچ بس جائے کہ خداوند عالم ہماری اس حیات کو محمدؐ و آل محمدؐ کی حیات اور ہماری موت کو ان کے راستہ پر قرار دے کر ان کی جیسی بنا دے زیارت عاشورہ میں اسی کی آرزو کرتے ہوئے ہم بارگاہ ذوالجلال میں کہتے ہیں:

''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ مَحْيَايَ مَحْيَا مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَ مَمَاتِي مَمَاتَ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ'' خدایا میری زندگی کو محمد وآل محمد کی سی زندگی اور میری موت کو (ان کے راستہ پر قرار دے کر) ان کی جیسی موت قرار دے۔ آمین

زیارت عاشورا معروفه

اَلسَّلاَمُ عَلَیْكَ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اَلسَّلاَمُ عَلَیْكَ یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلاَمُ عَلَیْكَ یَابْنَ اَمِیْرِالْمُؤْمِنِیْنَ وَابْنَ سَیِّدِ الْوَصِیِّیْنَ اَلسَّلاَمُ عَلَیْكَ یَابْنَ فَاطِمَةَ سَیِّدَةِ نِسَآءِ الْعَالَمِیْنَ اَلسَّلاَمُ عَلَیْكَ یَا ثَارَ اللّٰهِ وَابْنَ ثَارِهٖ وَالْوِتْرَ الْمَوْتُوْرَ اَلسَّلاَمُ عَلَیْكَ وَعَلَی الْاَرْوَاحِ الَّتِیْ حَلَّتْ بِفِنَائِكَ عَلَیْكُمْ مِنِّیْ جَمِیْعاً سَلاَمُ اللّٰهِ اَبَداً مَّا بَقِیْتُ وَبَقِیَ اللَّیْلُ وَ النَّهَارُ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ لَقَدْ عَظُمَتِ الرَّزِیَّةُ وَ جَلَّتْ وَ عَظُمَتِ الْمُصِیْبَةُ بِكَ عَلَیْنَا وَ عَلٰی جَمِیْعِ اَهْلِ الْاِسْلاَمِ وَ جَلَّتْ وَ عَظُمَتْ مُصِیْبَتُكَ فِی السَّمٰوَاتِ عَلٰی جَمِیْعِ اَهْلِ السَّمٰوَاتِ فَلَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً اَسَّسَتْ اَسَاسَ الظُّلْمِ وَ الْجَوْرِ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ لَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً دَفَعَتْكُمْ عَنْ مَقَامِكُمْ وَ اَزَالَتْكُمْ عَنْ مَرَاتِبِكُمُ الَّتِیْ رَتَّبَكُمُ اللّٰهُ فِیْهَا وَ لَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً قَتَلَتْكُمْ وَ لَعَنَ اللّٰهُ الْمُمَهِّدِیْنَ لَهُمْ بِالتَّمْكِیْنِ مِنْ قِتَالِكُمْ بَرِئْتُ اِلَی اللّٰهِ وَ اِلَیْكُمْ مِنْهُمْ وَ مِنْ اَشْیَاعِهِمْ وَاَتْبَاعِهِمْ وَ اَوْلِیَائِهِمْ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اِنِّیْ سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَكُمْ وَ حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَكُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَلَعَنَ اللّٰهُ اٰلَ زِیَادٍ وَ اٰلَ مَرْوَانَ وَلَعَنَ اللّٰهُ بَنِیْ اُمَیَّةَ قَاطِبَةً وَلَعَنَ اللّٰهُ ابْنَ مَرْجَانَةَ وَلَعَنَ اللّٰهُ عُمَرَ بْنَ سَعْدٍ وَ

لَعَنَ اللهُ شِمْراً وَلَعَنَ اللهُ اُمَّةً اَسْرَجَتْ وَاَلْجَمَتْ وَتَنَقَّبَتْ لِقِتَالِكَ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ لَقَدْ عَظُمَ مُصَابِيْ بِكَ فَاَسْئَلُ اللهَ الَّذِيْ اَكْرَمَ مَقَامَكَ وَ اَكْرَمَنِيْ بِكَ اَنْ يَّرْزُقَنِيْ طَلَبَ ثَارِكَ مَعَ اِمَامٍ مَنْصُوْرٍ مِنْ اَهْلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ عِنْدَكَ وَجِيْهاً بِالْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ يَا اَبَا عَبْدِاللهِ اِنِّيْ اَتَقَرَّبُ اِلَى اللهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ وَاِلٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِلٰى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَاِلَى الْحَسَنِ وَ اِلَيْكَ بِمُوَالَاتِكَ وَبِالْبَرَائَةِ مِمَّنْ قَاتَلَكَ وَنَصَبَ لَكَ الْحَرْبَ وَ بِالْبَرَائَةِ مِمَّنْ اَسَّسَ اَسَاسَ الظُّلْمِ وَالْجَوْرِ عَلَيْكُمْ وَاَبْرَءُ اِلَى اللهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ مِمَّنْ اَسَّسَ اَسَاسَ ذٰلِكَ وَبَنٰى عَلَيْهِ بُنْيَانَهُ وَ جَرٰى فِيْ ظُلْمِهٖ وَجَوْرِهٖ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى اَشْيَاعِكُمْ بَرِئْتُ اِلَى اللهِ وَ اِلَيْكُمْ مِنْهُمْ وَ اَتَقَرَّبُ اِلَى اللهِ ثُمَّ اِلَيْكُمْ بِمُوَالَاتِكُمْ وَ مُوَالَاةِ وَلِيِّكُمْ وَ بِالْبَرَائَةِ مِنْ اَعْدَائِكُمْ وَالنَّاصِبِيْنَ لَكُمُ الْحَرْبَ وَ بِالْبَرَائَةِ مِنْ اَشْيَاعِهِمْ وَ اَتْبَاعِهِمْ

اِنِّيْ سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَكُمْ وَحَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَكُمْ وَوَلِيٌّ لِمَنْ وَالَاكُمْ وَ عَدُوٌّ لِمَنْ عَادَاكُمْ فَاَسْئَلُ اللهَ الَّذِيْ اَكْرَمَنِيْ بِمَعْرِفَتِكُمْ وَ مَعْرِفَةِ اَوْلِيَائِكُمْ وَ رَزَقَنِي الْبَرَائَةَ مِنْ اَعْدَائِكُمْ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مَعَكُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَاَنْ يُّثَبِّتَ لِيْ عِنْدَكُمْ قَدَمَ

صِدْقٍ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَسْئَلُهُ أَنْ يُبَلِّغَنِيَ الْمَقَامَ الْمَحْمُودَ لَكُمْ عِنْدَ اللهِ وَأَنْ يَرْزُقَنِي طَلَبَ ثَارِي مَعَ إِمَامٍ هُدًى ظَاهِرٍ نَاطِقٍ بِالْحَقِّ مِنْكُمْ وَ أَسْئَلُ اللهَ بِحَقِّكُمْ وَ بِالشَّأْنِ الَّذِي لَكُمْ عِنْدَهُ أَنْ يُعْطِيَنِي بِمُصَابِي بِكُمْ أَفْضَلَ مَا يُعْطِي مُصَاباً بِمُصِيبَتِهِ مُصِيبَةً مَا أَعْظَمَهَا وَ أَعْظَمَ رَزِيَّتَهَا فِي الْإِسْلَامِ وَفِي جَمِيعِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي فِي مَقَامِي هٰذَا مِمَّنْ تَنَالُهُ مِنْكَ صَلَوَاتٌ وَ رَحْمَةٌ وَّ مَغْفِرَةٌ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ مَحْيَايَ مَحْيَا مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ مَمَاتِي مَمَاتَ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّ هٰذَا يَوْمٌ تَبَرَّكَتْ بِهِ بَنُو أُمَيَّةَ وَ ابْنُ آكِلَةِ الْأَكْبَادِ اللَّعِينُ ابْنُ اللَّعِينِ عَلٰى لِسَانِكَ وَلِسَانِ نَبِيِّكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي كُلِّ مَوْطِنٍ وَمَوْقِفٍ وَقَفَ فِيهِ نَبِيُّكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ۔

اَللّٰهُمَّ الْعَنْ أَبَا سُفْيَانَ وَمُعَاوِيَةَ وَيَزِيدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ عَلَيْهِمْ مِنْكَ اللَّعْنَةُ أَبَدَ الْآبِدِينَ وَهٰذَا يَوْمٌ فَرِحَتْ بِهِ آلُ زِيَادٍ وَآلُ مَرْوَانَ عَلَيْهِمُ اللَّعْنَةُ بِقَتْلِهِمُ الْحُسَيْنَ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ۔

اَللّٰهُمَّ فَضَاعِفْ عَلَيْهِمُ اللَّعْنَ مِنْكَ وَالْعَذَابَ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَتَقَرَّبُ إِلَيْكَ فِي هٰذَا الْيَوْمِ وَفِي مَوْقِفِي هٰذَا وَأَيَّامِ حَيَاتِي بِالْبَرَائَةِ مِنْهُمْ وَاللَّعْنَةِ عَلَيْهِمْ وَبِالْمُوَالَاةِ لِنَبِيِّكَ وَآلِ نَبِيِّكَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔

پھر سو مرتبہ کہے:

اَللّٰهُمَّ الْعَنْ اَوَّلَ ظَالِمٍ ظَلَمَ حَقَّ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَ آخِرَ تَابِعٍ لَهُ عَلٰى ذٰلِكَ اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْعِصَابَةَ الَّتِیْ جَاهَدَتِ الْحُسَیْنَ وَ شَایَعَتْ وَ بَایَعَتْ وَ تَابَعَتْ عَلٰى قَتْلِهٖ اَللّٰهُمَّ الْعَنْهُمْ جَمِیْعاً۔

پھر سو مرتبہ کہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَبَا عَبْدِ اللهِ وَعَلَى الْاَرْوَاحِ الَّتِیْ حَلَّتْ بِفِنَائِكَ عَلَیْكَ مِنِّیْ سَلَامُ اللهِ اَبَداً مَّا بَقِیْتُ وَ بَقِیَ اللَّیْلُ وَ النَّهَارُ وَ لَاجَعَلَهُ اللهُ آخِرَ الْعَهْدِ مِنِّیْ لِزِیَارَتِكُمْ اَلسَّلَامُ عَلَى الْحُسَیْنِ وَعَلٰى عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ وَ عَلٰى اَوْلَادِ الْحُسَیْنِ وَعَلٰى اَصْحَابِ الْحُسَیْنِ۔

پھر کہے:

اَللّٰهُمَّ خُصَّ اَنْتَ اَوَّلَ ظَالِمٍ بِاللَّعْنِ مِنِّیْ وَ ابْدَاْ بِهٖ اَوَّلًا ثُمَّ الثَّانِیَ وَ الثَّالِثَ وَ الرَّابِعَ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ یَزِیْدَ خَامِسًا وَ الْعَنْ عُبَیْدَ اللهِ بْنَ زِیَادٍ وَابْنَ مَرْجَانَةَ وَعُمَرَ بْنَ سَعْدٍ وَ شِمْرًا وَ اٰلَ اَبِیْ سُفْیَانَ وَ اٰلَ زِیَادٍ وَ اٰلَ مَرْوَانَ اِلٰى یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔

اس کے بعد سجدے میں جائے اور کہے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدَ الشَّاكِرِیْنَ لَكَ عَلٰى مُصَابِهِمْ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى عَظِیْمِ رَزِیَّتِیْ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ شَفَاعَةَ الْحُسَیْنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ

يَوْمَ الْوُرُوْدِ وَ ثَبِّتْ لِيْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَكَ مَعَ الْحُسَيْنِ، وَاَصْحَابِ الْحُسَيْنِ الَّذِيْنَ بَذَلُوْا مُهَجَهُمْ دُوْنَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ ۔

بہتر ہے کہ اس کے بعد دو رکعت نماز زیارت پڑھے اور نماز کے بعد دعائے صفوان پڑھے جو دعائے علقمہ کے نام سے مشہور ہے۔

دعائے صفوان مشہور بہ دعائے علقمہ

یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا مُجِیْبَ دَعْوَۃِ الْمُضْطَرِّیْنَ یَا کَاشِفَ کُرَبِ الْمَکْرُوْبِیْنَ یَاغِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ یَاصَرِیْخَ الْمُسْتَصْرِخِیْنَ وَ یَا مَنْ ھُوَ اَقْرَبُ اِلَیَّ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ وَ یَا مَنْ یَّحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِہٖ وَ یَا مَنْ ھُوَ بِالْمَنْظَرِ الْاَعْلٰی وَ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ وَ یَا مَنْ ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی وَ یَا مَنْ یَّعْلَمُ خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَ مَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ وَ یَا مَنْ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ خَافِیَۃٌ یَا مَنْ لَا تَشْتَبِہُ عَلَیْہِ الْاَصْوَاتُ وَ یَا مَنْ لَاتُغَلِّطُہُ الْحَاجَاتُ وَ یَا مَنْ لَا یُبْرِمُہٗ اِلْحَاحُ الْمُلِحِّیْنَ یَا مُدْرِکَ کُلِّ فَوْتٍ وَ یَا جَامِعَ کُلِّ شَمْلٍ وَ یَا بَارِئَ النُّفُوْسِ بَعْدَ الْمَوْتِ یَا مَنْ ھُوَ کُلَّ یَوْمٍ فِیْ شَاْنٍ، یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ یَا مُنَفِّسَ الْکُرُبَاتِ یَا مُعْطِیَ السُّؤُلَاتِ یَا وَلِیَّ الرَّغَبَاتِ یَا کَافِیَ الْمُھِمَّاتِ یَا مَنْ یَّکْفِیْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ وَ لَا یَکْفِیْ مِنْہُ شَیْءٌ فِی السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضِ۔

اَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَ عَلِیٍّ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ بِحَقِّ فَاطِمَۃَ بِنْتِ نَبِیِّکَ وَ بِحَقِّ الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ فَاِنِّیْ بِھِمْ اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا وَ بِھِمْ اَ تَوَسَّلُ وَ بِھِمْ اَتَشَفَّعُ اِلَیْکَ وَ بِحَقِّھِمْ

اَسْئَلُكَ وَ اُقْسِمُ وَ اَعْزِمُ عَلَيْكَ وَ بِالشَّانِ الَّذِي لَهُمْ عِنْدَكَ وَ بِالْقَدْرِ الَّذِي لَهُمْ عِنْدَكَ وَ بِالَّذِي فَضَّلْتَهُمْ عَلَى الْعَالَمِيْنَ وَ بِاسْمِكَ الَّذِيْ جَعَلْتَهُ عِنْدَهُمْ وَ بِهٖ خَصَصْتَهُمْ دُوْنَ الْعَالَمِيْنَ وَ بِهٖ اَبَنْتَهُمْ وَ اَبَنْتَ فَضْلَهُمْ مِنْ فَضْلِ الْعَالَمِيْنَ حَتّٰى فَاقَ فَضْلُهُمْ فَضْلَ الْعَالَمِيْنَ جَمِيْعًا۔

اَسْئَلُكَ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ اَنْ تَكْشِفَ عَنِّيْ غَمِّيْ وَ هَمِّيْ وَ كَرْبِيْ وَ تَكْفِيَنِي الْمُهِمَّ مِنْ اُمُوْرِيْ وَ تَقْضِيَ عَنِّيْ دَيْنِيْ وَ تُجِيْرَنِيْ مِنَ الْفَقْرِ وَ تُجِيْرَنِيْ مِنَ الْفَاقَةِ وَ تُغْنِيَنِي عَنِ الْمَسْئَلَةِ اِلَى الْمَخْلُوْقِيْنَ وَ تَكْفِيَنِيْ هَمَّ مَنْ اَخَافُ هَمَّهُ وَ عُسْرَ مَنْ اَخَافُ عُسْرَهُ وَ حُزُوْنَةَ مَنْ اَخَافُ حُزُوْنَتَهُ وَ شَرَّ مَنْ اَخَافُ شَرَّهٗ وَ مَكْرَ مَنْ اَخَافُ مَكْرَهٗ وَ بَغْيَ مَنْ اَخَافُ بَغْيَهٗ وَ جَوْرَ مَنْ اَخَافُ جَوْرَهٗ وَ سُلْطَانَ مَنْ اَخَافُ سُلْطَانَهٗ وَ كَيْدَ مَنْ اَخَافُ كَيْدَهٗ وَمَقْدُرَةَ مَنْ اَخَافُ مَقْدُرَتَهُ عَلَيَّ وَ تَرُدَّ عَنِّيْ كَيْدَ الْكَيَدَةِ وَ مَكْرَ الْمَكَرَةِ

اَللّٰهُمَّ مَنْ اَرَادَنِيْ فَاَرِدْهُ وَ مَنْ كَادَنِيْ فَكِدْهُ وَاصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهٗ وَ مَكْرَهٗ وَ بَأْسَهٗ وَ اَمَانِيَّهٗ وَامْنَعْهُ عَنِّيْ كَيْفَ شِئْتَ وَ اَنّٰى شِئْتَ اَللّٰهُمَّ اشْغَلْهُ عَنِّيْ بِفَقْرٍ لَا تَجْبُرُهٗ وَ بِبَلَاۤءٍ لَا تَسْتُرُهٗ وَ بِفَاقَةٍ لَا تَسُدُّهَا وَ بِسُقْمٍ لَا تُعَافِيْهِ وَ ذُلٍّ لَا تُعِزُّهٗ وَ بِمَسْكَنَةٍ لَا تَجْبُرُهَا۔

اَللّٰهُمَّ اضْرِبْ بِالذُّلِّ نَصْبَ عَيْنَيْهِ وَ اَدْخِلْ عَلَيْهِ الْفَقْرَ فِيْ

مَنۡزِلِهٖ وَ الۡعِلَّةَ وَ السُّقۡمَ فِيۡ بَدَنِهٖ حَتّٰى تَشۡغَلَهٗ عَنِّيۡ بِشُغۡلٍ شَاغِلٍ لَا فَرَاغَ لَهٗ وَ اَنۡسِهٖ ذِكۡرِيۡ كَمَا اَنۡسَيۡتَهٗ ذِكۡرَكَ وَ خُذۡ عَنِّيۡ بِسَمۡعِهٖ وَ بَصَرِهٖ وَلِسَانِهٖ وَ يَدِهٖ وَ رِجۡلِهٖ وَ قَلۡبِهٖ وَ جَمِيۡعِ جَوَارِحِهٖ وَ اَدۡخِلۡ عَلَيۡهِ فِيۡ جَمِيۡعِ ذٰلِكَ السُّقۡمَ وَ لَا تَشۡفِهٖ حَتّٰى تَجۡعَلَ ذٰلِكَ لَهٗ شُغۡلاً شَاغِلاً بِهٖ عَنِّيۡ وَ عَنۡ ذِكۡرِيۡ وَا كۡفِنِيۡ يَا كَافِيَ مَا لَايَكۡفِيۡ سِوَاكَ فَاِنَّكَ الۡكَافِيۡ لَا كَافِيَ سِوَاكَ وَ مُفَرِّجٌ لَا مُفَرِّجَ سِوَاكَ وَ مُغِيۡثٌ لَا مُغِيۡثَ سِوَاكَ وَ جَارٌ لَا جَارَ سِوَاكَ خَابَ مَنۡ كَانَ جَارُهٗ سِوَاكَ وَمُغِيۡثُهٗ سِوَاكَ وَ مَفۡزَعُهٗ اِلٰى سِوَاكَ وَ مَهۡرَبُهٗ اِلٰى سِوَاكَ وَ مَلۡجَأُهٗ اِلٰى غَيۡرِكَ وَ مَنۡجَاهُ مِنۡ مَخۡلُوۡقٍ غَيۡرِكَ فَاَنۡتَ ثِقَتِيۡ وَ رَجَائِيۡ وَ مَفۡزَعِيۡ وَ مَهۡرَبِيۡ وَ مَلۡجَئِيۡ وَ مَنۡجَايَ فَبِكَ اَسۡتَفۡتِحُ وَ بِكَ اَسۡتَنۡجِحُ وَ بِمُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ۔

اَتَوَجَّهُ اِلَيۡكَ وَاَتَوَسَّلُ وَ اَتَشَفَّعُ فَاَسۡئَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ فَلَكَ الۡحَمۡدُ وَ لَكَ الشُّكۡرُ وَ اِلَيۡكَ الۡمُشۡتَكٰى وَ اَنۡتَ الۡمُسۡتَعَانُ فَاَسۡئَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ اَنۡ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ اَنۡ تَكۡشِفَ عَنِّيۡ غَمِّيۡ وَ هَمِّيۡ وَ كَرۡبِيۡ فِيۡ مَقَامِيۡ هٰذَا كَمَا كَشَفۡتَ عَنۡ نَبِيِّكَ هَمَّهٗ وَ غَمَّهٗ وَ كَرۡبَهٗ وَ كَفَيۡتَهٗ هَوۡلَ عَدُوِّهٖ فَاكۡشِفۡ عَنِّيۡ كَمَا كَشَفۡتَ عَنۡهُ وَ فَرِّجۡ عَنِّيۡ كَمَا فَرَّجۡتَ عَنۡهُ وَاكۡفِنِيۡ كَمَا كَفَيۡتَهٗ وَ اصۡرِفۡ عَنِّيۡ هَوۡلَ مَا اَخَافُ هَوۡلَهٗ وَ مَئُوۡنَةَ مَا اَخَافُ مَئُوۡنَتَهٗ وَ هَمَّ مَا اَخَافُ هَمَّهٗ بِلَا مَئُوۡنَةٍ عَلٰى نَفۡسِيۡ مِنۡ ذٰلِكَ

وَاصْرِفْنِیْ بِقَضَاءِ حَوَآئِجِیْ وَ کِفَایَةِ مَا اَهَمَّنِیْ هَمُّهٗ مِنْ اَمْرِ آخِرَتِیْ وَ دُنْیَایَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ یَا اَبَا عَبْدِاللهِ عَلَیْكَ مِنِّیْ سَلَامُ اللهِ اَبَداً مَّا بَقِیْتُ وَ بَقِیَ اللَّیْلُ وَ النَّهَارُ وَ لَا جَعَلَهُ اللهُ آخِرَ الْعَهْدِ مِنْ زِیَارَتِکُمَا وَ لَا فَرَّقَ اللهُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمَا۔

اَللّٰهُمَّ اَحْیِنِیْ حَیٰوةَ مُحَمَّدٍ وَ ذُرِّیَّتِهٖ وَ اَمِتْنِیْ مَمَاتَهُمْ وَ تَوَفَّنِیْ عَلٰی مِلَّتِهِمْ وَ احْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَتِهِمْ وَ لَا تُفَرِّقْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَهُمْ طَرْفَةَ عَیْنٍ اَبَداً فِی الدُّنْیَا وَ الْآخِرَةِ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ یَا اَبَا عَبْدِاللهِ اَتَیْتُکُمَا زَائِراً وَ مُتَوَسِّلًا اِلَی اللهِ رَبِّیْ وَ رَبِّکُمَا وَ مُتَوَجِّهًا اِلَیْهِ بِکُمَا وَ مُسْتَشْفِعًا بِکُمَا اِلَی اللهِ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ فَاشْفَعَا لِیْ فَاِنَّ لَکُمَا عِنْدَ اللهِ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ وَالْجَاهَ الْوَجِیْهَ وَ الْمَنْزِلَ الرَّفِیْعَ وَ الْوَسِیْلَةَ اِنِّیْ اَنْقَلِبُ عَنْکُمَا مُنْتَظِرًا لِتَنَجُّزِ الْحَاجَةِ وَ قَضَائِهَا وَ نَجَاحِهَا مِنَ اللهِ بِشَفَاعَتِکُمَا لِیْ اِلَی اللهِ فِیْ ذٰلِكَ فَلَا اَخِیْبُ وَ لَا یَکُوْنُ مُنْقَلَبِیْ مُنْقَلَبًا خَآئِبًا خَاسِرًا بَلْ یَکُوْنُ مُنْقَلَبِیْ مُنْقَلَبًا رَاجِحًا مُفْلِحًا مُنْجِحًا مُسْتَجَابًا بِقَضَآءِ جَمِیْعِ حَوَآئِجِیْ وَ تَشَفَّعَا لِیْ اِلَی اللهِ اَنْقَلَبْتُ عَلٰی مَاشَآءَ اللهُ وَ لَاحَوْلَ وَ لَاقُوَّةَ اِلَّابِاللهِ مُفَوِّضًا اَمْرِیْ اِلَی اللهِ مُلْجِئًا ظَهْرِیْ اِلَی اللهِ مُتَوَکِّلًا عَلَی اللهِ وَ اَقُوْلُ حَسْبِیَ اللهُ وَ کَفٰی سَمِعَ اللهُ لِمَنْ دَعٰی لَیْسَ لِیْ وَرَآءَ اللهِ وَوَرَآئَکُمْ۔

یَا سَادَتِیْ مُنْتَهٰی مَا شَاءَ رَبِّیْ کَانَ وَ مَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ وَ لَا حَوْلَ

وَلاَ قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ اَسْتَوْدِعُکُمَا اللّٰہَ وَ لَا جَعَلَہُ اللّٰہُ آخِرَ الْعَھْدِ مِنِّی اِلَیْکُمَا اِنْصَرَفْتُ یَا سَیِّدِیْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ مَوْلَایَ وَ اَنْتَ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ یَا سَیِّدِیْ وَ سَلَامِیْ عَلَیْکُمَا مُتَّصِلٌ مَا اتَّصَلَ اللَّیْلُ وَالنَّھَارُ وَاصِلٌ ذٰلِکَ اِلَیْکُمَا غَیْرَ مَحْجُوبٍ عَنْکُمَا سَلَامِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ وَ اَسْئَلُہُ بِحَقِّکُمَا اَنْ یَّشَآءَ ذٰلِکَ وَ یَفْعَلَ فَاِنَّہُ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ اِنْقَلَبْتُ یَا سَیِّدَیَّ عَنْکُمَا تَائِبًا حَامِدًا لِلّٰہِ شَاکِرًا رَاجِیًا لِلْاَجَابَۃِ غَیْرَ آیِسٍ وَ لَا قَانِطٍ آئِبًا عَائِدًا رَاجِعًا اِلٰی زِیَارَتِکُمَا غَیْرَ رَاغِبٍ عَنْکُمَا وَ لَا مِنْ زِیَارَتِکُمَا بَلْ رَاجِعٌ عَآئِدٌ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ وَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

یَا سَادَتِیْ رَغِبْتُ اِلَیْکُمَا وَ اِلٰی زِیَارَتِکُمَا بَعْدَ اَنْ زَھِدَ فِیْکُمَا وَ فِیْ زِیَارَتِکُمَا اَھْلُ الدُّنْیَا فَلَا خَیَّبَنِیَ اللّٰہُ مَا رَجَوْتُ وَ مَا اَمَّلْتُ فِیْ زِیَا رَتِکُمَا اِنَّہُ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ۔

زیارت عاشورا غیر معروفہ

دس محرم الحرام عاشور کے دن پڑھی جانے والی ہمارے اماموں کی تعلیم کردہ زیارات اور اعمال میں زیارت عاشورا معروفہ کے علاوہ ایک دوسری زیارت بھی ہے جو ہمارے درمیان تقریباً ناشناختہ ہے اور اس سے لوگ آشنا نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے اس کو وہ مقبولیت وشہرت نہ مل سکی جو زیارت عاشورا معروفہ کو حاصل ہے۔ اسی لیے اس زیارت کو زیارت عاشورا غیر معروفہ کہتے ہیں۔

اس زیارت میں یہ خاص بات ہے کہ زیارت عاشورا معروفہ کی طرح اس میں سو مرتبہ لعن اور سو مرتبہ سلام نہیں ہے۔ اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے پڑھنے کے طریقے میں کسی طرح کا کوئی اختلاف واحتمال کہیں نہیں ملتا جب کہ زیارت عاشورا معروفہ جو ہمارے درمیان رائج ہے۔ اس کے پڑھنے کے طریقے میں روایت کو دیکھتے ہوئے بہت سے احتمالات پیش کیے گئے ہیں جیسا کہ کتب زیارات سے ظاہر ہے۔ زیارت عاشورا غیر معروفہ ان مومنین کے لیے جو اپنی بے پناہ مشغولیت کے باعث زیارت عاشورا معروفہ سو مرتبہ لعن اور سو مرتبہ سلام کے ساتھ نہیں پڑھ سکتے وہ لوگ اس زیارت کو کم وقت میں آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں اور مستقل اپنے ورد میں رکھ سکتے ہیں یہ زیارت بھی اجر وثواب، دینی اور دنیوی مقاصد کے حصول کے لحاظ سے زیارت عاشورا معروفہ سے کم نہیں ہے بلکہ ہدف و مقصد کے لحاظ سے ایک ہے۔

میں نے اس زیارت کو اپنے استاد حجۃ الاسلام مولانا شیخ عطا حسین نجفی طاب ثراہ

(بنارسی) کو برابر پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ کہا کرتے تھے زیارت عاشورا معروفہ پڑھنے والا اگر سو مرتبہ لعن اور سو مرتبہ سلام کے پورے فقروں کو نہ پڑھ سکے تو اسے زیارت عاشورا غیر معروفہ پڑھنا چاہیے۔ اس زیارت کو الحاج مرزا ابوالفضل تہرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''شفاء الصدور فی شرح زیارۃ العاشور،، میں نقل کی ہے۔ یہ وہ عالم جلیل القدر ہیں جن کے متعلق محدث بزرگوار شیخ عباس قمیؒ فرماتے ہیں:

''كَانَ الْمِيْرزَا اَبُوْ الْفَضْلِ عَالِمًا فَاضِلًا فَقِيْهًا اُصُوْلِيًا مُتَكَلِّمًا عَارِفًا بِالْحِكْمَةِ وَ الرِّيَاضِي مُطَّلِعًا عَلَى السِّيَرِ وَ التَّوَارِيْخِ اَدِيْبًا شَاعِرًا تُوُفِيَ فِيْ طِهْرَان ۱۳۱۷هجری ''الحاج مرزا ابوالفضل تہرانی، عالم، فاضل، فقیہ، اصولی، متکلم، علم حکمت وعلم ریاضی سے بخوبی واقف، سیر و تواریخ سے باخبر، ادیب و شاعر تھے انھوں نے ۱۳۱۷ھ میں تہران (ایران) میں وفات پائی۔

انھوں نے زیارت عاشورا غیر معروفہ کو ''مزار قدیم،، نامی کتاب سے نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ کتاب مشہد مقدس رضوی میں موجود ہے۔ اسی کتاب سے زیارت کے اور دوسرے نسخے لکھے گئے ہیں۔ میں نے اس زیارت عاشورا کو اسی نسخہ سے نقل کیا ہے۔

متن کے اعتبار سے اس زیارت میں اور، زیارت عاشورا معروفہ میں کافی فرق ہے۔ اس کے راوی علقمہ بن محمد حضرمیؒ ہیں اور اس کے بتانے والے ہمارے پانچویں امام حضرت محمد باقرؑ ہیں۔ زیارت عاشورا غیر معروفہ کی روایت کا خلاصہ پیش ہے:

علقمہ بن محمد حضرمیؒ کہتے ہیں: میں نے آقاؑ سے عرض کیا: مولا! میں آپ پر قربان۔ یہ فرمائیے کہ جو شخص کربلا سے بہت دور ہو اس کے لیے عاشور کے دن کربلا پہنچ کر امام حسینؑ کی زیارت کرنا ممکن نہ ہو تو وہ کیا کرے؟۔

امامؑ نے فرمایا: جو شخص عاشور کے دن دور یا نزدیک سے مظلوم کربلاؑ کی زیارت کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ غسل کرے اور صحرا یا گھر کی چھت پر چلا جائے اور دو رکعت نماز ادا کرے اور ان دونوں رکعتوں میں سورہ قل ھواللہ احد پڑھے اور سلام کے بعد کربلا کی طرف اپنا رخ کرے اور امام حسینؑ کی قبر مطہر کی طرف اشارہ کرے اور انتہائی خضوع وخشوع کے ساتھ امام حسینؑ کی زیارت پڑھے۔اس کے بعد امامؑ نے اسی زیارت عاشورا غیر معروفہ کو تعلیم فرمایا۔

علقمہ بن محمد حضرمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد امام نے فرمایا:

اے علقمہ! ''اِنِ اسۡتَطَعۡتَ اَنۡ تَزُوۡرَہٗ فِی کُلِّ یَوۡمٍ بِھٰذِہِ الزِّیَارَۃِ'' اگر ہو سکے تو تم روزانہ اس زیارت کے ذریعہ امام حسینؑ کی زیارت کرو۔

اس زیارت عاشورا غیر معروفہ کو ثقۃ المحدثین حاج شیخ عباس قمیؒ نے بھی اپنی مولفہ کتاب ''مفاتیح الجنان'' میں نقل فرمایا ہے۔امامؑ کے بیان کردہ آداب زیارت میں زیارت عاشورا غیر معروفہ پڑھنے سے پہلے غسل کرنا،صحرا یا گھر کی چھت پر جانا مذکور ہے۔زیارت پڑھنے والوں کو یہ جاننا چاہیے کہ ان امور کو علما و محققین زیارت کے مستحبات وخصوصیات میں سمجھتے ہیں۔ان کی رعایت اگر ہو سکے تو کرنا چاہیے اور نہ ہو سکے تو ان کی وجہ سے زیارت کو ترک نہیں کرنا چاہیے بلکہ خلوص سے زیارت پڑھ لینا ہی بے حد اجر وثواب کا حامل ہے۔مولا کے چاہنے والوں اور ان سے محبت کا دم بھرنے والوں کو چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو وہ اس زیارت کو ضرور پڑھیں اللہ ہر روحانی جسمانی اور فکر وعمل پر آنے والی آفتوں سے محفوظ رکھے گا۔

زیارت عاشورا غیر معروفہ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بْنَ الْبَشِيْرِ النَّذِيْرِ وَ ابْنَ سَيِّدِ الْوَصِيِّيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَابْنَ فَاطِمَةَ سَيِّدَةِ نِسَآءِ الْعَالَمِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خِيَرَةَ اللّٰهِ وَابْنَ خِيَرَتِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ثَارَ اللّٰهِ وَابْنَ ثَارِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْوِتْرُ الْمَوْتُوْرُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْاِمَامُ الْهَادِى الزَّكِيُّ وَعَلٰى اَرْوَاحٍ حَلَّتْ بِفِنَائِكَ وَاَقَامَتْ فِيْ جِوَارِكَ وَوَفَدَتْ مَعَ زُوَّارِكَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ مِنِّيْ مَا بَقِيْتُ وَبَقِيَ اللَّيْلُ وَ النَّهَارُ فَلَقَدْ عَظُمَتْ بِكَ الرَّزِيَّةُ وَ جَلَّتْ فِي الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَفِيْ اَهْلِ السَّمٰوَاتِ وَ اَهْلِ الْاَرَضِيْنَ اَجْمَعِيْنَ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ وَ تَحِيَّاتُهٗ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِاللّٰهِ الْحُسَيْنَ وَ عَلٰى اٰبَآئِكَ الطَّيِّبِيْنَ الْمُنْتَجَبِيْنَ وَ عَلٰى ذُرِّيَّاتِكُمُ الْهُدَاةِ الْمَهْدِيِّيْنَ لَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً خَذَلَتْكَ وَ تَرَكَتْ نُصْرَتَكَ وَ مَعُوْنَتَكَ وَ لَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً اَسَّسَتْ اَسَاسَ الظُّلْمِ لَكُمْ وَ مَهَّدَتِ الْجَوْرَ عَلَيْكُمْ وَ طَرَّقَتْ اِلٰى اَذِيَّتِكُمْ وَ تَحَيُّفِكُمْ وَ جَارَتْ ذٰلِكَ فِيْ دِيَارِكُمْ وَ اَشْيَاعِكُمْ بَرِئْتُ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَ اِلَيْكُمْ۔

یَا سَادَاتِیْ وَ مَوَالِیَّ وَ اَئِمَّتِیْ مِنْهُمْ وَ مِنْ اَشْیَاعِهِمْ وَ اَتْبَاعِهِمْ وَاَسْئَلُ اللهَ الَّذِیْ اَکْرَمَ یَا مَوَالِیَّ مَقَامَکُمْ وَ شَرَّفَ مَنْزِلَتَکُمْ وَ شَاْنَکُمْ اَنْ یُّکْرِمَنِیْ بِوِلَایَتِکُمْ وَ مَحَبَّتِکُمْ وَ الْاِئْتِمَامِ بِکُمْ وَ بِالْبَرَائَةِ مِنْ اَعْدَائِکُمْ وَ اَسْئَلُ اللهَ الْبَرَّ الرَّحِیْمَ اَنْ یَّرْزُقَنِیْ مَوَدَّتَکُمْ وَاَنْ یُّوَفِّقَنِیْ لِلطَّلَبِ بِثَارِکُمْ مَعَ الْاِمَامِ الْمُنْتَظَرِ الْهَادِیْ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ وَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ مَعَکُمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْآخِرَةِ وَ اَنْ یُّبَلِّغَنِی الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ لَکُمْ عِنْدَ اللهِ وَ اَسْئَلُ اللهَ عَزَّوَجَلَّ بِحَقِّکُمْ وَ بِالشَّاْنِ الَّذِیْ جَعَلَ اللهُ لَکُمْ اَنْ یُعْطِیَنِیْ بِمُصَابِیْ بِکُمْ اَفْضَلَ مَا اَعْطٰی مُصَابًا بِمُصِیْبَتِهٖ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ یَا لَهَا مِنْ مُصِیْبَةٍ مَا اَفْجَعَهَا وَاَنْکَاهَا لِقُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُسْلِمِیْنَ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَاجْعَلْنِیْ فِیْ مَقَامِیْ مِمَّنْ تَنَالُهٗ مِنْکَ صَلَوَاتٌ وَّرَحْمَةٌ وَمَغْفِرَةٌ وَاجْعَلْنِیْ عِنْدَکَ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ فَاِنِّیْ اَتَقَرَّبُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُکَ عَلَیْهِ وَعَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتَوَسَّلُ وَ اَتَوَجَّهُ بِصَفْوَتِکَ مِنْ خَلْقِکَ وَ خِیَرَتِکَ مِنْ خَلْقِکَ مُحَمَّدٍ وَعَلِیٍ وَ الطَّیِّبِیْنَ مِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا اَللّٰهُمَّ فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَاجْعَلْ مَحْیَایَ مَحْیَاهُمْ وَمَمَاتِیْ مَمَاتَهُمْ وَلَا تُفَرِّقْ

بَيۡنِيۡ وَ بَيۡنَهُمۡ فِي الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ اِنَّكَ سَمِيۡعُ الدُّعَآءِ۔

اَللّٰهُمَّ وَهٰذَا يَوۡمٌ تُجَدَّدُ فِيۡهِ النِّقۡمَةُ وَتُنَزَّلُ فِيۡهِ اللَّعۡنَةُ عَلَى اللَّعِيۡنِ يَزِيۡدَ وَعَلٰى آلِ يَزِيۡدَ وَعَلٰى اٰلِ زِيَادٍ وَعُمَرَ بۡنَ سَعۡدٍ وَ الشِّمۡرِ اَللّٰهُمَّ الۡعَنۡهُمۡ وَالۡعَنۡ مَنۡ رَضِيَ بِقَوۡلِهِمۡ وَفِعۡلِهِمۡ مِنۡ اَوَّلٍ وَ اٰخِرٍ لَعۡنًا كَثِيۡرًا وَاَصۡلِهِمۡ حَرَّ نَارِكَ وَاَسۡكِنۡهُمۡ جَهَنَّمَ وَ سَآئَتۡ مَصِيۡرًا وَ اَوۡجِبۡ عَلَيۡهِمۡ وَ عَلٰى كُلِّ مَنۡ شَايَعَهُمۡ وَ بَايَعَهُمۡ وَ تَابَعَهُمۡ وَ سَاعَدَهُمۡ وَ رَضِيَ بِفِعۡلِهِمۡ وَافۡتَحۡ لَهُمۡ وَ عَلَيۡهِمۡ وَ عَلٰى كُلِّ مَنۡ رَضِيَ بِذٰلِكَ لَعَنَاتِكَ الَّتِيۡ لَعَنۡتَ بِهَا كُلَّ ظَالِمٍ وَكُلَّ غَاصِبٍ وَكُلَّ جَاحِدٍ وَكُلَّ كَافِرٍ وَكُلَّ مُشۡرِكٍ وَكُلَّ شَيۡطَانٍ رَّجِيۡمٍ وَكُلَّ جَبَّارٍ عَنِيۡدٍ۔

اَللّٰهُمَّ الۡعَنۡ يَزِيۡدَ وَاٰلَ يَزِيۡدَ وَبَنِيۡ مَرۡوَانَ جَمِيۡعًا اَللّٰهُمَّ وَضَعِّفۡ غَضَبَكَ وَسَخَطَكَ وَعَذَابَكَ وَنَقِمَتَكَ عَلٰى اَوَّلِ ظَالِمٍ ظَلَمَ اَهۡلَ بَيۡتِ نَبِيِّكَ اَللّٰهُمَّ وَالۡعَنۡ جَمِيۡعَ الظَّالِمِيۡنَ لَهُمۡ وَ انۡتَقِمۡ مِنۡهُمۡ اِنَّكَ ذُوۡ نِقۡمَةٍ مِنَ الۡمُجۡرِمِيۡنَ۔

اَللّٰهُمَّ وَالۡعَنۡ اَوَّلَ ظَالِمٍ ظَلَمَ اٰلَ بَيۡتِ مُحَمَّدٍ وَالۡعَنۡ اَرۡوَاحَهُمۡ وَ دِيَارَهُمۡ وَ قُبُوۡرَهُمۡ وَ الۡعَنِ اللّٰهُمَّ الۡعِصَابَةَ الَّتِيۡ نَازَلَتِ الۡحُسَيۡنَ ابۡنَ بِنۡتِ نَبِيِّكَ وَحَارَبَتۡهُ وَقَتَلَتۡ اَصۡحَابَهٗ وَ اَنۡصَارَهٗ وَ اَعۡوَانَهٗ وَ اَوۡلِيَآئَهٗ وَ شِيۡعَتَهٗ وَمُحِبِّيۡهِ وَ اَهۡلَ بَيۡتِهٖ وَ ذُرِّيَّتِهٖ وَ الۡعَنِ

اَللّٰهُمَّ الَّذِيْنَ نَهَبُوْا مَالَهٗ وَسَلَبُوْا حَرِيْمَهٗ وَلَمْ يَسْمَعُوْا كَلَامَهٗ وَلَا مَقَالَهٗ اَللّٰهُمَّ وَالْعَنْ كُلَّ مَنْ بَلَغَهٗ ذَالِكَ فَرَضِيَ بِهٖ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَالْخَلَائِقِ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ الْحُسَيْنَ وَعَلٰى مَنْ سَاعَدَكَ وَ عَاوَنَكَ وَ وَاسَاكَ بِنَفْسِهٖ وَبَذَلَ مُهْجَتَهٗ فِي الذَّبِّ عَنْكَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَامَوْلَايَ وَعَلَيْهِمْ وَعَلٰى رُوْحِكَ وَعَلٰى اَرْوَاحِهِمْ وَ عَلٰى تُرْبَتِكَ وَعَلٰى تُرْبَتِهِمْ، اَللّٰهُمَّ لَقِّهِمْ رَحْمَةً وَرِضْوَانًا وَرَوْحًا وَ رَيْحَانًا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَوْلَايَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ يَابْنَ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَيَابْنَ سَيِّدِ الْوَصِيِّيْنَ وَيَابْنَ سَيِّدَةِ نِسَآءِ الْعَالَمِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَهِيْدُ يَابْنَ الشَّهِيْدِ، اَللّٰهُمَّ بَلِّغْهُ عَنِّيْ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ وَفِيْ هٰذَا الْيَوْمِ وَ فِيْ هٰذَا الْوَقْتِ وَكُلِّ وَقْتٍ تَحِيَّةً وَ سَلَامًا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بْنَ سَيِّدِ الْعَالَمِيْنَ وَ عَلَى الْمُسْتَشْهَدِيْنَ مَعَكَ سَلَامًا مُتَّصِلًا مَا اتَّصَلَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ نِ الشَّهِيْدِ، اَلسَّلَامُ عَلٰى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ الشَّهِيْدِ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْعَبَّاسِ بْنِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ الشَّهِيْدِ، اَلسَّلَامُ عَلَى الشُّهَدَآءِ مِنْ وُلْدِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَى الشُّهَدَآءِ مِنْ وُلْدِ جَعْفَرٍ وَعَقِيْلٍ، اَلسَّلَامُ عَلٰى كُلِّ مُسْتَشْهَدٍ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَلِّغْهُمْ عَنِّيْ تَحِيَّةً وَسَلَاماً۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهُ، اَحْسَنَ اللهُ لَكَ الْعَزَاءَ فِيْ وَلَدِكَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا الْحَسَنِ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِينَ وَ عَلَيْكَ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ اَحْسَنَ اللهُ لَكَ الْعَزَاءَ فِيْ وَلَدِكَ الْحُسَيْنِ۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا فَاطِمَةُ يَا بِنْتَ رَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ عَلَيْكِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَحْسَنَ اللهُ لَكِ الْعَزَاءَ فِيْ وَلَدِكِ الْحُسَيْنِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا مُحَمَّدِ نِ الْحَسَنَ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ اَحْسَنَ اللهُ لَكَ الْعَزَاءَ فِيْ اَخِيْكَ الْحُسَيْنِ اَلسَّلَامُ عَلٰى اَرْوَاحِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَ الْاَمْوَاتِ وَعَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ اَحْسَنَ اللهُ لَهُمُ الْعَزَاءَ فِيْ مَوْلَاهُمُ الْحُسَيْنِ۔اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الطَّالِبِيْنَ بِثَارِهٖ مَعَ اِمَامٍ عَدْلٍ تُعِزُّ بِهِ الْاِسْلَامَ وَاَهْلَهٗ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔

اس کے بعد سجدے میں جائے اور کہے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى جَمِيْعِ مَانَابَ مِنْ خَطْبٍ وَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى كُلِّ اَمْرٍ وَ اِلَيْكَ الْمُشْتَكٰى فِيْ عَظِيْمِ الْمُهِمَّاتِ بِخِيَرَتِكَ وَ اَوْلِيَائِكَ وَذٰلِكَ لِمَا اَوْجَبْتَ لَهُمْ مِنَ الْكَرَامَةِ وَ الْفَضْلِ الْكَثِيْرِ۔اَللّٰهُمَّ فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍوَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَارْزُقْنِيْ شَفَاعَةَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَ الْوُرُوْدِ وَالْمَقَامَ الْمَشْهُوْدَ وَ الْحَوْضَ الْمَوْرُوْدَ

وَاجْعَلْ لِيْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَكَ مَعَ الْحُسَيْنِ وَ اَصْحَابِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ الَّذِيْنَ وَاسَوْهُ بِاَنْفُسِهِمْ وَ بَذَلُوْا دُوْنَهُ مُهَجَهُمْ وَجَاهَدُوْا مَعَهُ اَعْدَائَكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ وَ رَجَائِكَ وَتَصْدِيْقًا بِوَعْدِكَ وَخَوْفًا مِّنْ وَعِيْدِكَ اِنَّكَ لَطِيْفٌ لِّمَا تَشَاءُ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ...

ملحقات

* عمل عاشورا بطریق دوم
* زیارت آخر روز عاشورا
* زیارت اربعین
* زیارت وارثہ وامام حسین علیہ السلام
* زیارت حضرت علی اکبر وشہدائے کربلا علیہم السلام
* امام علی رضا وزیارت امام زمانہ علیہما السلام

عمل عاشورا بطریق دوم

عاشور کے دن بہترین عمل یہ ہے کہ دن چڑھے یعنی سورج نکلنے کے تین گھنٹے بعد (اگر ممکن نہ ہو تو سورج نکلنے کے بعد) خلوص نیت کے ساتھ چار رکعت نماز دو سلام کے ساتھ پڑھے۔ پہلے نیت کرے کہ میں نماز پڑھتا ہوں ''قُرْبَةً اِلَى الله'' پھر دو، دو رکعت کر کے نماز صبح کی طرح چار رکعت پڑھے۔

پہلی رکعت میں سورۂ حمد کے بعد سورہ ''قُلْ يَاۤاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ'' پڑھے۔ دوسری رکعت میں سورہ حمد کے بعد سورۂ ''قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ'' تیسری رکعت میں سورۂ حمد کے بعد سورۂ احزاب۔ چوتھی رکعت میں سورۂ حمد کے بعد سورۂ منافقون پڑھے۔ اگر یہ سورے یاد نہ ہوں تو جو سورہ یاد ہوں وہ پڑھے۔ اور ہزار مرتبہ حضرت کے قاتلوں پہ لعنت کرے اور بہتر یہ ہے کہ اس طرح کہے:

''اَللّٰهُمَّ الْعَنْ قَتَلَةَ الْحُسَيْنِ وَاَصْحَابِهٖ''

اور جس جگہ کھڑا ہو وہاں سے

''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ رِضًا بِقَضَائِهٖ وَتَسْلِيْمًا لِاَمْرِهٖ''

کہتا ہوا آگے بڑھے (اس آگے بڑھنے کو ایک شمار کرے اس کے بعد یہی فقرہ کہتا ہوا پیچھے ہٹے اور اسے دو شمار کرے) اس طرح سات بار کرے اور مظلوم کربلا کو یاد کر کے روتا جائے اور محزون و مغموم رہے پھر اپنی جگہ ٹھہرے اور کہے:

"اَللّٰھُمَّ عَذِّبِ الْفَجَرَةَ الَّذِیْنَ شَاقُّوْا رَسُوْلَكَ وَ حَارَبُوْا اَوْلِیَائَكَ وَ عَبَدُوْا غَیْرَكَ وَ اسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَكَ وَ الْعَنِ الْقَادَةَ وَ الْاَتْبَاعَ وَ مَنْ كَانَ مِنْهُمْ فَخَبَّ وَ اَوْضَعَ مَعَهُمْ اَوْرَضِیَ بِفِعْلِهِمْ لَعْنًا كَثِیْرًا اَللّٰھُمَّ وَ عَجِّلْ فَرَجَ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ عَلَیْهِ وَ عَلَیْهِمْ وَ اسْتَنْقِذْهُمْ مِنْ اَیْدِی الْمُنَافِقِیْنَ الْمُضِلِّیْنَ وَالْكَفَرَةِ الْجَاحِدِیْنَ وَ افْتَحْ لَهُمْ فَتْحًا یَسِیْرًا وَ اَتِحْ لَهُمْ رَوْحًا وَفَرَجًا قَرِیْبًا وَ اجْعَلْ لَهُمْ مِنْ لَّدُنْكَ عَلٰی عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ سُلْطَانًا نَصِیْراً"

اس کے بعد اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کرے اور دشمنانِ آلِ محمدؑ پر لعن کرنے کا قصد کرے اور کہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاُمَّةِ نَاصَبَتِ الْمُسْتَحْفَظِیْنَ مِنَ الْاَئِمَّةِ وَ كَفَرَ تْ بِالْكَلِمَةِ وَعَكَفَتْ عَلَى الْقَادَةِ الظَّلَمَةِ وهَجَرَتِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ وَعَدَلَتْ عَنِ الْحَبْلَیْنِ الَّذَیْنِ اَمَرْتَ بِطَاعَتِهِمَا وَالتَّمَسُّكِ بِهِمَا فَاَمَاتَتِ الْحَقَّ وَحَادَتْ عَنِ الْقَصْدِ وَ مَا لَاَتِ الْاَحْزَابَ وَ حَرَّفَتِ الْكِتَابَ وَ كَفَرَتْ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهَا وَتَمَسَّكَتْ بِالْبَاطِلِ لَمَّا اعْتَرَضَهَا وَضَیَّعَتْ حَقَّكَ وَ اَضَلَّتْ خَلْقَكَ وَقَتَلَتْ اَوْلَادَ نَبِیِّكَ وَ خِیَرَةَ عِبَادِكَ وَ حَمَلَةَ عِلْمِكَ وَ وَرَثَةَ حِكْمَتِكَ وَ وَحیِكَ اَللّٰھُمَّ فَزَلْزِلْ اَقْدَامَ اَعْدَائِكَ وَ اَعْدَاءِ رَسُوْلِكَ وَ اَهْلِ بَیْتِ رَسُوْلِكَ۔

اَللّٰهُمَّ وَ اَخْرِبْ دِيَارَهُمْ وَافْلُلْ سِلاَحَهُمْ وَخَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ وَفُتَّ فِيْ اَعْضَادِهِمْ وَ اَوْهِنْ كَيْدَهُمْ وَ اضْرِبْهُمْ بِسَيْفِكَ الْقَاطِعِ وَ ارْمِهِمْ بِحَجَرِكَ الدَّامِغِ وَ طُمَّهُمْ بِالْبَلَاءِ طَمًّا وَ قُمَّهُمْ بِالْعَذَابِ قَمًّا وَعَذِّبْهُمْ عَذَابًا نُكْرًا وَخُذْهُمْ بِالسِّنِيْنَ وَالْمَثُلَاتِ الَّتِيْ اَهْلَكْتَ بِهَا اَعْدَائَكَ اِنَّكَ ذُوْ نَقِمَةٍ مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّ سُنَّتَكَ ضَائِعَةٌ وَاَحْكَامَكَ مُعَطَّلَةٌ وَعِتْرَةَ نَبِيِّكَ فِي الْاَرْضِ هَائِمَةٌ۔

اَللّٰهُمَّ فَاَعِنِ الْحَقَّ وَاَهْلَهُ وَاقْمَحِ الْبَاطِلَ وَاَهْلَهُ وَمُنَّ عَلَيْنَا بِالنَّجَاةِ وَاهْدِنَا اِلَى الْاِيْمَانِ وَعَجِّلْ فَرَجَنَا وَانْظِمْهُ بِفَرَجِ اَوْلِيَائِكَ وَ اجْعَلْهُمْ لَنَا وُدًّا وَاجْعَلْنَا لَهُمْ وَفْدًا اَللّٰهُمَّ وَ اَهْلِكْ مَنْ جَعَلَ يَوْمَ قَتْلِ ابْنِ نَبِيِّكَ وَخِيَرَتِكَ عِيْدًا وَاسْتَهَلَّ بِهٖ فَرَحًا وَ مَرَحًا وَ خُذْ آخِرَهُمْ كَمَا اَخَذْتَ اَوَّلَهُمْ، وَضَاعِفِ اللّٰهُمَّ الْعَذَابَ وَالتَّنْكِيْلَ عَلٰى ظَالِمِيْ اَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّكَ وَ اَهْلِكْ اَشْيَاعَهُمْ وَقَادَتَهُمْ وَ اَبِرْ حُمَاتَهُمْ وَجَمَاعَتَهُمْ۔

اَللّٰهُمَّ وَضَاعِفْ صَلَوَاتِكَ وَ رَحْمَتَكَ وَ بَرَكَاتِكَ عَلٰى عِتْرَةِ نَبِيِّكَ الْعِتْرَةِ الضَّائِعَةِ الْخَائِفَةِ الْمُسْتَذِلَّةِ بَقِيَّةٍ مِّنَ الشَّجَرَةِ الطَّيِّبَةِ الزَّاكِيَةِ الْمُبَارَكَةِ وَاَعْلِ اللّٰهُمَّ كَلِمَتَهُمْ وَ اَفْلِجْ حُجَّتَهُمْ وَاكْشِفِ الْبَلَآءَ وَاللَّاوَاءَ وَحَنَادِسَ الْاَبَاطِيْلِ وَالْعَمٰى عَنْهُمْ وَ ثَبِّتْ قُلُوْبَ شِيْعَتِهِمْ وَحِزْبِكَ عَلٰى طَاعَتِكَ وَوِلَايَتِهِمْ وَنُصْرَتِهِمْ وَمُوَالَاتِهِمْ وَ

اَعِنْهُمْ وَ امْنَحْهُمُ الصَّبْرَ عَلَى الْاَذٰى فِيْكَ وَاجْعَلْ لَهُمْ اَيَّامًا مَّشْهُوْدَةً وَ اَوْقَاتًا مَحْمُوْدَةً مَسْعُوْدَةً تُوْشِكُ فِيْهَا فَرَجَهُمْ وَ تُوجِبُ فِيْهَا تَمْكِيْنَهُمْ وَ نَصْرَهُمْ كَمَا ضَمِنْتَ لِاَوْلِيَائِكَ فِيْ كِتَابِكَ الْمُنْزَلِ فَاِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَّعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا۔

اَللّٰهُمَّ فَاكْشِفْ غُمَّتَهُمْ، يَا مَنْ لَا يَمْلِكُ كَشْفَ الضُّرِّ اِلَّا هُوَ يَا وَاحِدُ يَا اَحَدُ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ وَاَنَا يَا اِلٰهِيْ عَبْدُكَ الْخَائِفُ مِنْكَ وَالرَّاجِعُ اِلَيْكَ السَّائِلُ لَكَ الْمُقْبِلُ عَلَيْكَ اللَّاجِئُ اِلٰى فِنَائِكَ الْعَالِمُ بِاَنَّهُ لَا مَلْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ فَتَقَبَّلْ دُعَائِيْ ،وَاسْمَعْ يَا اِلٰهِيْ عَلَانِيَتِيْ وَنَجْوَايَ وَاجْعَلْنِيْ مِمَّنْ رَضِيْتَ عَمَلَهُ وَقَبِلْتَ نُسُكَهُ وَنَجَّيْتَهُ بِرَحْمَتِكَ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ۔

اَللّٰهُمَّ وَصَلِّ اَوَّلًا وَآخِرًا عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ، وَارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ بِاَكْمَلِ وَاَفْضَلِ مَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰى اَنْبِيَائِكَ وَرُسُلِكَ وَمَلَائِكَتِكَ وَحَمَلَةِ عَرْشِكَ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔

اَللّٰهُمَّ وَلَا تُفَرِّقْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ

وَعَلَيۡهِمۡ وَاجۡعَلۡنِیۡ يَا مَوۡلَایَ مِنۡ شِيۡعَةِ مُحَمَّدٍ وَعَلِيٍّ وَ فَاطِمَةَ وَالۡحَسَنِ وَالۡحُسَيۡنِ وَذُرِّيَّتِهِمُ الطَّاهِرَةِ الۡمُنۡتَجَبَةِ وَهَبۡ لِی التَّمَسُّكَ بِحُبِّهِمۡ وَالرِّضَا بِسَبِيۡلِهِمۡ وَالۡاَخۡذَ بِطَرِيۡقَتِهِمۡ اِنَّكَ جَوَادٌ كَرِيۡمٌ۔

پس سجدے میں جائے اور اپنا منہ خاک پر رکھے اور کہے:

يَا مَنۡ يَّحۡكُمُ مَا يَشَآءُ وَيَفۡعَلُ مَا يُرِيۡدُ، اَنۡتَ حَكَمۡتَ فَلَكَ الۡحَمۡدُ مَحۡمُوۡدًا مَشۡكُوۡرًا فَعَجِّلۡ يَا مَوۡلَایَ فَرَجَهُمۡ وَ فَرَجَنَا بِهِمۡ فَاِنَّكَ ضَمِنۡتَ اِعۡزَازَهُمۡ بَعۡدَ الذِّلَّةِ وَ تَكۡثِيۡرَهُمۡ بَعۡدَ الۡقِلَّةِ وَ اِظۡهَارَهُمۡ بَعۡدَ الۡخُمُوۡلِ يَا اَصۡدَقَ الصَّادِقِيۡنَ وَ يَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِيۡنَ فَاَسۡئَلُكَ يَا اِلٰهِیۡ وَ سَيِّدِیۡ مُتَضَرِّعًا اِلَيۡكَ بِجُوۡدِكَ وَ كَرَمِكَ بَسۡطَ اَمَلِیۡ وَالتَّجَاوُزَ عَنِّیۡ وَقَبُوۡلَ قَلِيۡلِ عَمَلِیۡ وَ كَثِيۡرِهٖ وَ الزِّيَادَةَ فِیۡ اَيَّامِیۡ وَتَبۡلِيۡغِیۡ ذٰلِكَ الۡمَشۡهَدَ وَاَنۡ تَجۡعَلَنِیۡ مِمَّنۡ يُدۡعٰی فَيُجِيۡبُ اِلٰی طَاعَتِهِمۡ وَمُوَالَاتِهِمۡ وَ نَصۡرِهِمۡ وَ تُرِيَنِیۡ ذٰلِكَ قَرِيۡبًا سَرِيۡعًا فِیۡ عَافِيَةٍ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِيۡرٌ

پھر آسمان کی طرف سر کو بلند کرے اور کہے:

اَعُوۡذُ بِكَ اَنۡ اَكُوۡنَ مِنَ الَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ اَيَّامَكَ فَاَعِذۡنِیۡ يَا اِلٰهِیۡ بِرَحۡمَتِكَ مِنۡ ذٰلِكَ...

زیارت آخر روز عاشورا

عاشور کے دن آخری ساعت میں امام حسینؑ کے حرم کو یاد کرے کیوں کہ اہل حرم اسی وقت اسیر ہوئے تھے اور ان پر وہ مصیبتیں گزریں جسے کوئی سوچ نہیں سکتا۔ لہٰذا اس وقت رسول خدا، علی مرتضیٰؑ، فاطمہ زہراؑ، حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کی تمام ذریت پر سلام کرے اور ان کو تعزیت پیش کرے اور سوز دل اور گریہ کے ساتھ یہ زیارت پڑھے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاْ وَارِثَ آدَمَ صَفْوَةِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاْ وَارِثَ نُوْحٍ نَبِيِّ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاْ وَارِثَ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ اللهِ ،اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاْ وَارِثَ مُوْسىٰ كَلِيْمِ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاْ وَارِثَ عِيْسىٰ رُوْحِ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاْ وَارِثَ مُحَمَّدٍ حَبِيْبِ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاْ وَارِثَ عَلِيٍّ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيِّ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاْ وَارِثَ الْحَسَنِ الشَّهِيْدِ سِبْطِ رَسُوْلِ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بْنَ رَسُوْلِ اللهِ ،اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بْنَ الْبَشِيْرِ النَّذِيْرِ وَ ابْنَ سَيِّدِ الْوَصِيِّيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَابْنَ فَاطِمَةَ سَيِّدَةِ نِسَآءِ الْعَالَمِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاْ اَبَاْ عَبْدِ اللهِ ،اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاْ خِيَرَةَ اللهِ وَابْنَ خِيَرَتِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاْ ثَاْرَ اللهِ وَابْنَ ثَاْرِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْوِتْرُ الْمَوْتُوْرُ،اَلسَّلَا مُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْاِمَاْمُ الْهَاْدِى الزَّكِيُّ وَعَلىٰ اَرْوَاْحٍ حَلَّتْ بِفِنَاْئِكَ وَاَقَاْمَتْ فِيْ

جَوَارِكَ وَوَفَدَتْ مَعَ زُوَّارِكَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ مِنِّيْ مَا بَقِيْتُ وَبَقِيَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ فَلَقَدْ عَظُمَتْ بِكَ الرَّزِيَّةُ وَجَلَّ الْمُصَابُ فِي الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَفِيْ اَهْلِ السَّمٰوَاتِ اَجْمَعِيْنَ وَفِيْ سُكَّانِ الْاَرَضِيْنَ، فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ وَصَلَوَاتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَتَحِيَّاتُهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰى آبَآئِكَ الطَّاهِرِيْنَ الطَّيِّبِيْنَ الْمُنْتَجَبِيْنَ وَعَلٰى ذَرَارِيْهِمُ الْهُدَاةِ الْمَهْدِيِّيْنَ۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَوْلَايَ وَعَلَيْهِمْ وَعَلٰى رُوْحِكَ وَعَلٰى اَرْوَاحِهِمْ وَعَلٰى تُرْبَتِكَ وَعَلٰى تُرْبَتِهِمْ اَللّٰهُمَّ لَقِّهِمْ رَحْمَةً وَرِضْوَانًا وَرَوْحًا وَرَيْحَانًا، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَوْلَايَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ يَابْنَ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَيَابْنَ سَيِّدِ الْوَصِيِّيْنَ وَيَابْنَ سَيِّدَةِ نِسَآءِ الْعَالَمِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَهِيْدُ يَابْنَ الشَّهِيْدِ يَا اَخَ الشَّهِيْدِ يَا اَبَا الشُّهَدَآءِ، اَللّٰهُمَّ بَلِّغْهُ عَنِّيْ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ وَفِيْ هٰذَا الْيَوْمِ وَفِيْ هٰذَا الْوَقْتِ وَفِيْ كُلِّ وَقْتٍ تَحِيَّةً كَثِيْرَةً وَسَلَامًا سَلَامُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ يَابْنَ سَيِّدِ الْعَالَمِيْنَ وَعَلَى الْمُسْتَشْهَدِيْنَ مَعَكَ سَلَامًا مُتَّصِلاً مَا اتَّصَلَ اللَّيْلُ وَ النَّهَارُ اَلسَّلَامُ عَلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ نِ الشَّهِيْدِ اَلسَّلَامُ عَلٰى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ الشَّهِيْدِ اَلسَّلَامُ عَلَى الْعَبَّاسِ بْنِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ الشَّهِيْدِ اَلسَّلَامُ عَلَى الشُّهَدَآءِ مِنْ وُّلْدِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَى الشُّهَدَآءِ مِنْ وُّلْدِ الْحَسَنِ، اَلسَّلَامُ عَلَى

الشُّهَدَآءِ مِنْ وُّلْدِ الْحُسَيْنِ، اَلسَّلَامُ عَلَى الشُّهَدَآءِ مِنْ وُّلْدِ جَعْفَرٍ وَ عَقِيْلٍ، اَلسَّلَامُ عَلٰى كُلِّ مُسْتَشْهَدٍ مَعَهُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَبَلِّغْهُمْ عَنِّيْ تَحِيَّةً كَثِيْرَةً وَسَلَامًا، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَحْسَنَ اللهُ لَكَ الْعَزَآءَ فِيْ وَلَدِكَ الْحُسَيْنِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا فَاطِمَةُ اَحْسَنَ اللهُ لَكِ الْعَزَآءَ فِيْ وَلَدِكِ الْحُسَيْنِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَحْسَنَ اللهُ لَكَ الْعَزَآءَ فِيْ وَلَدِكَ الْحُسَيْنِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا مُحَمَّدٍنِ الْحَسَنَ اَحْسَنَ اللهُ لَكَ الْعَزَآءَ فِيْ اَخِيْكَ الْحُسَيْنِ، يَا مَوْلَايَ يَا اَبَا عَبْدِ اللهِ اَنَا ضَيْفُ اللهِ وَضَيْفُكَ وَجَارُ اللهِ وَجَارُكَ وَلِكُلِّ ضَيْفٍ وَجَارٍ قِرًى وَقِرَايَ فِيْ هٰذَا الْوَقْتِ اَنْ تَسْئَلَ اللهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَنْ يَرْزُقَنِيْ فَكَاكَ رَقَبَتِيْ مِنَ النَّارِ اِنَّهٗ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ...

زیارت اربعین یعنی ۲۰رصفر

شیخ نے ''تہذیب'' اور ''مصباح'' میں امام حسن عسکریؑ سے روایت کی ہے کہ مومنین کی پانچ علامتیں ہیں: روزانہ ۵۱ررکعت نماز پڑھنا، ۱۷ررکعت واجب اور ۳۴ررکعت نافلہ، داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا، سجدہ میں پیشانی کو خاک پر رکھنا اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بلند آواز سے کہنا، اور روز اربعین امام حسینؑ کی زیارت کرنا، جس کی کیفیت دو طریقے سے نقل کی گئی ہے۔ ایک وہ زیارت ہے جس کو شیخ نے تہذیب اور مصباح میں صفوان جمال سے نقل کی ہے کہ مجھ سے امام صادقؑ نے فرمایا کہ جب دن بلند ہو جائے تو اس طرح کہو۔

اَلسَّلَامُ عَلٰى وَلِيِّ اللهِ وَحَبِيْبِهٖ اَلسَّلَامُ عَلٰى خَلِيْلِ اللهِ وَ نَجِيْبِهٖ اَلسَّلَامُ عَلٰى صَفِيِّ اللهِ وَابْنِ صَفِيِّهٖ اَلسَّلَامُ عَلَى الْحُسَيْنِ الْمَظْلُوْمِ الشَّهِيْدِ اَلسَّلَامُ عَلٰى اَسِيْرِ الْكُرُبَاتِ وَقَتِيْلِ الْعَبَرَاتِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَشْهَدُ اَنَّهٗ وَلِيُّكَ وَابْنُ وَلِيِّكَ وَصَفِيُّكَ وَابْنُ صَفِيِّكَ الْفَائِزُ بِكَرَامَتِكَ اَكْرَمْتَهٗ بِالشَّهَادَةِ وَحَبَوْتَهٗ بِالسَّعَادَةِ وَ اجْتَبَيْتَهٗ بِطِيْبِ الْوِلَادَةِ وَجَعَلْتَهٗ سَيِّدًا مِّنَ السَّادَةِ وَقَائِدًا مِّنَ الْقَادَةِ وَ ذَائِدًا مِّنَ الذَّادَةِ وَاَعْطَيْتَهٗ مَوَارِيْثَ الْاَنْبِيَآءِ وَ جَعَلْتَهٗ حُجَّةً عَلٰى خَلْقِكَ مِنَ الْاَوْصِيَاءِ فَاَعْذَرَ فِي الدُّعَاءِ وَمَنَحَ النُّصْحَ وَ بَذَلَ مُهْجَتَهٗ

فِيْكَ لِيَسْتَنْقِذَ عِبَادَكَ مِنَ الْجَهَالَةِ وَ حَيْرَةِ الضَّلَالَةِ وَقَدْ تَوَازَرَ عَلَيْهِ مَنْ غَرَّتْهُ الدُّنْيَا وَبَاعَ حَظَّهُ بِالْاَرْذَلِ الْاَدْنٰى وَ شَرٰى آخِرَتَهُ بِالثَّمَنِ الْاَوْكَسِ وَتَغَطْرَسَ وَ تَرَدّٰى فِيْ هَوَاهُ وَاَسْخَطَكَ وَاَسْخَطَ نَبِيَّكَ وَاَطَاعَ مِنْ عِبَادِكَ اَهْلَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَحَمَلَةَ الْاَوْزَارِ الْمُسْتَوْجِبِيْنَ النَّارَ فَجَاهَدَهُمْ فِيْكَ صَابِرًا مُحْتَسِبًا حَتّٰى سُفِكَ فِيْ طَاعَتِكَ دَمُهُ وَاسْتُبِيْحَ حَرِيْمُهُ اَللّٰهُمَّ فَالْعَنْهُمْ لَعْنًا وَ بِيْلًا وَ عَذِّبْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بْنَ رَسُوْلِ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَابْنَ سَيِّدِ الْاَوْصِيَاءِ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَمِيْنُ اللهِ وَابْنُ اَمِيْنِهٖ عِشْتَ سَعِيْدًا وَ مَضَيْتَ حَمِيْدًا وَمُتَّ فَقِيْدًا مَظْلُوْمًا شَهِيْدًا وَاَشْهَدُ اَنَّ اللهَ مُنْجِزٌ مَا وَعَدَكَ وَمُهْلِكٌ مَنْ خَذَلَكَ وَمُعَذِّبٌ مَنْ قَتَلَكَ وَ اَشْهَدُ اَنَّكَ وَفَيْتَ بِعَهْدِ اللهِ وَجَاهَدْتَ فِيْ سَبِيْلِهٖ حَتّٰى اَتٰكَ الْيَقِيْنُ، فَلَعَنَ اللهُ مَنْ قَتَلَكَ وَ لَعَنَ اللهُ مَنْ ظَلَمَكَ ،وَلَعَنَ اللهُ اُمَّةً سَمِعَتْ بِذٰلِكَ فَرَضِيَتْ بِهٖ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُشْهِدُكَ اَنِّيْ وَلِيٌّ لِمَنْ وَالَاهُ وَعَدُوٌّ لِمَنْ عَادَاهُ، بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَابْنَ رَسُوْلِ اللهِ، اَشْهَدُ اَنَّكَ كُنْتَ نُوْرًا فِي الْاَصْلَابِ الشَّامِخَةِ وَالْاَرْحَامِ الْمُطَهَّرَةِ لَمْ تُنَجِّسْكَ الْجَاهِلِيَّةُ بِاَنْجَاسِهَا ،وَلَمْ

تُلْبِسْكَ الْمُدْ لَهِمَّاتُ مِنْ ثِيَابِهَا وَ اَشْهَدُ اَنَّكَ مِنْ دَعَائِمِ الدِّيْنِ وَاَرْكَانِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ مَعْقِلِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ الْاِمَامُ الْبَرُّ التَّقِيُّ الرَّضِيُّ الزَّكِيُّ الْهَادِي الْمَهْدِيُّ وَاَشْهَدُ اَنَّ الْاَئِمَّةَ مِنْ وُّلْدِكَ كَلِمَةُ التَّقْوٰى وَ اَعْلَامُ الْهُدٰى وَالْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى وَالْحُجَّةُ عَلٰى اَهْلِ الدُّنْيَا وَاَشْهَدُ اَنِّيْ بِكُمْ مُؤْمِنٌ وَبِاِيَابِكُمْ مُوْقِنٌ بِشَرَائِعِ دِيْنِيْ وَ خَوَاتِيْمِ عَمَلِيْ وَ قَلْبِيْ لِقَلْبِكُمْ سِلْمٌ وَاَمْرِيْ لِاَمْرِكُمْ مُتَّبِعٌ وَنُصْرَتِيْ لَكُمْ مُعَدَّةٌ حَتّٰى يَأْذَنَ اللهُ لَكُمْ فَمَعَكُمْ مَعَكُمْ لَا مَعَ عَدُوِّكُمْ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْكُمْ وَ عَلٰى اَرْوَاحِكُمْ وَ اَجْسَادِكُمْ وَ شَاهِدِكُمْ وَ غَائِبِكُمْ وَ ظَاهِرِكُمْ وَ بَاطِنِكُمْ آمِيْنَ رَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔

اس کے بعد دو رکعت نماز ادا کرے اور جو چاہے دعا کرے

زیارت وارثہ حضرت امام حسین علیہ السلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ آدَمَ صَفْوَةِ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ نُوحٍ نَبِيِّ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ اِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ مُوسٰى كَلِيمِ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ عِيسٰى رُوحِ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ مُحَمَّدٍ حَبِيبِ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ اَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَلِيِّ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَابْنَ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَابْنَ عَلِيٍّ نِ الْمُرْتَضٰى، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَابْنَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَآءِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَابْنَ خَدِيجَةَ الْكُبْرٰى، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ثَارَ اللهِ وَابْنَ ثَارِهِ وَالْوِتْرَ الْمَوْتُورَ، اَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ اَقَمْتَ الصَّلٰوةَ وَآتَيْتَ الزَّكٰوةَ وَاَمَرْتَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَيْتَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اَطَعْتَ اللهَ وَ رَسُولَهُ حَتّٰى اَتَاكَ الْيَقِينُ فَلَعَنَ اللهُ اُمَّةً قَتَلَتْكَ وَلَعَنَ اللهُ اُمَّةً ظَلَمَتْكَ وَلَعَنَ اللهُ اُمَّةً سَمِعَتْ بِذٰلِكَ فَرَضِيَتْ بِهِ، يَا مَوْلَايَ يَا اَبَا عَبْدِ اللهِ، اَشْهَدُ اَنَّكَ كُنْتَ نُورًا فِي الْاَصْلَابِ الشَّامِخَةِ وَ الْاَرْحَامِ الْمُطَهَّرَةِ، لَمْ تُنَجِّسْكَ الْجَاهِلِيَّةُ بِاَنْجَاسِهَا وَ لَمْ تُلْبِسْكَ مِنْ مُدْلَهِمَّاتِ ثِيَابِهَا وَاَشْهَدُ اَنَّكَ مِنْ دَعَائِمِ الدِّينِ، وَ اَرْكَانِ الْمُؤْمِنِينَ، وَ اَشْهَدُ اَنَّكَ الْاِمَامُ الْبَرُّ التَّقِيُّ الرَّضِيُّ الزَّكِيُّ الْهَادِي

اَلْمَهْدِيُّ وَ اَشْهَدُ اَنَّ الْاَئِمَّةَ مِنْ وُّلْدِكَ كَلِمَةُ التَّقْوٰى وَاَعْلَامُ الْهُدٰى وَالْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى وَالْحُجَّةُ عَلٰى اَهْلِ الدُّنْيَا وَ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ وَ اَنْبِيَآئَهٗ وَ رُسُلَهٗ اَنِّيْ بِكُمْ مُؤْمِنٌ وَ بِاِيَابِكُمْ مُوْقِنٌ بِشَرَائِعِ دِيْنِيْ وَ خَوَاتِيْمِ عَمَلِيْ وَ قَلْبِيْ لِقَلْبِكُمْ سِلْمٌ وَ اَمْرِيْ لِاَمْرِكُمْ مُتَّبِعٌ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ عَلٰى اَرْوَاحِكُمْ و عَلٰى اَجْسَادِكُمْ وَ عَلٰى شَاهِدِكُمْ وَعَلٰى غَآئِبِكُمْ وَعَلٰى ظَاهِرِكُمْ وعَلٰى بَاطِنِكُمْ۔

زیارت حضرت علی اکبر علیہ السلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بْنَ نَبِيِّ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَابْنَ اَمِيْرِالْمُؤْمِنِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَابْنَ الْحُسَيْنِ الشَّهِيْدِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الشَّهِيْدُ وَابْنُ الشَّهِيْدِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْمَظْلُوْمُ وَابْنُ الْمَظْلُوْمِ لَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً قَتَلَتْكَ وَ لَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً ظَلَمَتْكَ وَلَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً سَمِعَتْ بِذٰلِكَ فَرَضِيَتْ بِهٖ۔۔۔

زیارت سائر شہداء کربلا علیہم السلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَآ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ وَاَحِبَّآئَهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَآ اَصْفِيَآءَ اللّٰهِ وَاَوِدَّآئَهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَآ اَنْصَارَ دِيْنِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ

عَلَیْکُمْ یَا اَنْصَارَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَنْصَارَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَنْصَارَ فَاطِمَۃَ الزَّھْرَآءِ سَیِّدَۃِ نِسَآءِ الْعَالَمِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَنْصَارَ اَبِیْ مُحَمَّدِنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیِّ نِ الْوَلِیِّ الزَّکِیِّ النَّاصِحِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَنْصَارَ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ بِاَبِیْ اَنْتُمْ وَ اُمِّیْ طِبْتُمْ وَطَابَتِ الْاَرْضُ الَّتِیْ فِیْھَا دُفِنْتُمْ وَ فُزْتُمْ فَوْزًا عَظِیْمًا فَیَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ مَعَکُمْ فَاَفُوْزَ مَعَکُمْ ۔

زیارت حضرت عباس علیہ السلام

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَابْنَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ الْمُطِیْعُ لِلّٰہِ وَ لِرَسُوْلِہٖ اَشْھَدُ اَنَّكَ قَدْ جَاھَدْتَ وَنَصَحْتَ وَصَبَرْتَ حَتّٰی اَتٰكَ الْیَقِیْنُ، لَعَنَ اللّٰہُ الظّٰلِمِیْنَ لَکُمْ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ ،وَاَلْحَقَھُمْ بِدَرْكِ الْجَحِیْمِ ۔

زیارت حضرت امام علی رضا علیہ السلام

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا غَرِیْبَ الْغُرَبَآءِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُعِیْنَ الضُّعَفَآءِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا شَمْسَ الشُّمُوْسِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَنِیْسَ النُّفُوْسِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا الْمَدْفُوْنُ بِاَرْضِ طُوْسِ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُغِيْثَ الشِّيْعَةِ وَالزُّوَّارِ فِيْ يَوْمِ الْجَزَاءِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سُلْطَانَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا الْحَسَنِ عَلِيِّ بْنِ مُوْسَى الرِّضَا وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

زیارت حضرت صاحب الزمان علیہ السلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ الْعَصْرِ وَالزَّمَانِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ الرَّحْمٰنِ ،اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اِمَامَ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَظْهَرَ الْاِيْمَانِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَرِيْكَ الْقُرْآنِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اِمَامَ زَمَانِنَا هٰذَا عَجَّلَ اللّٰهُ فَرَجَكَ وَ سَهَّلَ اللّٰهُ مَخْرَجَكَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔